اسی جلوس کا مغربی رُخ سے چلنا اور ایک ساتھ شمالی اور جنوبی پہلو سے بڑھکر مشرقی دروازے پر آملنا، **پارتھنان** کے بالائی حاشئے پر ہو بہو دکھا دیا تھا؛ ستونوں کے باہر باہر پھر کر دیکھنے والے کو اپنے سر کے اوپر ایتھنز کے بانکے جوان گھوڑوں پر سوار، کہیں رتھوں میں کہیں پیادہ پا اہل شہر، مطربوں کے غول، قربانی کی گائیں بکریاں، متین شریف زادیاں ہاتھوں میں متبرک ظروف لئے، اور آگے آگے شہر کے نو آرکن، غرض پوری برات **ایتھنہ** کی اُس درگاہ کی طرف جاتی، دکھائی دیتی تھی، جہاں ماتا آج کے دن سکّانِ فلک کی مہمانی کرتی تھی۔ چنانچہ یہ آسمانی کار فرما بھی تختِ شاہانہ پر جلوہ نما تھے۔ اور ایتھنہ کے ایک جانب زئیس کی تصویر تھی، دوسری طرف **ہفیس توس** بیٹھا تھا۔ دیوی کے قریب ہی ایک پجاری کے ہاتھ میں اس کا برقعہ تھا؛ اس حاشئے کا مغربی رُخ ابھی تک اپنی جگہ پر سلامت ہے۔ باقی وہاں موجود نہیں اور اس کا بڑا حصہ جزیرۂ برطانیہ میں پہنچ گیا؛

ان میں اور دوسری پر شکوہ عمارات کی تیاری میں بہت کچھ روپیہ صرف ہوا تھا جس پر پری کلیس کے حریفان سیاسی کو حرف گیری کا نہایت عمدہ موقع ملا؛ **توسی دیدیس** الزام دیتا تھا کہ وہ نہ صرف ریاست کا سرمایہ جو اغراضِ جنگ کے لئے محفوظ رکھنا چاہیئے تھا، بے دریغ برباد کر رہا ہے بلکہ حلیفوں کا جمع کردہ روپیہ بھی بالکل غاصبانہ طریق پر خالص ایتھنز کے کاموں میں خرچ کر رہا ہے؛ اور حقیقت میں کچھ نہ کچھ رقم اس مشترکہ بیت المال سے

ضرور عمارتوں کے واسطے لی گئی تھی لیکن وہ کل مصارف کا ایک قلیل حصہ تھی ورنہ باقی تمام روپیہ ایتھنہ کے مندر اور ایتھنز کے سرکاری خزانے کا لگایا گیا تھا۔ بایں ہمہ پری کلیس محض چرب زبانی سے یہہ حجت پیش کرتا تھا کہ جب تک ایتھنز اتحادیوں کی مدافعت کا فرض بہ خوبی انجام دے رہا ہے، انہیں اپنے روپے کے متعلق کسی شکایت کا حق نہیں۔ اسی طرح اُن میں کچھ عرصے تک ہنگامہ آرائی ہوتی رہی آخر سی سالہ صلح نامے کے تیسرے سال توسی دیدیس نے ٹھیکروں پر جمہور کا فتوے مانگا۔ لیکن لوگوں نے خود اسی کے خلاف رائے دی اور اس کے خارج البلد ہونے کے بعد (۴۴۲ ق م) پری کلیس کا کوئی بھی با اثر مخالف نہ رہا جو آیندہ اس کی حکمت عملی میں خلل انداز یا راستے میں حایل ہوتا۔

جب پری کلیس اپنے محبوب وطن کو سارے یونان کا فرمانروا نہ بنا سکا تو اس کی آرزو یہ تھی کہ اُسے یونان کا استاد منواد ے اور فنونِ لطیفہ کے میدان میں ایتھنز نے جو کام کئے، اُن سے ایک حد تک اُس کا یہ ارمان پورا ہو گیا۔ جس وقت فیدیاس نے ایتھنہ کی عظیم الشان مُورت "زر و عاج" سے تیار کرلی اور اُسے نئے مندر میں لا کے نصب کر دیا تو اُسے الیس کے لوگوں نے بلا بھیجا کہ اولمپیہ کے مندر کے واسطے زئیس دیوتا کی مورت بنائے چنانچہ مسلسل پانچ سال تک یہ ایتھنز کا باکمال اس زر و عاج آمیز، بھاری بت کے تراشنے میں مصروف رہا اور غالباً

اس عظیم الجثّہ تصویر کے ہم پلّہ کوئی شے یونان کے فنِ بت تراشی نے کبھی نہیں پیدا کی۔ یہ خُدائے "ہمہ یونان" بہت اونچے تخت پر قبائے پُرزر پہنے بیٹھا تھا اور اس کے دائیں ہاتھ میں نصرت و کامرانی تھی اور بائیں میں عصائے شاہی۔ اور اس کی ڈاڑھی کے ساتھ بالوں میں زیتون کی ایک شاخ گندھی ہوئی تھی؛ اس بات کی بہت سی شہادتیں موجود ہیں کہ زمین پر اس دیوتا کی پُر وقار صورت دیکھکر دیکھنے والے کے دل پر کیا کیفیت گزرتی تھی؛ ایک شخص کا قول ہے کہ کیسا ہی رنجور و پژمردہ شخص، جسے مصائب و آلام نے کبھی چین کی نیند نہ سونے دیا ہو، ایک مرتبہ اس مورت کے سامنے آکھڑا ہو، میَں تو سمجھتا ہوں کہ انسانی زندگی کے سارے دُکھ اور اور خطرے اس کے دل سے محو ہو جایں گے!"

الوہیّت کے متعلّق یونان کا جو بلند سے بلند تصوّر تھا، یہ مورتیں اس کا جسمانی مظہر تھیں اور یونانی مذہب کے دو بڑے مرکزوں میں انہیں ایک ایتھنزی باکمال ہی کی صنّاعی نے تکمیل کو پہنچایا تھا؛

۷- پی رئیوس ایتھنز کا تجارتی اصولِ عمل

اب پی رئیوس کا یونان کی بڑی بندرگاہوں میں شمار ہونے لگا تھا اور اس کے جنگی استحکامات میں ایک اور فصیل بنا کے اضافہ کیا گیا تھا جو شمالی فصیل کے متوازی اور برابر سے گذرتی تھی۔ فالرن کی جنوبی فصیل کی اب کوئی مرمت نہ کرتا تھا اور وہ گر گئی تھی۔ مگر دوسری تینوں بندرگاہوں کے اردگرد جہازرانی کی سہولت کے

واسطے، نئی نئی گودیاں، مال خانے اور مختلف عمارتیں بنادی گئی تھیں۔ شہر ایتھنز اور اس کی بندرگاہ کی آبادی برابر بڑھ رہی تھی۔ اور اس زمانے میں ایٹی کا کی کل آبادی کم و بیش ڈھائی لاکھ (یعنے ریاست کورنتھ کی آبادی سے دگنی) تھی لیکن اس میں نصف کے قریب غلام تھے۔

مغرب میں ایٹی کا کی شہرت اور تجارت کو فروغ تھا۔ صقالیہ کے یونانی شہروں نے اُسی کے سکّے کا معیار اپنے ہاں رائج کردیا تھا۔ شہر روؔمہ سے قوانینِ سولن کی نقل لینے ایلچی وہاں آتے تھے؛ لیکن ایتھنز کی اصلی اغراض مشرق ہی سے وابستہ تھیں۔ خاص کر بحیرۂ افشین کی بندرگاہوں سے، جہاں سے ایٹی کا کو غلہ دساور آتا تھا؛ ان علاقوں میں جہاں کوئی فتنہ و فساد ہوا، اناج کی قیمت پر اُس کا اثر پڑتا تھا اور اسلئے یہ نہایت ضروری تھا کہ اودھر کا تجارتی راستہ ایتھنز کے زیر اقتدار رہے۔ علاقۂ خرسونیس میں اُس کے مقبوضات جنھیں پری کلیس نے اور مستحکم کردیا تھا، آبنائے دردانیال کے پاسبان تھے۔ باسفورس پر اُس کے حلیف، بای زنطہ اور چالِکِدن کا قبضہ تھا۔ اور بحیرۂ افشین (دریا اسود) میں خود پری کلیس بڑے رعب داب کے ساتھ ایک بحری دستہ لے کے گیا تھا کہ اُن علاقوں کے غیر یونانی باشندوں پر ایتھنز کی سطوت کا نقش بٹھا دے؛

اسی زمانے میں تھریس (ترا قیہ) کے قبیلے ایک طاقتور بادشاہ ترِیس اور اوس کے بیٹے سی تال کیس کے ماتحت باہم متحد ہو گئے تھے (غالباً ۴۵۰ء ق م)۔ اور اس نوخیز قوّت پر نظر رکھنا، ایتھنز کے لئے ضروری تھا؛ ستری مُن کے دہانے پر پہلے سے ایک باموقع

بندرگاہ یعنے قلعہ اِئیون اہل ایتھنز کے قبضے میں تھی اور اسی کے قریب وہ پُل تھا جس پر سے تھریس و مقدونیہ کے مابین تمام اسبابِ تجارت نیز ہمسایہ معادن کا سونا ڈھل ڈھل کے آتا تھا - اب اسی پُل پر لب دریا ایک اور شہر کی بنیاد رکھی گئی (۴۳۶ ق م)، جو امفی پولس کے نام سے موسوم، اور بہت جلد ساحل کا سب سے ممتاز شہر ہوگیا:

۸ - ساموس کا انحراف

توسی دیدیس کی جلاوطنی کے بعد قریب قریب پندرہ سال تک پری کلیس شاہانہ مطلق العنانی کے ساتھ حکومت کرتا رہا - لیکن اصلی فرمانروا، یعنے جمہور، پر اس کا اقتدار محض اخلاقی تھا - جس کے معنے یہ ہیں کہ جس چیز کو وہ بہتر سمجھتا تھا اس پر جمہور کو رضامند کرلینے کی اس میں قدرت تھی اور انہیں کی کثرت رائے سے وہ (اپنے حریف کے اخراج کے بعد) پندرہ سال تک متواتر سپہ سالار منتخب ہوتا رہا - اور گو دسوں سپہ سالاروں میں سے ہر ایک کے اختیارات رسمی طور پر یکساں تھے لیکن دراصل جس کے پاس سیاسی اقتدار تھا وہی ان دسوں کا بھی سردار تھا اور معاملاتِ خارجہ اسی کی منشا کے مطابق سرانجام پاتے تھے - بایں ہمہ پری کلیس خود مختار نہ تھا - بلکہ ہر سال تمام پر لوگ چاہتے تو اُسے دوبارہ منتخب نہ کرتے اور جو کچھ اُس نے کیا ہو، اس کے متعلق بازپرس کرسکتے تھے - گویا ایک مرتبہ بلا شرکتِ غیرے حکومت مل گئی تو پھر اس کو پری کلیس نے محض اپنی فصاحت و دانائی کے بل پر قائم رکھا تھا - اور گو مطلق العنانی کی خواہش اُس کی طبیعت میں داخل تھی لیکن وہ نہایت سلیم الفطرت تھا اور اس بات کی بہ خوبی حِس رکھتا تھا کہ ایسی ذلیل رعایا پہ راج کرنے کی نسبت، جو اس کے ہر

اشارے پر دوڑ پڑے، کسی گروہِ احرار کا (جنھیں ہر قدم پر تقریر سے قایل کرنا پڑے) سر گروہ ہونا، کہیں بڑی اور کہیں زیادہ قابلِ تعریف بات ہے۔



سی سالہ معاہدے کے پانچ سال بعد اُسے اپنی سپہ سالاری کے جوہر دکھانے کا موقع پیش آیا۔ ایتھنز کی جزیرۂ ساموس کے ساتھ جنگ چھڑ گئی تھی اور یہ ریاست اتحاد کے قوی ترین ارکان میں تھی۔ دراصل ساموس اور ایک دوسرے اتحادی ملطہ میں پرائنی کے قبضے کے متعلق نزاع تھی، ایتھنز نے ملطہ کے حق میں فیصلہ دیا اور یہی جنگ کا سبب ہوگیا۔ پری کلیس چوالیس جنگی جہازوں کا بیڑا لے کے ساموس گیا اور وہاں کی حکومتِ اُمرا کو توڑ کے جمہوری نظامِ حکومت قائم کیا اور اس کی حفاظت کے لئے فوج کا دستہ متعین کر آیا۔ لیکن وہاں کے امرا جو جزیرے کے اندرونی حصے میں بھاگ گئے تھے ایک رات واپس آئے اور متعینہ سپاہ کو پکڑ لیا۔ اسی زمانے میں ایتھنز کو ایک دوسرا نقصان یہ پہنچا کہ شہر بای زنطہ اُس سے منحرف ہوگیا۔ بہر حال، پری کلیس بہ عجلت ساموس گیا اور ایک بڑے بیڑے سے جزیرے کا محاصرہ کرلیا۔ نو مہینے کے خاتمے پر شہر والوں نے ہتیار رکھ دئیے (۴۳۹ ق م)۔ اور اپنی فصیلیں گرانے اور جہازوں کے حوالہ کردینے کا اقرار کیا۔ نیز تاوانِ جنگ دینا پڑا جس کی مقدار کم و بیش ۱۵ سو تیلنت تھی۔ اس کے بعد بای زنطہ بھی دوبارہ اتحاد میں آملا۔

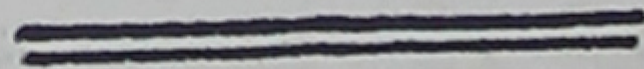
۹۔ اعلیٰ تعلیم۔ سوفسطای گروہ

نستور و اُوڈیسئس کے زمانے سے یونان میں دل پذیر تقریر و گویائی کی قدر تھی۔ جمہوری حکومتوں کو فروغ ہوا تو یہ فن اور بھی ترقی پر ہوگیا

دوسرے اگر کسی شخص کو اُس کے دشمن عدالت میں کھینچ بلائیں، اور وہ تقریر کرنی نہ جانتا ہو، تو وہاں اُس کی حالت ایسی ہو جاتی تھی جیسے کسی غریب منشی منش پر مسلّح سپاہیوں نے حملہ کردیا؛ مختصر یہ کہ اپنے خیالات کو ایسے دل نشین الفاظ میں ادا کرنا کہ سامعین پر اثر پڑے، قابلِ تعلیم و تعلّم فن بن گیا تھا۔ اور اسکی طلب پیدا ہوئی تو سکھانے والے بھی پیدا ہو گئے جو مقام بہ مقام فنِ خطابت و استدلال کی عام تعلیم دیتے پھرتے تھے۔ اور کوئی مضمون ایسا نہ تھا جس کے متعلق وہ اپنی ہمہ گیر معلومات کے بَل پر تقریر نہ کر سکتے ہوں۔ وہ لوگوں سے اپنے درس کا معاوضہ لے لیتے تھے اور "سوفسطائی" کہلاتے تھے جس کا بہترین مُرادف انگریزی میں لفظ "پروفیسر" (یعنے بیان کرنے والا) ہے؛ لیکن سوفسطائی کے لفظ میں آگے چل کر ذم کا ایک خفیف پہلو آگیا تھا۔ اور اس کا سبب ایک حد تک وہ بدظنی تھی جو عوام الناس کے دل میں زیادہ پڑھنے والوں کی طرف سے پیدا ہو جاتی ہے۔ لیکن اس بدظنی کے یہ معنے نہیں کہ لوگ انہیں محض جعل ساز جانتے تھے جو جان بوجھ کر جُل دیتے یا بلا ذاتی یقین کے مصنوعی دلائل سے لوگوں کو قائل کرتے پھرتے ہوں۔

سوفسطائیوں نے محض درس دینے پر قناعت نہ کی بلکہ بہت کچھ تحریر بھی کیا۔ وقتاً فوقتاً جو مباحث پیش آئے اُن پر بحث اور سیاسی معاملات پر ردّ وقدح کرکے اپنے خیالات لوگوں کے دل نشین کئے۔ لیکن سب سے نامور سوفسطائیوں کا میدان، درس و صحافت سے کہیں زیادہ وسیع ہے۔ انھوں نے نہ صرف بعض خیالات کو دلنشین کیا

بلکہ بہت سے نئے خیالات کی نشر و اشاعت کی اور علم انسانی میں اضافہ کرکے دنیا کو مالا مال کیا۔ وہ بلا استثنا سب کے سب "معقولی" اور روشن خیالی پھیلانے والے تھے۔ لیکن اُن کے خیالات و عقائد میں زمین آسمان کا فرق تھا، چنانچہ لیوَن تینی کا باشندہ گرگیاس، ابؔ ورا کا پروتاگوراس، کیئوس کا پرودی کوس، الیس کا ہیپیاس، ایتھنز کا حکیم سقراط یہ سب ذاتی خصائص اور خیالات کے اعتبار سے باہم بالکل مختلف اور ایک دوسرے سے الگ تھے۔



باب دہم

محاربہ اتیھنز و پلوپنی سس

(۴۳۱ تا ۴۰۴ ق م)

۱۔ جنگ کا پیش خیمہ

"جنگ پلوپنی سس" جن اسباب کا نتیجہ تھی وہ کرکایرا اور ٹپنی دیہ، یعنی کورنتھ کی دو نوآبادیوں سے تعلق رکھتے ہیں :۔

(۱) کرکایرا کی نوآبادی اپی دامنوس میں سیاسی کشمکش کا ہنگامہ بپا ہوا۔ پھر وہاں کے خارج شدہ اُمرا اور اُن کے غیر یونانی حلیفوں نے شہر والوں کو اس قدر ستانا شروع کیا کہ انہوں نے عاجز آکر اپنے وطنِ آبائی سے مدد کی درخواست کی ؛ کرکایرا نے جواب دیدیا۔ اپی دامنوس نے کورنتھ کا سہارا ڈھونڈا اور کورنتھ والوں نے مدد کے لئے سپاہی اور بسنے کے لئے کچھ آبادکار بھیجے۔ اہلِ کرکایرا نے مطالبہ کیا کہ انہیں نکال دیا جائے اور جب اپی دامنوس کے لوگوں نے انکار کیا تو اُن کا محاصرہ کر لیا۔ اس پر کورنتھ نے ۷۵ جہاز اور ۲ ہزار ہپ لیت (پیادہ سپاہی) کرکایرا کے مقابلے میں روانہ کئے ؛ کرکایرا کے طاقتور جنگی بیڑے میں ۱۲۰ جہاز تھے جن میں سے ۴۰ اپی دامنوس کی ناکہ بندی میں لگے ہوئے تھے لیکن باقی

۸۰ جہازوں سے انہوں نے خلیج امبراکیہ کے باہر کورنتھ والوں پر کامل فتح حاصل کی اور اسی روز اپی دامنوس نے بھی اطاعت قبول کرلی۔ (۴۳۵ ق م)

لیکن اب کورنتھ نے اپنی منحرف اور قوی نو آبادی کے مقابلے میں ایک زبردست حملے کی تیاریاں شروع کیں اور جب اہل کرکایرا کو اُن جہازوں اور بیڑوں کی خبریں ملیں جو کورنتھ خود بنا رہا تھا یا کرائے پر لے رہا تھا، تو وہ نہایت سراسیمہ ہوئے کیونکہ اُن کا کوئی حلیف نہ تھا۔ لہٰذا اس موقع پر اُنہیں بالطبع ایتھنز سے راہ و رسم نکالنے کا خیال آیا اور انہوں نے ایتھنز کے ساتھ اتحاد کرنے کی ٹھان لی۔ کورنتھ والوں کو جب یہ حال معلوم ہوا تو انہوں نے اس کام میں رخنہ ڈالنا چاہا اور ان دونوں شہروں کے سفیر ساتھ ہی ساتھ ایتھنز کی مجلس کے روبرو پیش ہوئے۔ ان سفیروں کی زبانی جو تقریریں مورخ توسی ڈائی ڈیز (طوسی دیدش) نے نقل کی ہیں اُن سے صورت حالات پر کافی روشنی پڑتی ہے اور بہ خوبی اندازہ ہوتا ہے کہ ایتھنز کا فیصلہ خود اپنے لئے کس قدر اہمیت رکھتا تھا۔ کیونکہ کرکایرا کے سفیر مجوزہ اتحاد کے حق میں جو خاص دلیل پیش کرتے تھے اُس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اُن کے نزدیک پلوپنی سس کے ساتھ ایتھنز کی لڑائی ہونی، مسلم تھی۔ چنانچہ انہوں نے ایتھنز والوں سے کہا کہ "لکدمونیوں کو تمہاری ترقی دولت کا خوف ہے اور وہ لڑنے پر تُلے بیٹھے ہیں اور اُن کے مزاج میں سب سے زیادہ دخل کورنتھ والوں کو حاصل ہے جو تمہارے دشمن ہیں..... اگر تم خاموش دیکھتے

رہے اور کورنتھ نے ہمارا بیڑا چھین لیا تو پھر تمھیں پلوپنی سس اور کرکایرا دو دو طاقتوں کے متحدہ بیڑے سے جنگ کرنی ہوگی۔ حالانکہ اگر ہم سے تم نے اتحاد کرلیا تو ہمارے جنگی جہازوں کا تمہارے بیڑے میں اضافہ ہو جائے گا"؛

اُدھر کورنتھ کے سفیروں کی سب سے قوی حجّت یہ تھی کہ اگر ایتھنز نے کرکایرا کے ساتھ اتحاد کرلیا تو یہ کارروائی خواہ فی نفسہ سی سالہ معاہدہ صلح کے منافی نہ ہو، لیکن اُس کی خلاف ورزی کا سبب ضرور بن جائے گی؛

آخر دو مباحثوں کے بعد، مجلس نے کرکایرا کے ساتھ محض دفاعی معاہدۂ اتحاد کرنا منظور کرلیا کہ جس صورت میں خود کرکایرا پر کوئی حملہ ہو تو ایتھنز اُسے جنگی امداد دیگا؛ اِس طریقے سے اُس نے گویا سی سالہ معاہدہ صلح کی براہ راست خلاف ورزی کا پہلو بچایا اور دس جنگی جہاز اِس حکم کے ساتھ کرکایرا روانہ کئے کہ جب تک خاص کرکایرا یا اُس کے مقبوضات پر حملہ نہ ہو، وہ کسی لڑائی میں حصہ نہ لیں۔(۴۳۲ سنہ ق م)۔ چنانچہ جب سی بوتا نامی ٹاپو کے قریب ایک قیامت خیز معرکہ ہوا اور کورنتھ کی دو سال کی سعی و محنت کا نتیجہ، یعنی ۱۵۰ جہاز کرکایرا کے ۱۱۰ کے مقابلے میں صف آرا ہوئے تو اوّل اوّل ایتھنزی جہاز بالکل الگ کھڑے رہے۔ لیکن جب کرکایرا کا دایاں بازو بالکل دب گیا تو اُسے کامل ہزیمت سے بچانے کے واسطے ایتھنز کے جہاز بھی شریک ہو گئے۔ اور جب شام کے وقت ایتھنز کے بیس تازہ جہاز یکایک اُفق کی جانب سے نمودار ہوئے

تو انہیں دیکھکر کورنتھ کا بیڑا پسپا ہوا اور دوسرے دن بھی اُس نے مقابلہ کرنے سے گریز کیا ؛

(۲) کورنتھ سے فساد ہونے کے باعث اب ایتھنز مجبور تھا کہ جزیرہ نمائے کالسی ڈیس میں بھی اپنے حقوق کا تحفظ کرے۔ کیونکہ یہاں کا شہر پتی دیہ جو خاکنائے پالنی پر آباد اور اُس کا پاسبان تھا، ایک طرف تو ایتھنز کا باج گزار حلیف تھا اور دوسری طرف وہاں کے حکام ہر سال وطن آبائی یعنے کورنتھ سے مقرر ہوکر آتے تھے ؛ پس جنگ سی بوتا کے تھوڑے ہی دن بعد ایتھنز نے چاہا کہ اس شہر کی جنوبی فصیل منہدم کرادی جائے کیونکہ اِدھر اہل مقدونیہ کی حملہ آوری کا خطرہ نہ تھا۔ اور دوسرے یہ کہ اہل پتی دیہ کورنتھ سے ہر سال حکام بلانے کا طریقہ بھی ترک کردیں ؛ اہل پُتی دیہ نے دونوں باتوں سے انکار کیا۔ انہیں اہل اسپارٹہ کی مدد کا بھروسہ تھا، جنھوں نے وعدہ کیا تھا کہ اگر ایتھنز نے پُتی دیہ پر حملہ کیا تو ہم خاص ایٹی کا پر یورشس کریں گے ؛ اِدھر پردکاس شاہ مقدونیہ نے ایک اور خلفشار یہ پیدا کردیا کہ تمام کالسی ڈیس میں ایتھنز کے خلاف بغاوت کرادی بلکہ باشندوں کو یہاں تک اغوا کیا کہ وہ اپنے ساحلی شہر خود برباد کردیں اور اندرونی علاقے کے مستحکم شہر اولن تھس میں مجتمع ہو جائیں ؛ غرض یہ کہ خود پتی دیہ کی سرکشی اب اُس عام تحریک کا محض ایک جزو رہ گئی جو اس تمام علاقے میں ایتھنز کے خلاف پیدا ہو گئی تھی ؛

اہل ایتھنز پُتی دیہ پر بڑھے، اور کورنتھی سپہ سالار اریس تیوس پر غالب آئے، جو پلوپنی سس کی کچھ فوج لے کے یہاں آپہنچا تھا۔

(۴۳۲ ق م) پھر انہوں نے شہر کا محاصرہ کر لیا؛ اس وقت تک لڑائی میں صرف کورنتھ نے حصہ لیا تھا لیکن پتی دیہ کی نازک حالت دیکھکر اب انہوں نے لکدمونیوں کو اشتعال دلایا کہ ایتھنز کے خلاف جنگ کا اعلان کر دیں۔

پری کلیس نے جان لیا تھا کہ اب لڑائی نہ ٹلے گی، لہذا اُس نے فوراً یہ کارروائی کی کہ ایتھنز میں تحریک کر کے اہل مگارا کو اپنی سلطنت کی تمام منڈیوں اور بندرگاہوں سے خارج قرار دیا (۴۳۲ ق م) کیونکہ اس ریاست نے سی بوتا کی لڑائی میں کورنتھ کا ہاتھ بٹایا تھا؛ ایتھنز کی یہ کارروائی مگارا کی کامل مالی تباہی کے مُرادف تھی اور ظاہر ہے کہ مگارا ریاست ہائے پلوپنی سس کا ایک ممتاز حلیف تھا۔

اب پلوپنی سس کے اتحادی اسپارٹہ میں جمع ہوئے اور انہوں نے باضابطہ ایتھنز پر معاہدۂ صلح کی خلاف ورزی اور بہت سی ناجائز زیادتیوں کے الزام پیش کئے۔ لیکن واضح ہو کہ لڑائی کی اصل وجہ نہ کرکایرا کا معاملہ تھا نہ پتی دیہ کا محاصرہ اور نہ مگارا کا تجارتی اخراج۔ بے شبہ ان واقعات نے مل کر آتش جنگ کو جلد بھڑکا دیا۔ تاہم اصلی سببِ مخاصمت سلطنتِ ایتھنز کا حسد اور خوف تھا۔ اسی لئے جنگ بہر حال ناگزیر تھی۔ باقی اس موقع پر اہل پلوپنی سس کو جو کچھ طے کرنا تھا وہ صرف یہ تھا کہ آیا اس طاقت آزمائی کا مناسب وقت یہی ہے یا نہیں؟ آرکی داموس شاہ اسپارٹہ کی صلاح تھی کہ ابھی تامل کیا جائے۔ مگر افور (اسپارٹہ کے عمال) نے جنگ کے حق میں فتوےٰ دیا؛ غرض مجلس نے طے کیا کہ قصور ایتھنز کا ہے۔

اور یہ فیصلہ لازمی طور پر اعلانِ جنگ کا پیش خیمہ تھا۔

تھوسی ڈای ڈیز، اس جلسے میں کورنتھ کے وکلا کی زبانی ایتھنز و اسپارٹہ کا ایک مشہور موازنہ نقل کرتا ہے ''اے لکدمونیو، تم نے کبھی غور ہی نہیں کیا کہ جن اہل ایتھنز کے ساتھ تمہیں لڑائی میں سابقہ پڑے گا وہ کیسے لوگ ہیں اور تم سے کس درجے متضاد طبیعت رکھتے ہیں۔ وہ انقلاب پسند ہیں اور تم پرانی لکیر کے فقیر ہو۔ وہ اپنی بساط سے بڑھکر دلیر ہیں اور تمہارا خاصہ یہ ہے کہ طاقت کے باوجود، کام جب کرتے ہو مردہ دلی کے ساتھ۔ وہ جو کچھ کرنا ہے فوراً کر گذرتے ہیں اور تم لیت و لعل میں رہ جاتے ہو۔ انہیں جب دیکھو وطن سے باہر ہیں اور تم ہو کہ گھر سے باہر ہی نہیں نکلتے''۔

لیکن اس موقع پر تو اہل ایتھنز نے بھی کام کرنے میں کوئی نمایاں مستعدی نہ دکھائی۔ اسپارٹہ کا مطلب دیر لگا کے فرصت نکالنا تھا، چنانچہ اُس نے سفارتیں بھیج کر بعض فضول فضول مطالبات پیش کئے۔ مثلاً یہ کہ دیوی کے گنہگار یعنے الکمیونی خاندان پر جو داغِ معصیت لگا ہوا ہے اُسے دور کیا جائے۔ اس میں درحقیقت پری کلیس پر چوٹ تھی کہ وہ اپنی ماں کی طرف سے اسی گنہگار خاندان میں داخل تھا۔ ایتھنز نے بھی جواب میں اسی قسم کی فضول شرطیں پیش کردیں غرض یہ مصالحانہ گفت و شنید تو ختم ہوئی اور جنگ کی دھمکی کے ساتھ آخری پیام بھیجدیا گیا۔ ایتھنز میں ایک صلح پسند گروہ بھی موجود تھا مگر پری کلیس کے سامنے ان کی کچھ پیش نہ گئی اُس نے کہا ''ہمیں یاد رکھنا چاہئے کہ لڑائی کبھی نہ کبھی ضرور ہوگی۔ پس ہم اُسے قبول

کرنے پر جس قدر پہلے آمادہ ہو جائیں گے اسی قدر ہمارے دشمنوں کو ہم پر حملے کی تیاری کا موقع کم ملے گا"۔

جنگ میں اصلی حریف اسپارٹہ اور ایتھنز تھے۔ انہی میں سے کسی نہ کسی کے ساتھ یونان کی متعدد ریاستیں، اس طرح تقسیم ہو گئی تھیں کہ علاقۂ اکائیہ اور دشمنِ قدیم آرگوس کے سوا، تمام جزیرہ نمائے پلوپنی سس اسپارٹہ کے ساتھ تھا۔ خاکنائے کورنتھ پر اسی کا عمل دخل تھا کیونکہ یہاں کی دونوں ریاستیں (کورنتھ و مگارا) اس کی شریک تھیں۔ پھر، شمالی یونان میں بیوشیہ، فوکیس، لوک ریس اور مغرب میں امبراکیہ، ناک تورین اور جزیرہ لیوکاس کے علاقے اُس کے حلیف تھے۔ اِدھر، مغربی یونان میں اکرنانیہ، کرکایرا، زاکن توس اور نوپاکتوس کے میسنوی باشندے، ایتھنز کی طرف تھے اور شمالی یونان میں ریاست پلاٹیہ اس کی حلیف تھی۔ اپنے پرانے اتحادیوں کے علاوہ، صرف یہی یونانی ریاستیں اس موقع پر اُس کے ساتھ ہو گئی تھیں۔ اور اہل اتحاد میں اب صرف خیوس اور لس بوس کی ریاستیں خود مختار تھیں ورنہ باقی سب اُس کے خراج گزار کی حیثیت سے شریک جنگ ہوئے۔ لس بوس، خیوس اور کرکایرا کے بیڑے کے علاوہ ۳۰۰ جنگی جہاز خاص ایتھنز کے تھے۔

۲۔ جنگ پر عام تبصرہ۔ توسی ڈای ڈیز

یہ جنگ جس تک سلسلۂ واقعات نے اب ہمیں پہنچایا ہے حقیقت میں کسی قدر بڑے پیمانے پر اُسی جنگ کی تجدید تھی جسے

سی سالہ معاہدۂ صلح نے بہ ظاہر ختم کر دیا تھا۔ اس جنگ کی لڑائیوں کا سلسلہ دس سال تک جاری رہا اور **امن نامہ نکیاس** پر ختم ہوتا ہے مگر امن کے بعد پھر لڑائی چھڑ جاتی ہے، گو میدانِ رزم یونان سے ہٹ کر، صقالیہ میں گرم ہوتا ہے۔ اس دوسرے سلسلے کا خاتمہ، جنگ اگوس تپامی پر ہوا جس نے سلطنت ایتھنز کی قسمت کا فیصلہ کر دیا۔ اس طرح کل ملا کر دیکھئے تو ایتھنز کو پچپن (۵۵) برس تک سلطنت کے لئے اہل پلوپنی سس سے نبرد آزمائی کرنی پڑی اور ان محاربات کی علیحدہ علیحدہ تین سلسلوں میں تقسیم ہو گئی۔ یعنی ایک تو وہ جو سی سالہ معاہدۂ صلح پر ختم ہوا (۴۶۰ء تا ۴۴۵ء ق م)۔ دوسرا امن نامہ نکیاس پر اور تیسرا وہ جس کا جنگِ **اگوس تپامی** نے خاتمہ کیا۔ لیکن پہلے اور دوسرے سلسلے کے درمیان تیرہ سال کا وقفہ تھا حالانکہ دوسرے اور تیسرے میں ایسا کوئی وقفہ نہیں نظر آتا یہی وجہ ہے کہ ان دونوں کو جنھیں توسی ڈائی ڈیز نے اپنی تاریخ میں ملا کے لکھا ہے، بالعموم ایک ہی سلسلہ میں داخل کر لیتے ہیں (۴۳۰ء تا ۴۰۴ء ق م)، اور "جنگ پلوپنی سس" کے مشترک نام سے موسوم کرتے ہیں۔

ان لڑائیوں میں یاد رکھنے کے قابل نکتہ یہ ہے کہ فریقین میں سے ایک کا دارومدار تو بری فوجوں پر تھا اور دوسرے کا بحری قوت پر۔ پس بری طاقت مجبور ہے کہ اپنے بحری حریف کے صرف بری مقبوضات پر حملے کرتی رہے۔ اور اسی طرح بحری طاقت کا ہدف بھی دشمن کے صرف ساحلی یا بحری مقامات ہو سکتے ہیں۔ یہی سبب ہے کہ لڑائی میں ہم ایتھنز کے بحری اور اسپارٹہ کے بری یا اندرونی علاقوں کو

بالعموم آتش جنگ سے بچا ہوا پائیں گے۔ پلوپنی سس والے اپنی بری افواج سے خاص ایٹی کا اور یا تھریس کے علاقوں پر حملہ کرسکتے تھے چنانچہ ایٹی کا پر ہم اُنہیں ہر سال یورش کرتے دیکھتے ہیں اور اسی طرح تھریس میں مسلسل جنگ و قتال کا بازار گرم رہتا ہے۔ ادھر ایتھنز کی جارحانہ مساعی کا میدان ہم بیش تر مغربی یونان کو پاتے ہیں جس سے خلیج کورنتھ کے دہانے کے قریب کا اور بحیرۂ آیونیان کے جزیروں کا علاقہ مراد ہے۔ کیونکہ اپنی بحری فوقیت کی بدولت وہ انہی اطراف میں پلوپنی سس کے اتحادیوں کو توڑ سکتے تھے۔ غرض جنگ پلوپنی سس کے سب سے بڑے میدان کارزار یہی تھریس، ایٹی کا اور مغربی یونان کے سمندر ہیں جہاں متواتر معرکے ہوتے رہے

اس موقع پر پری کلیس نے وہی راہ اختیار کی جو پہلے تمس طاکلیس نے سمجھائی تھی۔ یعنے اپنی ساری کوششیں بحری قوت بڑھانے پر مجتمع کردیں۔ اُس کا قول تھا "زمینیں اور گھر چھوڑ کر ہمیں ہر وقت سمندر اور شہر پر نظر رکھنی چاہیئے" علاقہ ایٹی کا کے نقصان کو گوارا کر لینا حقیقت میں اسی نقشۂ جنگ کے مطابق تھا جس کے مالہٗ و ماعلیہ پر غور کرلیا گیا تھا۔ پری کلیس نے ارادہ کرلیا تھا کہ کسی بڑی میدانی لڑائی کا موقع نہ آنے دے کیونکہ اس کے واسطے ایتھنز کی فوجوں کا بالکل ناکافی ہونا آشکار تھا۔ دشمنوں میں اکیلے بیوشیہ ہی کی فوج اُس کے مقابلے کے لئے کافی تھی۔ پس وہ غنیم کو تھکا دینا چاہتا تھا۔ انہیں مغلوب کرنا یا کامل شکست دینا اس کا مقصود نہ تھا۔

۳- تھبز کا حملہ پلاٹیہ پر

یونان کی دو بڑی ریاستوں میں اعلانِ جنگ ہوتے ہی چھوٹی چھوٹی ریاستوں میں جو عداوتیں دبی ہوئی تھیں وہ بھڑک اٹھیں بہار کا موسم شروع تھا (۴۳۱ ق م) کہ ایک اندھیری رات میں تھبز کے تین سو جوانوں کا گروہ پلاٹیہ میں داخل ہوگیا۔ انہیں خود شہر کی ایک قلیل جماعت نے بلایا تھا اور اسی نے اندر لے لیا۔ مگر فوراً حملہ کرنے کے بجائے انہوں نے چوک میں قدم جمالئے اور منادی کے ذریعے اہل پلاٹیہ کو دعوت دی کہ وہ بیوشیہ کے اتحاد میں شریک ہو جائیں۔ اس اچانک اعلان نے پلاٹیہ والوں کو بدحواس کردیا اور انہوں نے اطاعت قبول کرلی لیکن صلح کی گفتگو کے وقت اُنہیں معلوم ہو گیا کہ دشمن کی تعداد کتنی قلیل ہے؛ پھر اس خیال سے کہ گلیوں میں اُن کی آمد رفت شبہ نہ پیدا کرے؛ انہوں نے اندر ہی اندر اپنے گھروں کی دیواریں توڑ لیں اور ملکر ایک تدبیر سوچی۔ اور جب سب بندوبست ہو گیا تو صبح ہونے سے پہلے انہوں نے دشمن پر حملہ کیا۔ اہل تھبز جلد تتر بتر ہو گئے اور تھوڑے سے تو بچ کر نکل گئے لیکن تعدادِ کثیر ایک بڑی عمارت کے پھاٹک میں شہر کا دروازہ سمجھ کر گھس گئی اور وہیں زندہ اہلِ پلاٹیہ کے ہاتھ میں اسیر ہو گئی؛

اصل یہ ہے کہ یہ تین سو جوان ایک بڑی فوج کا صرف ہراول تھے جو خود بعد از وقت پہنچی؛ اس کے بعد تھبز والوں کا بیان ہے

کہ اہل پلاٹیہ نے قطعی طور پر یہ عہد کرلیا تھا کہ اگر تھبز کی دوسری فوجیں اُنکے علاقے سے چلی جائیں تو وہ اسیرانِ جنگ کو واپس دے دیں گے۔ لیکن جب اپنا اسباب شہر میں لا کے محفوظ کرچکے تو انھوں نے تمام قیدیوں کو جن کی تعداد ۱۸۰ تھی، قتل کرادیا۔ اُنھوں نے ایتھنز بھی اطلاع بھیج دی تھی اور اہل ایتھنز نے بوشیہ کے تمام باشندوں کو جو ایٹی کا میں تھے گرفتار کرالیا تھا اور پلاٹیہ میں کہلا بھیجا تھا کہ وہ اپنے اسیروں کو کوئی ضرر نہ پہنچائیں لیکن جب یہ ہرکارہ وہاں پہنچا تو تھبز کے قیدی ہلاک ہو چکے تھے۔ اسکے بعد ہی اہل ایتھنز نے پلاٹیہ کو محاصرے کے لئے مستحکم بنا دیا اور قلعے کی حفاظت کے لئے اپنے اسّی سپاہیوں کی جمعیت روانہ کی۔

تھبز کا پلاٹیہ پر یہ حملہ سی سالہ معاہدہ صلح کی صریح خلاف ورزی تھی اور اس نے آتش جنگ کو اور بھی جلد بھڑکا دیا۔

۴۔ وبائے طاعون

ماہ مئی (۴۳۱ ق م) کے آخری ایام میں جب گیہوں کی فصل تیار تھی، شاہ آرکی داموس نے پلوپنی سس کی دو تہائی فوج سے ایٹی کا پر چڑھائی کی۔ یہاں کے باشندے اپنے اہل و عیال اور اسباب شہرِ ایتھنز میں لے آئے اور اُن کے مویشی حفاظت کے ساتھ جزیرہ یوبیہ میں پہنچا دئے گئے؛ مگر شہر میں اتنے آدمیونکے بھر جانے سے ہر جگہ سخت ہجوم ہو گیا۔ آنے والوں نے مندر، خانقاہ غرض جہاں گنجائش دیکھی، وہاں قبضہ کرلیا اور پلارگی کُن کا

قدیم احاطہ بھی انہوں نے نہ چھوڑا حالانکہ ایک الہامی قول میں اُس جگہ کا گھیرنا ممنوع بتایا گیا تھا ؛

آرکی داموس آکے ضلع اکارنی کے علاقے میں پارنیس کی پہاڑیوں کے نیچے ٹھیر گیا جہاں دُور سے ایتھنز کا قلعہ سامنے نظر آتا تھا؛ حملہ آوروں کے اتنے قریب آجانے سے شہر میں سخت اضطراب اور پری کلیس کی مخالفت کا شور پیدا ہوگیا کہ وہ نواحِ شہر میں طلاے کے چند سواروں کے سوائے۔ اور فوجوں کو نکل کر لڑنے کی اجازت نہیں دیتا؛ بارے اُسی اثنا میں غنیم شمال میں دِکلیہ کی جانب بڑھا اور علاقۂ اوروپوس سے گزرتا ہُوا بیوشیہ کو چلا گیا ؛

ادھر اہل ایتھنز نے پلوپونی سس کا چکّر دے کے سو جہاز بھیجے اور سفاآینا کے با موقع جزیرے پر قابض ہو گئے۔ ساحل اگرنانیہ پر بھی انہوں نے چند شہرے لئے مگر اس برس کا سب سے زیادہ اہم واقعہ وہ سفاکی ہے جو اہل ایتھنز نے اپنے قدیم حریف اور اب محکوم جزیرے، اجی نا کے ساتھ برتی۔ اس میں ڈورئین قوم کے لوگ آباد تھے اور اب اُنہیں اہل ایتھنز نے جبراً وہاں سے نکال دیا اور خود اپنے ہم وطنوں کی ایک "کل روکی" یعنے نوآبادی وہاں بسادی اور سلامیس کی طرح اجی نا بھی خاص ایٹی کا میں شامل ہوگیا ؛

آرکی داموس کے ایٹی کا سے جانے کے بعد پری کلیس نے ایک مدِ محفوظ کا انتظام کیا۔ پہلے خزانے میں ۱۰۰۰ تیلنت کی رقم جمع

تھی لیکن قلعے کی عمارتوں اور جنگ پٹی دیہ میں جو مصارف برداشت
کرنے پڑے، اُن کی وجہ سے صرف ۶ ہزار تیلنت باقی رہ گئے
تھے۔ اب اس بات کی منظوری دے دی گئی کہ اس میں سے
ایک ہزار تیلنت بہ مد محفوظ جمع رہیں اور جب تک دشمن سمندر
کی جانب سے ایتھنز پر حملہ نہ کرے اس رقم کو بالکل ہاتھ
نہ لگایا جائے۔ اور اسی طرح سو جنگی جہاز ہر سال بنا کے الگ
کردئے جایا کریں تاکہ صرف بحری حملے کے وقت اُن سے کام
لیا جائے ۞

دوسرے سال (۴۳۰ق م) پلوپنی سس والوں نے
دوبارہ ایٹی کا پر فوج کشی کی۔ مگر اس مرتبہ اہل شہر کو ان کی
زیادہ فکر نہ ہوئی کیونکہ خود گھر کے اندر ایک زیادہ خوفناک دشمن سے مقابلہ
درپیش تھا۔ یعنے شہر میں وبا پھوٹ پڑی تھی؛ توسی ڈای ڈیز نے جو
خود اس بلا میں گرفتار ہوا تھا اُس کی غارتگری اور لوگوں کی مصیبت کا
نہایت ہیبت انگیز سماں دکھایا ہے۔ شہر کے طبیبوں کو اس نامعلوم
مرض متعدّی کا کچھ تجربہ نہ تھا اور وہ اس کے علاج سے قاصر
تھے، جس کا زور لوگوں کی کثرت اور گرمی کی شدت کے سبب
سے اور بڑھ گیا تھا۔ شہر کے مندروں میں ہر طرف لاشوں
کے انبار لگ گئے تھے اور کوئی انہیں کفن دفن کرنے والا نہ تھا
تجہیز تکفین کا کسی کو ہوش نہ تھا اور ان شعایرِ دین کی صریح خلاف
ورزی ہو رہی تھی؛ اس مہلک وبا نے شہر کی آبادی کو مستقل طور
پر کم کر دیا تھا۔ پانچویں صدی (ق م) کے ربع اوّل میں ایتھنزی

شہریوں کی کل آبادی (ہر عُمر کے مرد و عورت ملا کے) اسّی ہزار نفوس کے قریب تھی۔ جس وقت جنگ پلوپنی سس شروع ہوئی تو فراغت و خوش حالی نے اس آبادی کا شمار ایک لاکھ تک پہنچا دیا تھا۔ لیکن طاعون نے گھٹا کے اسے پہلی میزان سے کم کردیا اور آئندہ وہ کبھی اسّی ہزار بھی نہ ہو سکا:

سال گزشتہ کی طرح اب کے بھی ایتھنزی بیڑے نے پلوپنی سس پر حملہ کیا تھا۔ مگر کوئی فایدہ حاصل نہ ہوا۔ البتہ پتی دیہ کے محاصرے نے جو اس سال برابر ہوتا رہا تھا محصورین کو اس درجے عاجز کردیا کہ انہیں مجبور ہوکر آدمی تک کا گوشت کھانا پڑا۔ آخر موسم سرما میں انہوں نے اطاعت قبول کرلی اور تھوڑے ہی عرصے بعد ایتھنز نے یہاں اپنے آدمی لا کے بسادیئے:

اس اثنا میں اہل ایتھنز وبا کی وجہ سے اس قدر ہراساں تھے کہ انہوں نے اسپارٹہ سے صلح کی سلسلہ جنبانی کی۔ اور جب وہاں سے صاف جواب مل گیا تو انہوں نے اپنا غصّہ پری کلیس پر اُتارا۔ وہ اپنے عہدۂ سپہ سالاری سے معطّل کردیا گیا۔ اُس سے حسابات طلب ہوئے اور مجلس انتظامی نے ان کی تنقیح شروع کی۔ اس میں وہ پانچ تلینٹ کی حقیر رقم کی "چوری" کا مجرم ثابت ہوا۔ مگر فیصلۂ عدالت نے اُسے قریب قریب بالکل بری کردیا۔ اگرچہ مذکورۂ بالا رقم سے دس گنی رقم بہ طور جرمانہ اُس کو ادا کرنی پڑی۔ اس کے بعد ہی جس عہدے سے وہ معطّل ہوا تھا اسی پر دوبارہ منتخب کیا گیا۔ لیکن اُس کی رہ نمائی سے تقدیر اب اہل ایتھنز کو جلد محروم کرنیوالی

تھی؛ طاعون میں اُس کے دو بیٹے مر چکے تھے - وہ خود بھی زیادہ نہ جیا اور ایک سال بعد مر گیا۔ (۴۲۹ ق م) - اُس کی زندگی کے آخری سال، مخالفین کے بالواسطہ حملوں نے، تلخ کر دیئے تھے - مثلاً فیدیاس پر الزام لگایا گیا کہ قلعے کی عمارتوں کے لئے جو سرکاری رقوم دی گئی تھیں اُن میں اُس نے اپنے کام کرنے کے زمانے میں تغلب کیا۔ اور کنایۃً اس الزام کے معنے یہ تھے کہ خود پری کلیس اُس کی بددیانتی سے واقف تھا - فیدیاس کو اِس جرم کی سزا دی گئی - اور اس کے بعد پری کلیس کے دوسرے دوست، حکیم اناگساگورس پر بے دینی اور ملحدانہ خیالات پھیلانے کا الزام قائم ہوا - پری کلیس نے اپنے دوست کی حمایت کی لیکن عدالت نے اُس پر پانچ تیلنت جرمانہ کردیا اور وہ اپنے فلسفیانہ مطالعے کے لئے، ایتھنز سے نکل کے لمپاسکوس چلا گیا؛ اسی قسم کا ایک حملہ پری کلیس کی مدخولہ اَسپاژیہ پر ہوا لیکن پری کلیس کی منت سماجت کارگر ہو گئی - وہ بری ہوئی اور پری کلیس کی عمر کے آخری سال جمہور نے اُس کے بیٹے کو بھی قانونًا ولدالحلال تسلیم کر لیا - پری کلیس کے آخری الفاظ سے جن خیالات کا اظہار ہوتا ہے وہ تمدنِ انسانی کی تاریخ پڑھنے والوں کی نظر میں اُس کی سیرت بلکہ شرافت نفس کی سب سے نمایاں خصوصیت ہیں: "میں نے کوئی کام ایسا نہیں کیا جس کی وجہ سے کسی ایتھنزی کو ماتمی لباس پہننا پڑا ہو!"؛

۵ - محاصرہ اور تسخیر پلاٹیہ

اگلی گرمیوں میں (۴۲۹ ق م) تھبز والوں نے آرکی داموس کو

اُبھارا کہ ایٹی کا پر حملہ کرنے کی بجائے وہ کوہ ستھی رُن کو اُتر کے پلاٹیہ کا محاصرہ کرے - پلاٹیہ کا علاقہ واجب الاحترام مانا جاتا تھا- پس شاہ اسپارٹہ نے پہلے وہاں کے باشندوں کو پیام بھیجا کہ وہ جنگ کے ختم ہونے تک اپنا علاقہ خالی کردیں - بعد میں وہ انہیں بجنسہٖ واپس مل جائے گا؛ پلاٹیہ نے ایتھنز کی صلاح سے جس نے انہیں بچانے کا وعدہ کیا، اس تجویز کو مسترد کر دیا اور اب ارکی داموس محاصرے کا سامان کرنے لگا- بایں ہمہ ایتھنز نے کوئی امداد نہ بھیجی؛

محاصرین نے طرح طرح سے شہر پناہ کو توڑنے یا اس پر چڑھ جانے کی کوششیں کیں مگر محصورین کی ہوشیاری اور استقلال کے مقابلے میں ہر دفعہ ناکامی ہوئی - آخر بہ درجہ مجبوری انہوں نے شہر کو آگ لگا دینے کی تدبیر کی مگر جب یہ بھی نہ چلی تو انہیں معلوم ہو گیا کہ پلاٹیہ کی ہر طرف سے راہ بند کردینے کے سوا اور کوئی چارہ کار نہیں چنانچہ اس غرض کے لئے انہوں نے سو گز فاصلہ چھوڑ کے شہر کے گرد دیواریں بنائیں اور اس کے اندر باہر دو کھائیاں کھودیں - اس کے بعد آرکی داموس نے موسم سرما میں ایک حصۂ فوج محاصرہ جاری رکھنے کے لئے متعین کر دیا اور جب اسی طرح ایک سال گزرنے کو آیا تو پلاٹیہ والوں کو ادھر تو ایتھنز کی مدد ملنے سے مایوسی نظر آئی اور اُدھر سامانِ رسد کم ہونے لگا - پس انہوں نے ٹھان لیا کہ ایک مرتبہ بچ نکلنے کی کوشش کی جائے-

(دسمبر ۴۲۸ سنہ ق م)

پلوپنی سس والوں نے اپنے حصار میں دو دیواریں بیچ میں

۱۶ فیٹ جگہ چھوڑ کر بنائی تھیں - اوپر کے سرے پر دونوں میں مورچے بنے ہوئے تھے اور ہر دسویں مورچے پر ایک برج تھا جس کا عرض ایک دیوار سے دوسری دیوار تک رکھا تھا اور انہی برجوں کے اندر سے آمد رفت ہو سکتی تھی - مگر اُن کے باہر کے پہلوؤں سے راستہ نہ تھا بلکہ اندر سے ہو کے دوسری دیوار تک پہنچ سکتے تھے - اور شبنم یا طوفان کے موسم میں پہرے والے رات کو مورچے چھوڑ کر انہی برجوں میں آجاتے تھے *

محصورین کے بھاگ نکلنے کی کوشش کچھ کم مخدوش نہ تھی اور اس میں آدھے سے زیادہ قلعے کی فوج شریک کی گئی تھی منصوبہ کرتے وقت ہر بات کا بڑی احتیاط سے اندازہ کر لیا گیا تھا - دیوار کی ٹھیک بلندی معلوم کرنے کے لئے اُس جگہ سے اینٹوں کے ردے کئی کئی دفعہ گن لئے تھے جہاں دیوار پر استرکاری نہ ہوئی تھی پھر ٹھیک اسی قدر لمبی سیڑھیاں تیار کر لی گئی تھیں ؛ غرض سب سامان درست ہو گیا تو ایک اندھیری رات مینہ اور طوفان میں محصورین شہر سے نکلے اور ادھر کی کھائی اُتر کے پہلی دیوار تک اس طرح پہنچ گئے کہ کسی کو خبر تک نہ ہوئی ؛ قریب کے دو برجوں پر پہلے بارہ آدمی اُوپر چڑھے اور انہوں نے پہرے والوں کو مار کر دونوں برجوں کے راستے لے لئے اور جب تک اُن کے سب ساتھی چڑھ کے دوسری طرف نہ اُتر گئے وہ اسی جگہ قائم رہے - اوپر چڑھتے میں کسی پلاٹیہ والے کے ہاتھ سے ایک مورچے کی اینٹ اُکھڑ کے گر پڑی اور کھٹکا ہوتے ہی محاصرین ہوشیار

ہوگئے اور برجوں سے نکل نکل کے دیوار پر آئے مگر تاریکی میں کچھ پتہ نہ چلا کہ وہ آواز کیسی تھی اور اپنی جگہ سے آگے بڑھنے کی کسی کو جرأت نہ ہوئی - اس کے علاوہ جدھر سے یہ لوگ نکل رہے تھے اُس کی بالکل مخالف سمت میں شہروالوں نے محاصرین کی توجہ منتشر کرنے کی غرض سے باہر نکل کے حملہ کیا کہ اُن کے ہم وطن دوسری طرف سے بلا دقّت نکل جائیں ؛ لیکن انہیں سب سے زیادہ خوف اُن تین سو جوانوں کا تھا جو رات کے وقت دیوار کے باہر طلاے پر گشت کرتے رہتے تھے - چنانچہ جس وقت پلاٹیہ کا آخری آدمی اُتر رہا تھا، یہ طلاے کے جو ان روشنیاں لئے ہوے ادھر آگئے - مگر روشنی خود انہیں پر زیادہ پڑ رہی تھی اور اس لئے وہ اہل پلاٹیہ کے تیر اور برچھیوں کا بہت اچھا نشانہ بن گئے - دوسرے بھاگنے والے ان کے آنے تک بیرونی خندق کے کنارے پر پہنچ گئے تھے - مگر خندق میں بارش کا پانی بھر گیا تھا اور اُوپر برف کی پتلی تہ جمی ہوی تھی جو آدمی کا بار نہیں اُٹھا سکتی تھی - اُسے عبور کرنے میں دقّت پیش آئی بایں ہمہ ایک تیر انداز کے سواے جو عین کنارے پر گرفتار ہوگیا، باقی سب کے سب پار ہو گئے ؛

یہ دو سو بارہ آدمی تھے جو صحیح سلامت ایتھنز پہنچ گئے - کچھ اور لوگ بھی روانہ ہوے تھے مگر دیوار پر چڑھنے سے پہلے انھوں نے ہمت ہار دی اور واپس ہو گئے تھے - غرض یہ سب جو شہر کے اندر رہ گئے تھے - اگلی گرمیوں میں (سنہ ۴۲۷ ق م) قلت خوراک کی وجہ سے

بالکل مجبور ہو گئے اور بغیر کسی شرط کے اطاعت قبول کرلی۔اسپارٹہ سے پانچ آدمی اُن کی قسمت کا فیصلہ کرنے بھیجے گئے تھے۔ مگر ان کا ہر قیدی سے فقط یہ سوال ہوتا تھا کہ "آیا تم نے اس جنگ میں لکدمونیوں کی یا اُن کے اتحادیوں کی کوئی خدمت انجام دی؟" باقی اہل پلاٹیہ کا اُن قبروں کا بہ منت واسطہ دلانا جن میں اسپارٹہ کے پہلے مقتولینِ جنگ مدفون تھے اور جن کی یادگار میں ہر سال پلاٹیہ کی جانب سے رسومِ نذر و نیاز ادا کی جاتی تھیں، بالکل بے اثر ثابت ہوا۔ وہ سب کے سب، جن کی تعداد ۲ سو تھی، اپنے ۲۵ ایتھنزی رفیقوں سمیت مروا دیئے گئے اور شہر کو تڑوا کے زمین کے برابر کرا دیا گیا۔

۶۔ متی لنہ کی بغاوت

آرکی داموس نے تیسری دفعہ ایٹی کا پر فوج کشی کی (۴۲۸ ق م) اور وہ ابھی واپس گیا تھا کہ اس تازہ فساد کی اطلاع ملی کہ شہر متی لنہ اور جزیرۂ لس بوس کی دوسری ریاستوں نے، باستثنائے متیم نا حکومتِ ایتھنز سے سرتابی کی۔ ان لوگوں کے پاس بڑا بیڑا تھا اور اہل ایتھنز وبائے طاعون اور جنگ کے ایسے صدمے اٹھا رہے تھے کہ اگر اس وقت پلوپنی سس والے مستعدی کے ساتھ باغیوں کی امداد کریں تو بغاوت کا کامیاب ہو جانا ذرا بھی قابلِ تعجب نہ تھا۔ اُن سے مدد مانگنے کے لئے ایلچی بھی گئے تھے جنھوں نے اولمپی تہوار کے موقع پر جو اس سال منایا جا رہا تھا لس بوس کی بہت کچھ وکالت کی۔ بایں ہمہ اپنے اتحاد میں شریک کرلینے کے سوا اہل پلوپنی سس

نے اور کسی قسم کی مدد انہیں نہ دی۔

ادھر اہل ایتھنز متی لینہ کی دونوں بندرگاہوں کی ناکہ بندی کر رہے تھے اور تھوڑے ہی دن بعد جب پاکیس ایک ہزار ہپ لیت لے کر آپہنچا تو محاصرہ کامل ہو گیا۔ موسم سرما کے اواخر میں اہل اسپارٹہ نے بھی ایک شخص سالتیوس نامی، کو روانہ کیا کہ متی لنہ والوں کو اطمینان دلادے کہ انہیں نجات دلانے کے لئے جلد ایک بیڑا بھیجا جائے گا۔ یہ شخص ایتھنز والوں کو کسی نہ کسی طرح دھوکا دے کر شہر میں پہنچ گیا۔ جب گرمیاں آگئیں تو اسپارٹہ سے الکی ڈس کو ۴۲ جہاز دے کے روانہ کیا گیا اور اسی کے ساتھ پلوپینی سس والوں نے چوتھی مرتبہ پھر ایٹی کا پر فوج کشی کی تاکہ ایتھنز کی توجہ متی لنہ کی طرف سے منتشر ہو جائے۔ لیکن اُن کے فرستادہ جہاز آخر تک محصورین کی مدد کو نہ پہنچ سکے اور سامانِ خوراک ختم ہونے لگا۔ اُس وقت سالتیوس نے مجبور و مایوس ہوکر قصد کیا کہ قلعے سے نکل کے دشمن پر جا پڑے۔ اور اس غرض کے لئے عوام الناس کو نیزہ و سپر سے مسلّح کیا لیکن اسلحہ مل جانے کے بعد لوگوں نے تعمیلِ احکام سے انکار کر دیا اور دھمکی دی کہ عمائدینِ شہر کے پاس جو غلّہ ہے اگر اُسے منگا کر انصاف کے ساتھ سب پر تقسیم نہیں کرتے تو ہم شہر کو دشمن کے حوالے کر دیں گے۔ اس پر حکومت نے بھی مجبور ہو کے بلا شرط محاصرین کے آگے ہتیار ڈال دیئے (۴۲۷ھ ق م)۔

سازش کے تمام اسیر شدہ سرغنہ اور سالتیوس ایتھنز

بھیجے گئے جہاں سالیتیوس کا جاتے ہی سر قلم کرا دیا گیا۔ پھر مجلسِ عوام کا جلسہ ہوا کہ باقی اسیرانِ جنگ کی قسمت کا فیصلہ کیا جائے اور اس میں طے پایا کہ متی لِنہ کے تمام ذکور مروا دیئے جائیں، اور عورتیں اور بچے لونڈی غلام بنا لئے جائیں۔ ساتھ ہی ایک جنگی جہاز روانہ کر دیا گیا کہ پاکیس کو یہ سفاکانہ فرمان پہنچا دے ؛

جنگ میں فتح پا کے، مجلسِ عوام کا اس درجے ظلم پر کمر بستہ ہو جانا اور مفتوحین کی پوری آبادی کو فنا کر دینے کا فیصلہ دے دینا اس بات کی شہادت ہے کہ ایتھنز میں متی لِنہ کے خلاف کیسا غیض و غضب طاری تھا۔ اس شہر نے انحراف اس وقت کیا جب کہ ایتھنز طاعون اور جنگ کی مصیبتوں میں گھرا ہوا تھا۔ اور پھر یہ سرکشی بھی کسی محکوم شہر کی نہ تھی بلکہ برابر کے حلیف کی؛ اگر کوئی محکوم ریاست ایتھنز کا طوقِ اطاعت اُتار پھینکنے کی کوشش کرتی تو اُسے معاف کر دینا آسان تھا لیکن ایک حلیف کا ایسے نازک وقت میں حلقۂ اتحاد سے انحراف کرنا کسی طرح معاف نہ ہو سکتا تھا کیونکہ متی لِنہ کی اس حرکت کے درحقیقت یہ معنی تھے کہ ایتھنز کی سلطنت سرتاپا ظلم و جبر پر مبنی ہے اور اُس کے اتحادی تک جس طرح ممکن ہو اس جال سے نکلنے کا موقع ڈھونڈتے رہتے ہیں ؛

دوسرے ایتھنز کی مجلس میں اب پری کلیس جیسا متین و ہوش مند رہنما کوئی نہ رہا تھا کہ ہر بات کے نشیب و فراز لوگوں کو سمجھاتا؛ اُس کی جانشینی کا اب ہم ایسے جمہوریت پسند مدبّروں کو

دعویدار پاتے ہیں جو پری کلیس سے کوئی مناسبت نہ رکھتے تھے۔ اس وقت مجلس جن کے ہاتھوں میں ادھر سے اُدھر جھکولے کھاتی ہے وہ ایسے پیشہ ور لوگ ہیں جیسے **کلیون** چرم فروش اور **ہیپربلوس** فانوس گر۔ انہیں کوئی ایسی خاندانی وجاہت لوگوں میں روشناس یا بااثر بنانے والی نہ تھی جیسی آرس تدیز، کائمن یا پری کلیس کو حاصل تھی۔ اور نہ ان کی جمہوریت پسندی، اُس بلند خیالی پر مبنی تھی جو شریف النسب اُمرا کی میراث ہوتی ہے۔ انہوں نے جو کچھ عروج پایا ذاتی کوشش سے پایا تھا۔ اور سلطنت میں انہیں جو کچھ اقتدار و رسوخ ملا وہ محض چالاکی، زورِ تقریر، محنت اور سرزوری کے طفیل تھا۔

غرض یہ **کلیون** کے دم قدم کی برکت تھی کہ متی لنہ پر یہ قہر و عتاب نازل ہوا اور مجلسِ عوام نے وہاں کی تمام آبادی کی جان لینے کا فتویٰ نافذ کر دیا۔ لیکن جلسہ منتشر ہونے کے بعد جب لوگوں کا غصہ دھیما ہوا تو انہیں رفتہ رفتہ اپنے فعل کی شرمناک بہیمیت کا اندازہ ہونے لگا اور وہ اس طرز عمل پر اعتراض کرنے لگے۔ متی لنہ کے وکلا کو ایتھنز آنے کی اور اپنے شہر کی صفائی پیش کرنے کی اجازت دے دی گئی تھی، ان لوگوں نے جب اہل شہر کے خیالات میں یہ تبدیلی ہوتے دیکھی تو سپہ سالاروں کو آمادہ کیا کہ وہ دوسرے دن اس فرمان پر نظر ثانی کی غرض سے پھر مجلس کا ایک غیر معمولی جلسہ منعقد کریں۔ توسی ڈائی ڈیز کا بیان ہے کہ اس دوسرے جلسے میں بھی کلیون علانیہ اس اصول کی حمایت کرتا تھا کہ جو ریاست دوسروں کی آزادی سلب کر چکی ہے اُس کے لئے لازم ہے کہ ظلم و جبر کو اپنا

دستور العمل بنائے اور رعب وتخویف کے ساتھ حکومت کرے؛ دوسری طرف کا ممتاز مقرر ڈیوڈِٹوس نامی ایک شخص تھا جس کی تمام بحث کا موضوع مصلحت اندیشی تھا۔ اُس کا قول تھا کہ اس مسئلہ میں اہل ایتھنز کو یہ دیکھنا نہیں ہے کہ متی لنہ اس سزا کا مستحق ہے یا نہیں۔ بلکہ غور طلب صرف یہ امر ہے کہ آیا ایسی سزا دینا مصلحتِ وقت بھی ہوگا یا نہیں؟ اب اگر متی لنہ کے باشندوں کو جو بغاوت میں محض حکومتِ خواص کے جبر سے شریک ہوئے، اس طرح نیست نابود کردیا گیا تو ہر جگہ گروہِ جمہور ایتھنز سے بیزار ہو جائے گا۔

جلسے میں بہت سے حاضرین کا خیال، جو نرم دلی کی وجہ سے پہلے ہی عفو تقصیر پر مائل تھے، ضرور ہے کہ ڈیوڈٹوس کا استدلال سنکر اور بھی راسخ ہوگیا ہوگا۔ کیونکہ وہ استدلال حکمت عملی کی نہایت معقول دلائل پر مبنی تھا۔ بہرحال، صرف چند رائے کی کثرت سے اسی کی تحریک منظور ہوگئی۔ لیکن اب دیکھنا یہ تھا کہ اُس جہاز کو جو قضا کا پیام لے کے ایک دن ایک رات پہلے روانہ ہوچکا ہے، دوسرا جہاز جو آج مژدۂ معافی لے کے چلے راستے میں جا بھی لے گا یا نہیں؟ پتواریوں نے پتوار سنبھالی اور پوری قوت سے جہاز کو کھینا شروع کیا۔ شراب اور تیل میں گندھی ہوئی جَو کی روٹی کھاتے جاتے تھے اور برابر پتوار چلا رہے تھے۔ ایک تھک جاتا تو لیٹ کے سو جاتا اور دوسرا تازہ دم آکے اُس کی جگہ لے لیتا تھا؛ اِدھر پہلا جہاز جو ایسا منحوس پیام لے کے چلا تھا، اُسے پہنچنے کی جلدی نہ تھی۔ وہ آہستہ آہستہ گیا اور دوسرے سے تھوڑی ہی دیر پہلے

متی لنہ پہنچا تھا پاکیس کے ہاتھ میں تحریری فرمان تھا اور اب وہ اس کی تعمیل کا حکم دینے والا ہی تھا کہ دوسرا جہاز بندرگاہ میں داخل ہوا اور شہر والوں کی جان بچ گئی۔ ادھر اہل ایتھنز کو اپنے باغی حلیف پر جو غصہ تھا اس کے فرو کرنے کے لئے بھی اُن لوگوں کی تحقیقات اور سزائے موت کافی تھی، جو سرغنہ ہونے کی وجہ سے گرفتار کر کے ایتھنز بھیج دیئے گئے تھے۔ شاید ان کی تعداد تیس کے قریب تھی۔

متی لنہ کی شہرپناہ تڑوانے اور بس بوس کا بیڑا اپنے قبضے میں لے لینے کے بعد، اہل ایتھنز نے جزیرے کی تمام زمین کو (بہ استثنائے متیم نا) تین ہزار قطعات میں تقسیم کیا اور اس میں سے تین سو قطعات دیوتاؤں کے نام پر وقف کر دیئے۔ باقی ماندہ ایتھنز کے آباد کاریا کلِروکوں'' کو دے دیئے گئے جو لس بوس والوں سے زمین کاشت کراتے اور سالانہ لگان وصول کر لیا کرتے تھے۔

۷ مغربی یونان کی معرکہ آرائی۔ کُرکایرا کے اندوہناک واقعات

جس وقت تمام یونان کی نظریں پلاٹیہ اور متی لنہ کی طرف لگی ہوئی تھیں کہ دیکھیئے ان کا کیا حشر ہوتا ہے، اسی زمانے میں یونان کے مغربی علاقوں میں ایتھنز کا بیڑا بہت نام کر رہا تھا۔ اہل امبراکیہ نے اسپارٹہ کو ابھارا تھا کہ اکرنانیہ پر فوج کشی کی جائے اور پلوپنیسس والوں کا ایک بیڑا کورنتھ سے روانہ ہونے والا تھا۔ اس میں ۴۷ جہاز تھے اور اسے ایتھنزی امیرالبحر فورمیو کے آگے سے گزرنا تھا جو صرف ۲۰ جہاز لئے خلیج کے راستے کی پاسبانی کر رہا تھا۔ اُس نے

انہیں پہلے آگے بڑھنے دیا اور کھلے سمندر میں حملہ کرنے کو ترجیح دی۔ اور پھر اس خوبی سے گھیرا کہ غنیم کے جہاز ہٹتے ہٹتے ایک تنگ مقام میں آگئے۔ نسیم سحر نے منجانب اللہ **فورمیو** کی مدد کی کہ یہ جہاز آپس میں ایک دوسرے سے ٹکرا گئے۔ اسی عالم انتشار میں ایتھنز والے اُن پر ٹوٹ پڑے اور کامل فتح حاصل کی۔

پلوپنی سس والوں نے دوبارہ بیڑے کو مرتب کیا اور وہ اکائیہ میں مقام **پنورموس** پر لنگر انداز ہوا جس کے مقابل ساحل پر **فورمیو رہیون** میں مقیم تھا۔ اسپارٹہ کے امیرالبحر کا منشا یہ تھا کہ جبراً یا فریب سے دشمن کو خلیج کے اندر بڑھالائے تاکہ وہاں اُس کی بحری کاروائی اس قدر کارگر نہ ہوسکے جس قدر کہ کھلے سمندر میں ہو سکتی تھی۔ اسی غرض سے اُس نے **نوپاکتوس** کا رُخ کیا اور **فورمیو** بھی گھبرا کر اس مقام کو بچانے، ساحل ساحل روانہ ہوا۔ مگر ساحل کے قریب ایتھنزی جہاز اکہری قطار میں جا رہے تھے کہ یکایک غنیم کے جہاز گھوم کے پلٹے اور اُس کے ملّاح پوری قوّت سے جہاز کھیتے ہوے ایتھنزیوں پر پل پڑے۔ ایتھنز کے گیارہ جہازوں کو جو نوپاکتوس کے نزدیک پہنچ چکے تھے بھاگنے کا موقع مل گیا اور وہ دشمن کی دہنی قطار کے گرد چکّر دے کے نکل گئے۔ لیکن باقی کو خشکی پر چڑھ جانا پڑا۔ اِدھر اُن گیارہ کے تعاقب میں جنہوں نے نوپاکتوس کا راستہ لیا تھا پلوپنی سس کے بیس جہاز جا رہے تھے ایک لیوکادیہ کا جہاز سب سے آگے بڑھا ہوا تھا اور ایک ایتھنزی جہاز کو جو پیچھے رہا جاتا تھا، اُس نے قریب قریب جا لیا تھا

لیکن اسی میں نوپاکتوس کے قریب ایک تجارتی جہاز اُن کے راستے میں آگیا جو گہرے سمندر میں لنگر ڈالے پڑا تھا۔ ایتھنزی جہاز نے اسی تجارتی جہاز کے گرد چکر دے کے اپنے تعاقب کرنے والے جہاز کے وسط میں ایسی ٹکر ماری کہ وہ اسی وقت ڈوب گیا۔ یہ صفائی اور دلیری دیکھ کے پلوپنی سس والوں کے ہوش اُڑ گئے یا تو وہ فتح کے گیت گاتے ہوے آرہے تھے یا اگلے جہازوں کے ملاحوں کے ہاتھ سے پتواریں چھوٹ گئیں اور وہ وہیں ٹھیر کر ساتھیوں کے آجانیکا انتظار کرنے لگے۔ یہ کیفیت دیکھکر ایتھنزی جہاز جو نوپاکتوس پہنچ گئے تھے پھر پلٹے اور ایک اور کامل فتح حاصل کی ؎

اسی زمانے میں کرکایرا میں ایک خوں ریز انقلاب برپا ہوگیا اور اُس کا نتیجہ یہ ہوا کہ لڑائی کے شعلے اس جزیرے میں بھی بھڑکنے لگے۔ (۴۲۷ق م) دراصل ایپی دامنوس کی لڑائی میں اہل کورنتھ نے جو قیدی گرفتار کیے تھے انہیں یہ وعدہ لے کے اب رہا کردیا تھا کہ وطن میں جاکر اہل ایتھنز کے خلاف سازش کریں۔ چنانچہ عمائدین شہر کے ساتھ مل کے انہوں نے جمہوریت پسند سرگروہوں کو جو ایتھنز کے حامی تھے مار ڈالا۔ اس واقعے پر وہاں سخت خانہ جنگی ہوگئی اور جب پلوپنی سس کے بیڑے کو جو مدد کے واسطے آیا تھا، ایتھنز کے قوی تر بحری دستے کے سامنے سے ہٹنا پڑا تو پھر جمہوریت پسندوں کی بن آئی اور انہوں نے خواص و عمائدین کو بلا استثنا قتل کرنا شروع کیا۔ اس گروہ کے تقریباً ۶ سو آدمی بچ کر نکل گئے اور جزیرے کے شمال مشرق میں کوہ ایستون پر انہوں نے

قدم جمائے جہاں سے دو سال تک وہ اپنے دشمنوں کو تنگ کرتے رہے۔ حتےٰ کہ ایتھنزی بیڑا اس مقام پر دھاوا کرنے کے لئے کمک لے کر آیا، (۴۲۵ ق م) اور تب اس قرار داد پر کہ اُن کی قسمت کا فیصلہ اہل ایتھنز کریں گے، خواص نے اپنے تئیں اُن کے حوالے کر دیا۔ لیکن پھر جمہوریت پسندوں کی چال میں آکے بھاگ نکلنے پر آمادہ ہوے اور گرفتار ہوکر الگ الگ جماعتوں میں قتل کر دئے گئے۔ اس تمام داستان پر توسی ڈای ڈیز نے اپنی تاریخ میں تبصرہ کیا ہے اور اسے اہل یونان کی شدید باہمی نفرت کی علامت بتایا ہے جو گروہ بندی کی بلانے اُن کی شہری ریاستوں میں پیدا کردی تھی۔

۸۔ نکیاس و کلیون ایتھنز کے سیاسی حالات

ان دنوں ایتھنز کے جنگی معاملات میں سب سے زیادہ موقر درجہ نکراتوس کے بیٹے نکیاس کو حاصل تھا۔ یہ بہت سے غلاموں کا مالک اور ایک قدامت پسند متموّل شخص تھا۔ لاورِیُن کی چاندی کی کانوں پر اُس نے روپیہ لگایا تھا۔ اور اپنے تموّل کی وجہ سے اُس جماعت کی بڑی پشت پناہ تھا جو کلیون جیسے نئے اربابِ سیاست کی سخت مخالف تھی۔ اس میں شک نہیں کہ نکیاس ماتحت بن کر کام کرنے کی بہت اچھی قابلیت رکھتا تھا لیکن وہ اوصاف اُس میں نہ پائے جاتے تھے جو کسی رہ نمایاں ملکی مدبر کے لئے ضروری ہیں۔ پھر بھی اُس کی کامل خودداری، رشوت سے قطعی بے لوثی، مذہبی

ادہام کی پابندی، اور اسی کے ساتھ جنگی معاملات سے تفصیلی واقفیت یہ سب ایسی چیزیں تھیں جن کی بہ دولت ایتھنز میں اُس کا بڑا اثر قائم اور مُحکم ہوگیا تھا۔ دین کے معاملے میں اُسے چھوٹی چھوٹی باتوں سے اپنے ہم وطنوں کو خوش کر لینا آتا تھا اور اس کے سیاسی فوائد وہ خوب سمجھتا تھا۔ نیز ان تعصبات و توہمات میں وہ خود بھی عوام الناس کا ہم عقیدہ تھا، اور سلطنت کی مذہبی خدمت بجالانے میں روپیہ خرچ کرنے سے کبھی دریغ نہ کرتا تھا۔ چنانچہ جزیرۂ دلوس کی تطہیر کے وقت نکیاس کو اپنا مذہبی جوش اور فیاضی دکھانے کا موقع مِلا۔ اور یہ رسم غالباً اس لئے ادا کی گئی تھی کہ اپالو دیوتا کی رحمت سے شہر ایتھنز طاعون سے نجات پاجائے (۴۲۶ ق م)۔ اس غرض کے لئے جزیرے میں جتنی قبریں تھیں اُن سب کی لاشیں وہاں سے ہٹوادی گئیں اور یہ ضابطہ بنادیا گیا کہ آیندہ سے نہ تو اِس مقدّس سرزمین پر کوئی شخص مرے نہ وہاں کوئی زچگی ہو۔

ایتھنز کی سیاسی تاریخ کا ایک قابلِ لحاظ واقعہ یہ ہے کہ انہی چند سال کے اندر وہاں جو رسوخ سپہ سالاروں کو مجلس میں حاصل تھا وہ زائل ہوگیا؛ وہ اہلِ حرفہ جو اب مجلس پر حاوی تھے کسی قسم کی جنگی تعلیم یا قابلیت نہ رکھتے تھے اور اسی لئے جنگ کے معاملات میں، سلطنت کے طریقِ عمل کے متعلّق اُن کی مخالفت کوئی ایسا شخص کرتا جو منصبِ سپہ سالاری سے بھی ممتاز ہو، تو اُس کے آگے اُن کی رائے نہ چلتی تھی۔ پھر یہ کہ، چند سال پہلے تک سپہ سالاری کے عہدے پر بالعموم وہی لوگ منتخب ہوتے تھے جو عالی

خاندان اور صاحب ثروت ہوں - لیکن شاید پریؔ کلیس کی وفات کے تھوڑے ہی عرصے بعد یہ تغیّر پیدا ہوا کہ گروہ عوام کے افراد سپہ سالار منتخب ہونے لگے۔ کلیون بہت سیانا اور دُھن کا پکا تھا۔ اُس کی آرزو تھی کہ پریؔ کلیس کی طرح سلطنت کے جز و کل پر حاوی ہو جائے - اور وہ سمجھ گیا تھا کہ جب تک بزمِ مجلس کی طرح میدانِ رزم میں بھی نصرت و کامیابی نہ حاصل کی جائے، یہ مقصد پورا نہیں ہو سکتا - پس نظم و نسقِ سلطنت میں مستقل دخل پانے کے لئے یہ ضروری تھا کہ جب کوئی اچھا موقع آئے تو وہ فرائضِ سپہ سالاری کی انجام دہی کے واسطے بھی کمر بستہ پایا جائے - اور اگر کوئی تجربہ کار رفیق معین و مددگار ہو جائے تو ان فرائض کی بجاآوری میں بدنام ہونے کا بھی چنداں اندیشہ نہ تھا۔ اُس کا ایسا ہم منصب رفیق دموس تنیس ہو سکتا تھا - اور یہ وہ منچلا سپہ سالار تھا - جس نے اُسی زمانے میں امبراکیہ کے معرکوں میں بہت کچھ نام پایا اور فتوحات حاصل کی تھیں ؂

۹ - تسخیر پیلوس

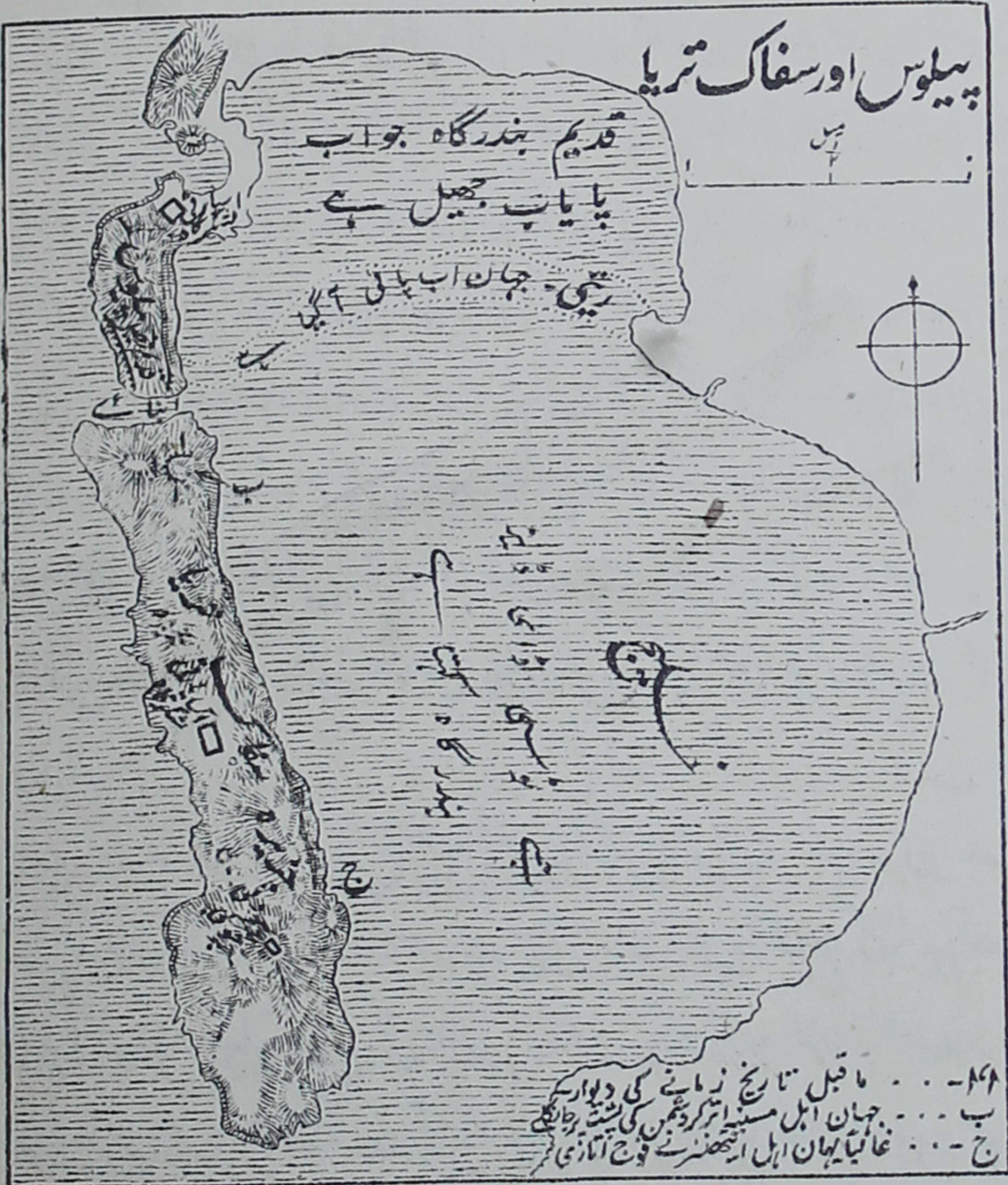
بے شبہ یہ کلیون ہی کی سعی و سفارش کا نتیجہ تھا کہ جب ۴۲۵ ق م میں، چالیس جہازوں کا بیڑا یوری مِدُن اور سُفوکلیس کی قیادت میں مغرب کی طرف روانہ ہُوا تو دموس تنیس کو بھی ان کے ساتھ کر دیا گیا حالانکہ اُسے باضابطہ کوئی منصبِ سپہ سالاری نہ دیا گیا تھا - بہر حال یہ وہی بیڑا تھا جسے ہم کرکایرا میں جمہور کی طرف سے ان مفرور اُمرا کا استیصال کرتے دیکھ چکے ہیں جنھوں نے کوہ الیستون میں

قدم جمالئے تھے۔ دموس تنیس کے دماغ میں اس وقت کچھ اور ہی خیال چکّر لگا رہے تھے۔ اس نے مغربی پلوپنی سس میں ایک فوجی چوکی قایم کرنے کا منصوبہ سوچا تھا اور جب وہ مسینیہ کے ساحل پر پہنچے تو اُس نے اپنے سپہ سالاروں سے پیلوس پر ٹھیرنے کی درخواست کی۔ مگر انہیں اطلاع مل چکی تھی کہ پلوپنی سس کے جہاز کرکایرا پہنچ گئے ہیں لہٰذا تاخیر کرنے میں تامّل ہوا۔ لیکن حسنِ اتفاق سے دموس تنیس نے جو ارادہ کیا تھا اُس کا قدرتی سامان یہ ہو گیا کہ خود طوفانی ہواؤں نے انہیں پیلوس کی بندرگاہ میں ڈھکیل دیا اور دموس تنیس نے پھر اصرار کیا کہ اس مقام پر مورچے تیار کرلئے جائیں۔ سپہ سالاروں نے اس خیال کا مضحکہ کیا۔ لیکن طوفانی موسم کی وجہ سے جہازوں کو وہاں ٹھیر جانا پڑا۔ چونکہ سپاہیوں کو کوئی کام نہ تھا پس محض اس خیال سے کہ خالی سے بیگار بھلی، انہوں نے دموس تنیس کی تجویز کے مطابق پیلوس کی مورچہ بندی کا کام شروع کر دیا۔

اس مقام کا نقشہ بہ خوبی ذہن نشین کرلینا ضروری ہے کیونکہ یہیں وہ یادگار معرکہ ہونے والا ہے جس نے اس مقام کے ہر قطعہ کو شہرہ آفاق کردیا۔ پیلوس کی بلند راس کے تین طرف سمندر ہے بلکہ ایک زمانے میں، سفاک تریا کی طرح جو اس کے جنوب میں واقع ہے، یہ مقام جزیرہ تھا۔ لیکن جس وقت کا ہم ذکر کر رہے ہیں اُس وقت شمال میں نیچی نیچی ریتی آگئی تھی اور اسی نے پیلوس کو ساحل سے ملا رکھا تھا۔ آج کل یہاں ایک دلدلی جھیل بن گئی ہے لیکن اُسوقت

یہی شمالی گوشہ ایک خلیج کی صورت میں، جہازوں کی گودی اور مامن تھا، پیلوس کا کل طول ایک میل سے بھی کم ہے اور کھلے سمندر کی طرف کناروں سے جہاز لگا کے اُترنا دشوار تھا۔

۲۴۱



لنگرگاہ کی جانب سیدھی چٹانیں اٹھی ہوئی ہیں اور اُن کی وجہ سے یہ رُخ بھی نہایت محفوظ و مصئون تھا۔ باقی جو حصّے غیر محفوظ تھے

وہاں اب ایتھنز والوں نے اِدھر اُدھر سے پتھر لا کے، جس طرح جم سکے، اوپر نیچے لگا دئے تھے۔ یہ کام چھ دن میں پورا ہوا اور اس کے بعد دموس تنیس کو پانچ جہازوں کے ساتھ یہیں پیلوس میں چھوڑ کر بیڑے نے اپنی راہ لی۔

لکدمونی فوج نے اس مرتبہ شاہ ایجیس کے زیرِ علم معمول سے کچھ پہلے اٹی کا پر فوج کشی کی تھی اور صرف دو ہفتے وہاں رہ کر اسپارٹہ واپس ہوئی تھی۔ انہوں نے فوراً پیلوس کا رُخ نہیں کیا۔ تاہم اسپارٹہ کی ایک اور جمعیت اِدھر بھیج دی گئی اور اُن ساٹھ جہازوں کو جو کرکایرا گئے تھے بہ عجلت طلب کرلیا گیا۔ اِدھر دموس تنیس کو جب اسپارٹہ کے سپاہیوں نے آکر گھیرا تو اُس نے فوراً دو جہاز دوڑائے کہ ایتھنزی بیڑے کو راستے میں جا لیں اور امیرالبحر یوری ڈن سے مدد کے لئے واپس آنے کی درخواست کریں۔

لکدمونیوں کا منشاء یہ تھا کہ پیلوس کی پہاڑیوں کی خشکی اور تری دونوں طرف سے ناکہ بندی کردی جائے۔ اور جو کمک آئے اُسے ساحل پر اُترنے سے روکا جائے۔ انہیں یہ بھی اندیشہ تھا کہ کہیں دشمن سفاک تریا پر قابض ہو کر اُسے اپنا جنگی مستقر نہ بنا لے لہٰذا اپی تادس نے ۴۲۰ اسپارٹی اور اُن کے ہمراہی ہلوتوں کو لے کر اس جزیرے پر خود قبضہ کرلیا اور پھر، اس سے قبل کہ اہل ایتھنز کو کمک پہنچ سکے، پیلوس پر حملہ کرنے کی تیاریاں کیں۔ دموس تنیس نے اپنی جمعیت کا زیادہ حصہ شمالی اور جنوب مشرقی گوشے کی حفاظت کے لئے متعین کیا تھا اور خود ساٹھ جوان اور چند تیر انداز لے کے

جنوب مغرب کی طرف لبِ ساحل قدم جما لئے تھے کہ مخدوش اور سنگستانی ہونے کے باوجود یہی وہ مقام تھا جہاں غنیم کو ساحل پر اُترنے میں سب سے زیادہ کامیابی کی امید ہو سکتی تھی۔ اسپارٹہ کے ۴۳ جہاز دستہ دستہ ہو کر آئے تھے اور انہی میں سے ایک کا سردار براسی ڈس حملے کی روح رواں تھا۔ لیکن ساحل پر اترنے کی کوشش میں وہ زخمی ہوا اور ڈھال چھوٹ گئی۔ یہ حملہ پیہم دو دن تک ہوتا رہا مگر دونوں دن حملہ آور پسپا کر دیئے گئے ؀

آخرکار ایتھنزی بیڑا جس میں تازہ کمک مل کے اب پچاس جہاز ہو گئے تھے، جزیرہ زاکین توس سے آ پہنچا۔ لیکن سفاک تریا اور پیلوس کے شمال میں خلیج اور ساحلوں پر دشمن کا قبضہ دیکھ کے وہ پہلے واپس ہو گئے اور دوسرے دن دونوں راستوں سے اپنے جہاز کھیتے ہوئے لائے اور غنیم کے جو جہاز مقابلے کے لئے نکلے تھے اُنہیں پکڑ لیا۔ اسی کے ساتھ ساحل کے قریب فریقین میں سخت کشمکش برپا ہوئی کہ ایتھنز والے تو دشمن کے خالی جہازوں کو جو سمندر کی ریتی تک لا کے کھڑے کر دئے گئے تھے، اپنی طرف گھسیٹنا چاہتے تھے اور ساحل پر سے لکدمونی سپاہی جھپٹ جھپٹ کے آتے اور انہیں واپس اپنی طرف کھینچتے تھے۔ چنانچہ انہوں نے اپنے بہت سے جہازوں کو بچا لیا۔ پھر بھی انہیں اتنا نقصان پہنچا اور دشمن کے مقابلے میں اُن کی تعداد اتنی قلیل رہ گئی کہ اب ایتھنزی بیڑا بے خطر جزیرۂ سفاک تریا کی ناکہ بندی کر سکتا تھا ؀

اس طرح یا تو پیلوس کی ناکہ بندی اسپارٹہ والے کر رہے تھے

اور یا اب خود اپی تادس اور اس کے اسپارٹی سپاہی سفاک ترِیا میں گھِر گئے؛ اور جب اسپارٹہ میں معاملہ دگرگوں ہو جانے کی خبر پہنچی تو وہاں سخت تشویش پیدا ہوگئی اور چند افور، مقامِ کارزار تک خود یہ دیکھنے آئے کہ اب کیا تدبیر کی جائے؟ انہوں نے بھی یہی فیصلہ کیا کہ محصورین کو نجات دلانی محال ہے۔ پس ایتھنزی سپہ سالاروں سے ہنگامی صلح کی اتنی مہلت لی کہ جس میں سفیر بھیج کر ایتھنز سے صلح کی درخواست کی جاسکے۔ ہنگامی صلح کی شرائط یہ تھیں:۔ لکدمونی اپنے جہازوں کو پیلوس کی ایتھنزی فوج کے حوالہ کردیں گے اور خشکی یا تری کسی طرف سے حملہ نہ کریں گے؛ ساحل پر جو لکدمونی فوجیں ہیں انہیں اجازت ہوگی کہ رسد کی ایک مقدارِ معیّنہ سفاک ترِیا کے محصورین کو بھیجتے رہیں۔ اور ایتھنزی سپاہی جزیرے کی پاسبانی کرتے رہیں گے مگر وہ اہل پلوپنی سس پر حملہ نہ کریں گے؛ یہ قرار داد اُس وقت تک واجب العمل تھی جس وقت تک کہ لکدمونی سفارت ایتھنز سے واپس آجائے۔ اور اسی کی مراجعت پر لکدمونی جہازوں کا واپس دے دیا جانا، طے پایا تھا؛

ان شرائط کی بہ موجب، اسپارٹہ والوں نے اپنے ساٹھ جہاز ایتھنزی سپاہ کے حوالہ کردیئے اور اُدھر اُن کے سفیر، ایتھنز روانہ ہوئے؛ لیکن وہاں مجلسِ عوام پر کلیون حاوی تھا۔ اور اُس نے نکیاس اور صلح پسند فریق کی مخالفت میں جو شرائطِ صلح تجویز کیں اُنکا قبول کیا جانا محال تھا؛ یعنے سفاک ترِیا کے محصورین کے فدیہ میں نہ صرف علاقۂ مگارا کی بندرگاہیں نیسایا اور پاگی، بلکہ اکائیہ

اور ترزین تک کے علاقے طلب کئے گئے تھے۔ غرض سفارت مایوس ہو کر پیلوس چلی آئی اور ہنگامی صلح ختم ہو گئی۔ مگر لکدمونیوں کی جانب سے شرائط کی کسی خفیف خلاف ورزی کے بہانے، اہل ایتھنز نے اُن کے وہ ساٹھ جہاز جو واپسی کی شرط کے ساتھ انہیں دئے گئے تھے واپس کرنے سے انکار کر دیا۔

لیکن ناکہ بندی کو ایتھنز والوں نے جتنا سہل سمجھ رکھا تھا، اُس سے کہیں دشوار نکلی۔ اُن کے پاس ایتھنز سے بیس جنگی جہاز کی کمک آگئی تھی اور یہ سب جزیرے کے گرد خلیج اور کھلے سمندر کی طرف، بجز اس کے کہ پانی میں تلاطم ہو، پڑے رہتے تھے۔ دو جہازوں کا کام یہ ہوتا تھا کہ ایک جزیرے کے ایک طرف سے اور دوسرا دوسری طرف سے، برابر چکر لگاتے رہیں۔ لیکن محصورین نے جزیرے میں سامانِ خوراک اور مکھن شراب لانے کی بڑی بڑی رقمیں مقرر کر رکھی تھیں اور اگر کوئی ہلوت اس قسم کی خدمت انجام دیتا تو اُسکے صلے میں اُسے آزاد کر دیتے تھے۔ جب مغرب یا شمال سے باد تند چلتی اور ایتھنزی جہازوں کو بہا کے خلیج میں پہنچا دیتی تو اس وقت رسد کی کشتیاں لانے والے جان پر کھیل کر کھلے سمندر کے مخدوش ساحل پر چپو مارتے نظر آتے تھے۔ اس کے علاوہ بعض مشاق غوطہ خور، مشک کی مدد سے کسی نہ کسی طرح جزیرے کا ساحل جا لیتے تھے۔ اور مشک میں وہ پوست کے بیج شہد میں ملا کے اور السی کوٹ کے بھر لیتے تھے۔

سفاک تریا کا محاصرہ اس قدر طول کھینچتا گیا کہ ایتھنز کے

لوگوں سے صبر نہ ہو سکا۔ وہ پچھتانے لگے کہ انھوں نے لکدمونیوں سے صلح کا موقع کیوں کھو دیا۔ ساتھ ہی کلیون، جیسا پہلے ہر دلعزیز تھا اب اس سے برگشتگی پیدا ہونے لگی۔ لیکن اُس نے یہ دلیری اختیار کی کہ پیلوس کے حالات کی جو اطلاعیں آئی تھیں انہیں غلط بتایا۔ اور کہنے لگا کہ "اگر ہمارے سپہ سالاروں میں ذرا بھی ہمت ہو تو وہاں جاکر محصورین سے ہتھیار رکھوا لینا کونسی دشوار بات ہے" اس میں سپہ سالار نکیاس پر چوٹ تھی۔ اور پھر اُس نے دعوے کیا کہ "اگر میں سپہ سالار ہوتا تو جو کچھ کہا ہے اُسے کر دکھاتا!" یہ سُن کر نکیاس اٹھ کھڑا ہوا اور اپنے ہم منصب سپہ سالاروں کی طرف سے آمادگی ظاہر کی کہ کلیون کو جس قدر فوج کی ضرورت ہے، اُن سے لے اور ایک کوشش وہ بھی کر کے دکھائے۔ توسی ڈای ڈیز کا بیان ہے کہ کلیون اوّل نکیاس کے اس قول کو محض مصنوعی سمجھا اور خود پیلوس جانے پر آمادہ ہوگیا۔ لیکن جب اُسے معلوم ہوا کہ نکیاس نے جو کچھ کہا تھا اُسے حقیقت میں پورا کرنے کا ارادہ رکھتا ہے، تو اُس وقت اُس نے گریز کرنا چاہا اور کہنے لگا کہ میں سپہ سالار نہیں ہوں۔ نکیاس سپہ سالار ہے، وہی جائے۔ مگر مجمع عام میں ہر طرف سے اصرار ہونے لگا اور اُسے اپنے قول سے پھرنے کی کوئی راہ نہ ملی تو آخر وہ مہم لیجانے پر کمر بستہ ہوگیا اور علی الاعلان دعوے کیا کہ یا تو وہ لکدمونیوں کو زندہ گرفتار کر کے لائے گا اور یا وہیں اُن کا فیصلہ کر دے گا۔ مگر یہ روایت اتنی پُر لطف ہے کہ بناوٹی معلوم ہوتی ہے۔ بہر نوع،

کلیون اپنی خوشی سے سپہ سالار بنکر گیا یا مجبوراً، اُس نے جو کچھ کہا تھا اور جس پر ایتھنز کے لوگوں کو ہنسی آگئی تھی، اس کو حرف بہ حرف صحیح ثابت کردیا۔ مجلسِ ملکی میں یہ قرارداد ہوتے ہی کلیون نے دموس تنیس کو اپنا شریکِ منصب منتخب کیا اور بلا تاخیر جہاز میں بیٹھ کر روانہ ہوگیا۔

سفاک تریا پر فوج اُتارنی دشوار تھی۔ دوسرے وہاں ہر طرف جھاڑیاں تھیں اور محصورین کو جو اس جزیرے کے چپّے چپّے سے واقف تھے مدافعت کرنے میں ان سے بہت مدد مِل سکتی تھی۔ لیکن کلیون کے پہنچنے سے پہلے ان جھاڑیوں میں اتفاقیہ آگ لگ گئی اور ان کا بہت سا حصّہ صاف ہوگیا تھا۔ اور اب لکدمونیوں کی تعداد اور صف آرائی اچھی طرح نظر آسکتی تھی۔ ان کے پاس صرف ۴۲۰ اسپارٹی جوان (ہُپ لیت) اور شاید اسی قدر تعداد ہلوتوں کی تھی۔ تاہم اس پہاڑی زمین پر بچاؤ کے قدرتی موقعے ایسے موجود تھے کہ جب ایک دن صبح ہونے سے پہلے کلیون اور دموس تنیس نے چودہ ہزار سپاہی ساحل پر اُتار دئے تو اس وقت بھی یہ مہم سر کرنا نہایت دشوار تھا۔ لیکن اسپارٹہ والوں کی خبر رسانی کا انتظام ناقص تھا اور اُن کی اگلی چوکیاں پہلے ہی حملے میں دشمن کے قبضے میں آگئیں اور انہیں نیم مسلّح سپاہیوں اور تیر اندازوں کی جماعتِ کثیر نے ہر طرف سے گھیر لیا جنھیں اس موقع کے لئے کلیون خاص طور پر اپنے ہمراہ لے کر چلا تھا۔ پھر بھی اسپارٹہ کی سپاہ لڑتی ہوئی جزیرے کے شمال میں ایک اونچی پہاڑی تک

ہٹ آئی جس کے گرد قدیم "جناتی" وضع کی دیوار بنی ہوئی تھی اور اب بھی اُس کے آثار باقی ہیں۔ یہاں پہنچکر وہ مقابلے میں ڈٹ گئے، آخر ایک مسنوی سردار نے جواَب نوپاکتوس میں جا بسا تھا، اہلِ ایتھنز کی مشکل حل کی اور ایک راستے کا جو مدافعین کے عقب میں نکلتا تھا پتہ بتایا۔ پھر چند نیم مسلّح سپاہی کشتی میں ساتھ لے کے وہ دوسری طرف سے پہاڑی کے دامن میں پہنچا اور ایک ایسے تنگ درے سے اُوپر چڑھا جس میں بہ ظاہر جانے کا راستہ نہ مل سکتا تھا۔ اسی سے گزر کے وہ اپنے سپاہیوں کو لئے ہوئے خاص اس پہاڑ کی چوٹی پر آنکلا جس کے سامنے نیچے کی ڈھلانوں پر اہل اسپارٹہ ہلالی صف جمائے پڑے تھے۔ عقب میں پہنچتے ہی انہوں نے لکدمونیوں سے ہتیار ڈال دینے کی فرمایش کی اور اعلیٰ سپہ سالار سے گفتگو کے بعد جو دوسری طرف سامنے کے میدان میں صف آرا تھا، انہوں نے ہتیار رکھ دیئے۔ ان اسپارٹی اسیرانِ جنگ کی تعداد ۲۹۲ تھی اور جب یہ ایتھنز لائے گئے تو ساری دنیائے یونان یہ خبر سُنکر حیران رہ گئی کیونکہ اب تک سب کو یہی یقین تھا کہ اسپارٹہ کے سپاہی مرجاتے ہیں مگر ہتیار نہیں رکھتے۔

کلیون نے اپنا وعدہ پورا کر دکھایا۔ بیس دن کے اندر وہ اسیرانِ جنگ کو ایتھنز لے آیا۔ مگر یہ کامیابی جنگی اعتبار سے اتنی وقیع نہ تھی جس قدر کہ سیاسی اثرات کے لحاظ سے۔ بے شبہ اب پیلوس کو اپنا مستقر بنا کے وہ لکدمونیوں کا علاقہ تاخت و تاراج کرسکتے تھے لیکن اس سے کہیں بڑھ کر فائدہ یہ تھا کہ ایٹی کا پر آیندہ

یورشیں روکنے کے لئے، یہ قیدی گویا یرغمال کے طور پر اُن کے ہاتھ میں تھے اور وہ جب چاہیں بہتر سے بہتر شرائط پر صلح کر سکتے تھے۔ نظر بریں تمام جنگ میں سب سے اہم فتح سفاک تریا کی تھی؛ دوسرے ہی سال نکیاؔس نے جزیرہ کیتھرا کو چھین لیا جہاں سے وہ خاص لقونیہ پر تاخت کر سکتا تھا۔ بنفسہ اس جزیرے کا نقصان اسپارٹہ کے حق میں پیلوس سے زیادہ اندیشہ ناک تھا۔ لیکن دیگر متعلقہ واقعات کی وجہ سے پیلوؔس نے جتنی ہل چل پیدا کر دی تھی اُس کی آدھی بھی کیتھرا کے واقعے سے نہ پیدا ہوئی۔

۱۰۔ ایتھنز کی فوج کشی بیوشیہ پر

جنگ کے ابتدائی سات سال تک، دو دفعہ کے سوا اٹی کا پر ہر برس دشمن نے یورش کی۔ اور وہ دو برس جن میں یہ علاقہ پامالی سے بچا رہا ۴۲۹ء اور ۴۲۶ء ق م تھے کہ پہلے میں تو حملے کا ہدف پلاٹیہ تھا اور دوسری دفعہ یعنے ۴۲۶ء ق م میں زلزلوں کی وجہ سے پلوپنی سس کی فوج خاکنائے کورنتھ سے آگے نہ بڑھی؛ اس کے جواب میں اہل ایتھنز بھی علاقۂ مگارا پر ہر موسم بہار و خزاں میں یعنے سال میں دو مرتبہ حملہ کرتے رہتے تھے۔ لیکن تسخیر پیلوس کے بعد اُن کے حوصلے بڑھ گئے اور انہوں نے مگارا کے خلاف زیادہ وسیع پیمانے پر فوج کشی کی۔ اس منصوبے کو عمل میں لانے کا انتظام دموس تنیس اور ہیپوکراتیس نامی سپہ سالاروں کے سپرد تھا اور وہ نیسایا بلکہ لمبی دیواروں کو بھی چھین لینے میں کامیاب

ہو گئے۔ (۴۲۴ قبل مسیح ق م) اور اگر اسپارٹی سپہ سالار براسی ڈس بروقت نہ آنکلے تو خود شہر مگارا پر بھی اُن کا قبضہ ہو جاتا۔ مگر براسی ڈس کے ساتھ انہیں قوّت آزمائی کی جرأت نہ ہوئی۔

با ایں ہمہ نیسایا کی (جو سی سالہ معاہدۂ صلح کے وقت اُن کے ہاتھ سے نکل گیا تھا) دوبارہ تسخیر نہایت وقیع کامیابی تھی اور جن سپہ سالاروں نے اسے حاصل کیا تھا اُن کی چشمِ پُر ہوس کو یہ فتح اُن کل علاقوں کی دوبارہ تسخیر کی تمہید نظر آنے لگی جو کسی وقت ایتھنز کے تسلّط میں تھے۔ اور اب انہوں نے اپنے ہم وطنوں کو بیوشیہ کے دوبارہ لینے پر اُبھارا جسے ایتھنز کرونیہ کے میدان میں ہار آیا تھا۔

تجویز یہ تھی کہ دموس تنیس پہلے نوپاکتوس جائے اور وہاں سے اہل اکرنانیہ کی ایک جمعیّت فراہم کرکے سی فی پر قبضہ کرلے جو کوہِ ہلی کُن کے دامن میں ایک راس پر، شہر تھس پیہ کی بندرگاہ تھی۔ جس روز وہ وہاں پہنچے، اسی روز ہیپوکراتیس کو قرار داد کے موافق شمال مشرق سے بیوشیہ میں گھس کر شہر دلیوم میں اپالو دیوتا کے مندر پر قبضہ کرنا تھا اور یہ وہ مندر ہے جو یوبیہ کے للانتی میدانوں کے مقابل یونانی ساحل پر بنا ہوا تھا۔ اس کے علاوہ علاقۂ بیوشیہ کے سب سے مغربی شہر شیرونیہ کے بعض شہریوں سے یہ سازش ہوگئی تھی کہ ایتھنزی حملے کے ساتھ ہی وہ اس شہر پر قبضہ کرلیں گے۔ غرض بیوشیہ کی حکومت پر وقتِ واحد میں تین طرف سے ضربیں لگنے والی تھیں، اور تینوں حملوں کا ایک دن مقرّر ہوگیا تھا۔ لیکن فوکیس کے ایک باشندے نے راز فاش کردیا اور بیوشیہ کے

بیوتارک (یعنے حاکم اعلیٰ) نے سی نی پر قبضہ کر کے سارا منصوبہ خاک میں ملا دیا اور دوسری جانب ہیپوکراتیس کے مقابلے کی غرض سے اُس نے بیوشیہ کی تمام قابلِ جنگ آبادی کو فوج میں بھرتی کرلیا:

ہیپوکراتیس کو دلیوم پہنچ کر مورچہ بندی کی فرصت مل گئی تھی (۴۲۴ ق م) اُس کے پاس ۷ ہزار ہُپ لیت اور ۳۰ ہزار نیم مسلّح سپاہی تھے:۔ اور مندر کے گرد کھائی کھود کر اُس نے ایک مضبوط حصار اور لکڑیوں کی باڑ تیار کرلی تھی لیکن اب وہ فوج لیکے واپس ایتھنز جارہا تھا کہ راستے میں دفعتاً اُس پر بیوشیہ کے حاکم پگون ڈس نے حملہ کیا۔ اُس کے پاس بھی اپنے حریف کے برابر ۷ ہزار ہُپ لیت سپاہی تھے اور ایک ہزار سوار اور دس ہزار سے زیادہ نیم مسلّح پیادے:۔ میمنے میں تھبز کے سپاہی آگے پیچھے پچیس قطاروں کی نادِر ترتیب میں صف آرا تھے اور باقی حصّوں کی ترتیب مختلف تھی۔ مگر ایتھنزی فوج، ایک سرے سے دوسرے تک مساوی فصل کی آٹھ قطاروں میں صف بستہ تھی:۔ لڑائی میں بازوؤں کی فوج کے لڑنے کی نوبت ہی نہ آئی کیونکہ یہاں فریقین کے بیچ میں ندی نالے حائل تھے لیکن باقی سپاہ صفِ مقابل سے مل گئی، اور ڈھال پہ ڈھال مار مار کے دونوں طرف کے سپاہی غضب ناک تندی کے ساتھ ایک دوسرے پر حملہ آور ہوئے:۔ ایتھنز کا دایاں بازو جنگ میں غالب تھا لیکن اُن کا میسرہ تھبز کی گنجان قطاروں کا ریلا نہ روک سکا۔ اُدھر میمنے کو جو غلبہ حاصل ہوا تھا وہ اِس لئے بے کار ہوگیا کہ اسی وقت ایک طرف سے سواروں کا دستہ دفعتاً نمودار ہوا۔ دراصل پگون ڈس نے

ادھر اپنی صفوں کی حالت دگرگوں دیکھ کر، اس دستے کو پہاڑی کے گرد چکر دے کے اس طرح بھیجا تھا کہ کسی کو خبر نہ ہونے پائی۔ ایتھنز والوں نے سمجھا کہ یہ کسی بڑی فوج کا ہراول ہے اور اُن کے پاؤں اُکھڑ گئے۔ ہیپوکراتیس مارا گیا اور تمام فوج تتر بتر ہو گئی۔

دلیوم کی جنگ نے کرونیہ کے فیصلے پر مہرِ تصدیق ثبت کر دی۔ ایتھنز کو بیوشیہ میں راج کرنے کی جو امیدیں تھیں، ان کا خاتمہ ہو گیا۔

۱۱۔ تھریس کے معرکے سقوط امفی پولس

دلیوم کی شکست سے ایتھنز کی ناموری میں ضرور داغ آ گیا تھا۔ لیکن اُس کی قوت کو کوئی بڑا صدمہ نہ پہنچا تھا۔ مگر اُس کے لئے یہ سال ہی نہایت منحوس تھا اور تھریس کے علاقے میں ایک اور ضرب کاری لگنے والی تھی۔

مقدونیہ کا ابن الوقت بادشاہ پرڈکاس ایتھنز اور اسپارٹہ دونوں سے سازباز رکھتا تھا۔ ایک دفعہ تو اُس نے ایتھنز کے خلاف کالسی ڈیس والوں کی مدد کی تھی اور پھر ایک موقع پر انہی باغیوں کے مقابلے میں اہل ایتھنز کی طرف جا ملا تھا۔ پیلوس کی کامیابی سُن کر اُسے اور کالسی ڈیس کے باشندوں کو خوف ہوا کہ مبادا اب ایتھنز تھریس میں بھی پاؤں پھیلائے۔ اسی خیال سے انہوں نے اسپارٹہ کو سفیر بھیج کر مدد کی درخواست کی اور اپنی یہ تمنا ظاہر کی کہ امداد کے لئے جو فوجیں بھیجی جائیں اُن کا سپہ سالار براسی ڈس ہو۔ اس فوج میں اسپارٹہ کا کوئی شہری نہیں بھیجا گیا تھا۔ صرف ۷۰۰ ہلوت

ہپ لیٹوں کی مثل آراستہ کر دیے گئے تھے۔ اور انہی میں پلوپنی سس کے چند نو آموز آملے تھے جنہیں براسی دس شمال کی طرف لے کے چلا تھا اور راستے میں محض اتفاق سے بر وقت پہنچ کر شہر مگارا کو اُس نے ایتھنز کے پنجے میں پڑنے سے بچا لیا تھا جس کا حال ہم اوپر پڑھ آئے ہیں ؛

معلوم ہوتا ہے کہ براسی ڈس بھولے سے اسپارٹہ میں پیدا ہو گیا تھا، ورنہ شجاعتِ ذاتی کے سوا اُس میں اور اُس کے ہم وطنوں میں اور کوئی بات مشترک نہ تھی۔ اور شجاعتِ ذاتی، براسی ڈس کے دیگر اوصاف میں گویا سب سے کم درجے کا وصف ہے۔ اُس نے ایسی بے چین طبیعت پائی تھی اور کارہائے مردانہ کا اس قدر جوش اُس کے دل میں بھرا ہوا تھا کہ اُسکے وہمی اور کاہل وجود ہم وطن اُسکی کوئی قدر و ہمت افزائی تک نہ کرتے تھے۔ اس میں اور لکدمونیوں میں دوسرا ما بہ الامتیاز یہ تھا کہ اُس کے ہم وطن اس بارے میں بدنام تھے کہ اُنہیں تقریر کرنی نہیں آتی۔ اور براسی ڈس میں خاص خطیبانہ قابلیت موجود تھی۔ پھر یہ کہ ملکی تعصبات سے وہ بالکل پاک تھا اور سیاسی مباحث میں حصہ لیتے وقت کبھی بُردباری، اعتدال اور متانت کو ہاتھ سے نہ دیتا تھا۔ اس کے علاوہ وہ مزاج کا بہت سادہ اور کھرا آدمی تھا۔ لوگوں کو کامل اعتبار تھا کہ وہ جو کچھ کہہ دیتا ہے اُس کے خلاف کبھی نہیں کرتا لیکن براسی ڈس کا سب سے بڑا وصف یہ ہے کہ وہ بیرونی ممالک میں بھی محبوب و ہر دل عزیز تھا۔ اور پردیسی اور اجنبی تک اُس کے گرویدہ ہو جاتے تھے۔

یہی وہ خوبی ہے جس نے براسی ڈس کی زندگی کے کارناموں کو چار چاند لگادیئے اور جسے دیکھکر شاید کسی طرح یقین نہ آسکتا تھا کہ وہ اسپارٹہ کے دُودمان سے ہے۔

بہر حال کچھ اپنی محل شناسی اور سُرعتِ رفتار کی بہ دولت اور کچھ پردکاس کی وجاہت کے طفیل، براسی ڈس تھسالیہ سے گزر گیا۔ حالانکہ یہ علاقہ لکدمونیوں سے ذرا بھی مواقفت نہ رکھتا تھا؛ پھر جب وہ مقدونیہ پہنچا تو پردکاس نے شمالی مقدونیہ میں لن سِس تیانیوں کے مقابلے میں اُس کی اعانت چاہی۔ لیکن براسی ڈس کالسی ڈیس پہنچنے کے لئے بیقرار تھا اور اُس نے کسی نہ کسی تدبیر سے اس قوم سے علٰحدہ قرار داد کرلی۔ پردکاس دیکھتا رہ گیا، اور براسی ڈس اکان توس اور دوسرے یونانی شہروں کو وابستۂ اتحاد بناتا ہوا مغرب میں دریاے ستریمُن تک بڑھا کہ شہر امفی پولس پر حملہ کرے جو نہ صرف تھریس میں سب سے ممتاز بلکہ ایتھنز کی کل سلطنت کے چیدہ مقامات میں داخل تھا؛ جاڑے کی سرورات میں کوچ کرتا ہوا جب وہ ستریمُن کے پُل پر پہنچا تو وہاں روکنے کے لئے پاسبانوں کی ایک قلیل جماعت ملی جسے اُس نے بلا دقّت مغلوب کرلیا؛ خود امفی پولس میں کسی قسم کی تیّاری نہ کی گئی تھی۔ لیکن براسی ڈس کو شہر پر بلا تکان حملہ کر دینے کی جرأت نہ ہوئی۔ اُسے انتظار تھا کہ خود شہر کے اندر جو لوگ مل گئے تھے وہ اس کا دروازہ کھول دیں گے۔ اتنے میں خود وہ گرد و نواح کے علاقے پر اپنا تسلط جماتا رہا۔ امفی پولس جیسے اہم مقام کا جنگ کے ایسے نازک وقت میں

اس طرح بے سروسامان پڑا رہنا، اُن دو سپہ سالاروں کی سخت مجرمانہ غفلت نظر آتی تھی جنھیں ایتھنز کے تھریسی مقبوضات سُپرد کیے گئے تھے۔ اِن میں ایک الوروس کا بیٹا توسی ڈای ڈیز (مؤرخ) تھا اور دوسرا یوکلیس۔ یوکلیس امفی پولس میں موجود تھا اور اُس کا پل پر اس قدر ناکافی پہرہ قائم کرنا ایسا قصور ہے جس کی کوئی تاویل نہیں ہوسکتی۔ ادھر توسی ڈای ڈیز کا ایسے وقت میں بیڑے کو تھاسوس لے کے چلا جانا، جہاں (لوگ الزام لگاتے تھے کہ) بعض کانیں خود اُس کی مملوکہ تھیں، سخت قابلِ مواخذہ کارروائی تھی۔ اُسے فوراً براسی ڈس کے پہنچنے کی اطلاع بھیجی گئی اور وہ سات جنگی جہاز لے کر بہ عجلت اسی روز شام کو ستری مُن کے دہانے پر آپہنچا تھا۔ لیکن اس اثناء میں براسی ڈس نے امفی پولس کے لوگوں کے سامنے اتنی آسان شرائط پیش کیں کہ وہ انہیں قبول کرچکے تھے۔ (۴۲۴ء ق م)۔ توسی ڈای ڈیز ذرا ہی بعد از وقت پہنچا تاہم دریا کے دہانے پر شہرِ ائیون کو اُس نے بچا لیا اور اس پر سے براسی ڈس کا حملہ بھی دفع کردیا۔

جنگِ پلوپنی سس کی تاریخِ کبیر جو توسی ڈای ڈیز نے لکھی ہے عجب نہیں کہ محض سقوطِ امفی پولس کی بہ دولت عالم وجود میں آئی ہو۔ کیونکہ اہل ایتھنز نے اپنے نہایت قیمتی علاقے کے نکل جانے کا انہی سپہ سالاروں کو الزام دیا۔ اور توسی ڈای ڈیز کو جلا وطنی کی سزا ملی۔ غالباً اتنی سخت سزا جس کا وہ مستحق نہیں معلوم ہوتا کلیون کی کوشش کا نتیجہ تھی جو توسی ڈای ڈیز سے کاوش رکھتا تھا۔ لیکن ایتھنز کا یہ بدنام سپہ سالار جلا وطنی ہی کے زمانے میں یونان کا سب سے

بڑا مورخ بنا - اور جیسا کہ خود تحریر کرتا ہے اس کو" اسی کنجِ عزلت میں بیٹھ کر اطمینان سے واقعاتِ جنگ دیکھنے کا موقع ملا - اور اب دونوں فریقوں سے میرا تعلق ایک سا تھا - یعنے جتنا پلوپنی سس والوں کے ساتھ تھا اتنا ہی جلا وطنی کی بہ دولت ایتھنز والوں کے ساتھ رہ گیا تھا"۔

دریائے سٹریمن پر مسلط ہونے کے بعد براسی ڈس پلٹ پڑا اور کالسی ڈیس کی شرقی اور بلند شاخ پر جتنے چھوٹے چھوٹے قصبے آباد تھے انہیں مطیع و منقاد کیا اور سی تھونیہ کے سب سے مستحکم شہر ترون پر قابض ہو گیا۔

۱۲- صلح کی سلسلہ جنبانی

اس عرصے میں اہل ایتھنز نے براسی ڈس کے فاتحانہ حملے روکنے کی کوئی تیاری نہ کی - ڈلیوم کی ہزیمت نے اُن کے حوصلے ایسے پست کر دیئے تھے کہ اب وہاں کے شہری تھریس جاکر پھر مشقتِ جنگ برداشت کرنے پر آمادہ نہ ہوتے تھے - اس بات کو ہمیشہ مدِ نظر رکھنا چاہیئے کہ تاریخِ یونان کی لڑائیوں میں ہم جن سپاہیوں کا حال پڑھتے ہیں وہ پیشہ ور سپاہیوں کی کوئی علٰحدہ فوج نہ ہوتی تھی بلکہ عام اہل شہر ہی جنگ کے وقت مجتمع کر لئے جاتے تھے؛ جنگ سے پہلو تہی کا دوسرا سبب یہ تھا کہ ایتھنز میں ایک فریق صلح کا حامی تھا اور اُس کے خاص سرگروہ نکیاس اور لاکیس نامی سپہ سالار تھے - اور اس فریق کو لوگوں کی افسردہ خاطری دیکھ کر بہت اچھا موقع مل گیا تھا کہ

اُنہیں صُلح پر مائل کرے۔ ادھر، لکدمونیوں کا جہاں تک تعلق ہے، وہ لوگ اہل ایتھنز سے زیادہ اور از خود صلح کے متمنی تھے۔ ایک طرف تو اُنہیں سفاگ تریا کے اسیرانِ جنگ کو چھڑانے کی فکر زیادہ ہوتی جاتی تھی اور دوسرے وہ خود اپنے ہم وطن براسی ڈس کی مساعی جنگ کو روک دینے کے خواہاں تھے۔ کالسی ڈیس میں جو کچھ کامیابیاں وہ حاصل کرچکا تھا اُن سے وہ فایدہ اٹھانا چاہتے تھے تاکہ اس سے قبل کہ اُسے کسی شکست کا منہ دیکھنا پڑے یا کیا کرایا کام خراب ہو جاے، اہل ایتھنز سے حسبِ دلخواہ شرائط پر صلح کرسکیں۔ علاوہ بریں براسی ڈس کے شجاعانہ کارناموں کی خبریں جب اسپارٹہ پہنچیں تو وہاں لوگوں کو خالص مسرّت نہ پیدا ہوی تھی بلکہ اس کی فتوحات حسد اور بدگمانی کی نظر سے دیکھی جانے لگی تھیں۔ غرض ان سب اسباب کا نتیجہ یہ ہوا کہ مارچ ۴۲۳ ق م میں ان دونوں ریاستوں کی ایک سال کے لئے ہنگامی صلح ہو گئی کہ اس عرصے میں فرصت اور اطمینان سے بیٹھ کر مستقل صلح کی شرائط طے پاسکیں۔

لیکن اسی زمانے میں کالسی ڈیس کی مغربی شاخ پر شہرِ سکیونہ نے ایتھنز سے سرتابی کی اور دستگیری کے لئے براسی ڈس کو بلایا۔ اس بغاوت سے چندہی روز بعد ہمسائے کے شہر مندہ نے بھی اُس کی تقلید کی۔ لیکن براسی ڈس کی فوجوں کو اس وقت شاہ مقدونیہ (پردکاس) تنخواہ دے رہا تھا اور اس لئے وہ مجبوراً لن سس تیاینیوں پر فوج کشی میں دوبارہ پردکاس کے ساتھ ہو گیا تھا۔ لن سس تیاینیوں کی کمک پر الیریہ والوں کی فوج آپہنچی تھی اور اس قوم کی خونخواری کا

ایسا رعب تھا کہ اُن کے آتے ہی اہل مقدونیہ کے حواس درست نہ رہے اور پردکاس کی تمام فوج بھاگ نکلی، اور براسی ڈس کی قلیل جمعیت کو اُس کے حال پر چھوڑ گئی کہ جس طرح ممکن ہو اپنا راستہ خود نکالے۔ براسی ڈس اُس وقت نہایت خطرے میں گھر گیا تھا تاہم صحیح سلامت اپنی فوج کو نکال لے گیا؛ مگر اس واقعے سے اس میں اور اہل مقدونیہ میں ناچاقی ہوگئی۔ ابن الوقت پردکاس نے پھر پہلو بدلا اور ایتھنز کے ساتھ ہوگیا اور اپنی نئی دوستی کے ثبوت میں، اُس نے اُن نوجوں کو تھسالیہ میں گزرنے سے روک دیا جو براسی ڈس کی کمک پر اسپارٹہ سے روانہ کی گئی تھیں۔

براسی ڈس ترون میں واپس آیا تو معلوم ہوا کہ ایتھنز کے ایک بیڑے نے شہر مندہ کو پھر لے لیا اور اب سکیونہ کو گھیر رہا ہے؛ واضح ہو کہ اسپارٹہ اور ایتھنز میں جو ہنگامی صلح ہوئی اُس کی اور سب جگہ پابندی کی جارہی تھی لیکن تھریس کی معرکہ آرائی کے معاملے میں فریقین "خاموشی، نیم رضا" برت رہے تھے اور ان لڑائیوں کا دوسرے مقامات کی ہنگامی صلح پر کچھ اثر نہ پڑنے دیتے تھے؛ بایں ہمہ سال کے خاتمے پر ایتھنز کی عام رائے میں نمایاں تبدیلی ہوگئی۔ پھر کلیون سب پر حاوی ہوگیا۔ اور وہ پریکلس کے اس اصول پر چلتا تھا کہ ایتھنز کے مقبوضات میں کوئی کمی نہ آنے پائے۔ اس موقع پر اُسے نظر آرہا تھا کہ جب تک براسی ڈس کی دراز دستی کو پوری مستعدی سے تھریس میں نہ روکا جائے گا ایتھنز کے مقبوضات کی سلامتی محال ہے۔ لہٰذا جب ہنگامی صلح کی میعاد ختم ہوئی تو اُس نے اپنے حسب منشا

یہ تحریک منظور کرالی کہ امفی پولس کو دوبارہ تسخیر کرنے کے لئے ایک مہم روانہ کی جاے ؛

۱۳- جنگ امفی پولس اور معاہدۂ نکیاس

کلیون تیس ۳۰ جہاز لے کے تھریس روانہ ہوا- جہازوں میں ۱۲ سو ایتھنزی ہمپ لیت اور ۳ سو سوار ایتھنز اور نیز اتحادیوں کے ساتھ تھے ؛ ابتدا ہی میں اُسے ایک معقول کامیابی تو یہ حاصل ہوئی کہ تروِن پر قبضہ ہوگیا اور وہاں کا لکدمونی عامل گرفتار کرلیا گیا- براسی ڈس اسے نجات دلانے پہنچا تو وقت نکل چکا تھا؛ اس کے بعد کلیون نے دریاے سترِیمن کے دھانے پر ائیون کو اپنا مستقر بنایا اور مزید کمک آجانے تک یہیں قیام کرنے کا ارادہ کیا ؛

ادھر براسی ڈس، دریائے سترِیمن کی دوسری طرف، شہر امفی پولس کے بالائی رُخ ایک پہاڑی پر خیمہ زن تھا ؛ ایتھنزی سپاہی اپنے سپہ سالار کے اس طرح بیکار پڑے رہنے پر جیں بجبیں ہورہے تھے - لہذا کلیون ایک روز موقع کی دیکھ بھال کے لئے نکلا اور امفی پولس کی شہر پناہ کے قریب تک پہنچ گیا تھا کہ اُس وقت یہ بھید کھلا کہ براسی ڈس اُن کو دیکھتے ہی چپکے سے شہر کے اندر اُتر آیا اور اب حملہ کیا چاہتا ہے ؛ فوراً سپاہیوں کو واپسی کا حکم دیا گیا لیکن اس کی بے پروائی سے تعمیل ہوئی اور براسی ڈس دفعتاً ۱۵۰ سپاہی لے کر اُن پر آپڑا اور پوری قطار درہم برہم کردی ؛ کلیون اپنے ساتھیوں سمیت بھاگا اور بھاگتے میں تیر کھا کے مارا گیا- لیکن ادر

ہر طرف اہل ایتھنز نے جم کر مقابلہ کیا اور اسی گھمسان میں براسی ڈس نے مہلک زخم کھایا۔ وہ اتنی ہی دیر جیا کہ فتح میں کچھ شک باقی نہ رہا لیکن خود اُس کی موت ایسی شکست تھی جس نے اس فتح کی تمام خوشی کو رنج و حسرت سے بدل دیا تھا۔ امفی پولس والوں نے اوتار یا سورما بنا کے اُس کی تجہیز وتکفین کی، اُس کے نام قربانیاں کیں اور اس کی یادگار میں سالانہ تہوار منایا جانے لگا۔

براسی ڈس کے مرتے ہی صلح کی سب سے بڑی رکاوٹ دُور ہوگئی۔ کیونکہ اب کوئی شخص نہ اس قابل تھا نہ آمادہ کہ تھریس میں براسی ڈس کے وسیع منصوبوں کی تکمیل کا پھر بیڑا اٹھاتا۔ ادھر کلیون کی شکست اور موت نے نکیاس اور صلح جُو فریق کو مختار کار بنا دیا تھا۔ غرض صلح کی گفتگو شروع ہوئی اور تمام موسم خزاں اور سرما میں طویل بحث مباحثے کے بعد ماہ مارچ کے آخر میں صلح نامہ مکمل ہوگیا۔ (۴۲۱ ق م)۔ قیام امن کی یہ قرار داد (جس کے بانی مبانی نکیاس اور اُدھر اسپارٹہ کا بادشاہ پلیس تو ناکس تھے) پچاس سال کے لئے ہوئی تھی۔ اور اس کی رو سے ایتھنز کو پیلوس اور کیتھرا سمیت تمام علاقے جو جنگ پلوپنی سس میں اُس نے چھینے تھے واپس دینے پڑے۔ مگر نیسایا اور ساحل اکرنانیہ کی دو بندرگاہیں اپنے قبضے میں رکھنے پر اہل ایتھنز اڑے رہے۔ یہ بندرگاہیں، سُلیُن اور اناک ٹرِیُن تھیں جہاں سے کرکایرا کی بحری شاہ راہوں کی نگہبانی کی جا سکتی تھی۔ اور لکدمونیوں نے امفی پولس، اکان توس وغیرہ تھریس کے جو شہر لئے تھے، انہیں واپس دیدیا۔ اور فریقین نے

جنگ میں جن سپاہیوں کو اسیر کیا تھا، اُن سب کو آزادی مل گئی ؛

جب متحدہ ریاست ہائے پلوپنی سس کے نائبین کے سامنے یہ شرائط پیش کی گئیں تو سُلئین اور اناک تُریئُن کو چھوڑ دینے پر اہل کورنتھ بہت ناراض ہوئے۔ مگارا کو نیسایا کے حوالے کردیئے جانے پر نہایت غصہ آیا۔ اور اہل بیوشیہ کو کوہ ستھی رُن کا ایک قلعہ نیاگ تُن چھوڑنا ناگوار ہوا جسے انھوں نے اُسی زمانے میں فتح کیا تھا؛ لیکن وہ خوش ہوں یا ناراض، ایتھنز اپنی ان شرائط میں کوئی کمی گوارا نہ کرسکتا تھا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ صلح ناقص رہی۔ اتحاد پلوپنی سس کی سب سے با اثر ریاستوں نے اُن شرائط کے قبول کرنے سے انکار کردیا اور علاقہ الیس بھی اُن کا شریک ہوگیا۔ غرض اس مقصد میں کہ جو حصارِ امن و صلح بنایا جائے وہ دیرپا ہو، نکیاس کی سیاسی داد وستد بالکل ناکام ثابت ہوئی ؛

باب یازدہم

سلطنت ایتھنز کا زوال اور خاتمہ

۱- ارگوس کے ساتھ نیا سیاسی اتحاد

عہد نامہ نکیاس سراسر ناکام رہا۔ نہ صرف کورنتھ اور بعض دوسرے حلیفوں نے شرائط صلح ماننے سے انکار کیا بلکہ جن فریقین نے دستخط کردئیے تھے انہیں بھی اپنی قرارداد شرائط پر عمل کرانے کی کوئی صورت نہ نظر آئی۔ اہل کالسی ڈیس امفی پولس کے حوالے کرنے پر رضامند نہ ہوے اور اسپارٹہ والوں کی اُن پر کوئی زبردستی نہ چل سکتی تھی۔ اس پر ایتھنز نے سفاک ٹریا کے قیدیوں کو چھوڑنے سے انکار کیا تو یہ حق بجانب تھا۔ مگر اسپارٹہ انہیں جس طرح بنے آزادی دلانے کیلئے

بیقرار ہورہا تھا اور اُس نے نہ صرف صُلح بلکہ اپنے سابق دشمن (ایتھنز) کے ساتھ ایک دفاعی اتحاد کرنے کی تدبیر سوچی۔ یہ تجویز جس کی نکیاس نے بڑی گرمجوشی سے تائید کی قبول کرلی گئی اور آخر کار اسپارٹیٔ اسیرانِ جنگ کو نجات حاصل ہوئی۔ مگر پیلوس اور کیتھرا اب بھی ایتھنز کے قبضے میں رہے؛ اسپارٹہ کے ساتھ ایسا اتحاد کرنا اتھنز کی غلطی تھی۔ اُسے کچھ فائدہ حاصل نہ ہوا اور قیام امن کی بہترین ضمانت (یعنی اسپارٹہ کے قیدی) اس کے ہاتھ سے نکل گئی؛ ادھر اس کا فوری نتیجہ یہ ہوا کہ ریاست ہائے پلوپنی سس کی انجمن اتحاد جو اسپارٹہ کی سیادت میں قائم تھی، ٹوٹ گئی۔ کورنتھ، مان تینیا اور الیس نے سمجھا کہ اُن کے سرگروہ اسپارٹہ نے اُنہیں نہ صرف دغادی بلکہ عجب نہیں کہ ایتھنز کی طرف سے مطمئن ہوکے، اب وہ پلوپنی سس میں بالکل فرعون ہوجائے اور جو چاہے وہ کرے۔ پس کورنتھ کی شہ سے ان ریاستوں نے ارگوس کے ساتھ ایک جدید اتحاد قائم کیا۔ اور اب یہ ریاست (ارگوس) پھر یونانی تاریخ کے منظرِ عام پر جلوہ گر ہوتی ہے؛ کالسی ڈیس (تھریس) والوں نے اس اتحاد میں شرکت کی اور اس طرح یونان کی دو سربرآوردہ ریاستوں (یعنی ایتھنز و اسپارٹہ) کے مقابلے میں ایک نیا حریف صف آرا ہوگیا جسے عہدنامہ نکیاس کے تسلیم کرنے سے انکار تھا؛

مگر اگلے ہی سال (۴۲۰ق م میں) ایتھنز کی ایک نئی

کرشمہ ساز قوت نے ان ناپایدار فرقہ بندیوں کا تار و پود بکھیر دیا۔ کلیناس کا بیٹا الکی بیادیز جمہوریت پسند گروہ کا ہم آہنگ ہوگیا تھا اور پری کلیس کے ہم خاندان ہونے کے اعتبار سے اسی گروہ کی حمایت گویا ورثے میں اُسے مِلی تھی؛ یہ صاحب ثروت نوجوان غیر معمولی حسن و جمال اور ذاتی اوصاف کے ساتھ، نمود و نمایش کا شائق اور اس درجے بے ادب تھا کہ اس کے ہم وطن بعض اوقات اس کی بیہودگیوں کی تاب نہ لا سکتے تھے؛ وہ اپنی مردانگی کے جوہر دلیوم کی لڑائی میں دکھا چکا تھا جہاں اس کی جان اُس کے دوست حکیم **سقراط** نے بچائی۔ خداداد قابلیت اور ہمّت مردانہ کے سوا یہ دونوں ہر لحاظ سے ایک دوسرے کی ضد تھے مگر ان کی دوستی تاریخ میں مشہور ہے اور یہ تعلّق اِس نوجوان مُدبّر کی ذہنی تربیت کے حق میں یقیناً نہایت سُود مند تھا۔ لیکن الکی بیادیز اپنے سیاسی عقائد میں فریق بندی کے اُصول کا مطلق قائل نہ تھا اور اب بھی وہ صلح پسند فریق کے خلاف میدان میں آیا تو اس کی وجہ سوائے اس کے کچھ نہ تھی کہ اِس وقت اُسے جنگ اور فتوحات ہی کے ذریعے شہرت و اقتدار حاصل کرنے کی اُمید تھی۔

ادہر اسپارٹہ میں ایتھنز کے خلاف اور جنگ کا خواہاں ایک فریق پیدا ہوگیا تھا جو ارگوس کے ساتھ رشتۂ اتّحاد جوڑنے کی فکر میں تھا؛ اسی کے توڑ میں الکی بیادیز کو یہ تدبیر سوجھی کہ تمام جمہوری حکومتوں کی ایک انجمن بنائی جائے۔ چنانچہ اُس نے

ارگوس اور اُس کے حلیف الیس و مان تینیا کے ساتھ سو برس تک اتحاد کا معاہدہ طے کرلیا۔ (سنہ ۴۲۰ ق م) اور آیندہ موسم سرما میں سازباز کرکے اولمپی تہوار سے بھی لکدمونیوں کو خارج کرادیا۔ اخراج کا سبب یہ بیان کیا گیا کہ انھوں نے اس مُبارک زمانے میں لیپ ریئن پر حملہ کیا اور مذہبی عہدو پیمان کی خلاف ورزی کی؛ اسی سال الکی بیادیز رتھ کی دوڑ جیتا اور اسطرح گو الکی بیادیز کی عام شہرت اور قوت بڑھی لیکن اسپارٹہ اور اثینز میں سخت کشیدگی ہوگئی؛ بایں ہمہ امن نامہ نکیاس ابھی تک باضابطہ منسوخ نہیں ہوا تھا؛

سالِ آیندہ (سنہ ۴۱۹ ق م) موسم بہار میں الکی بیادیز کے اغوا سے اہل ارگوس نے علاقہ اپی ڈوروس پر چڑھائی کی مگر الکی بیادیز ان حلیفوں کو اپنے ہم وطنوں سے کوئی کافی امداد نہ بھجوا سکا، اور اہل اسپارٹہ نے انتقام لینے کی غرض سے شاہ ایجیس کے زیر علم خاص ارگوس کے علاقے پر فوج کشی کی۔ فریقین کا نمیہ کے قریب میدان میں مقابلہ ہوا اور معلوم ہوتا ہے نتیجہ اس قدر غیر یقینی تھا کہ دونوں طرف کے سپہ سالاروں نے لڑائی کی بجائے چار مہینے کی ہنگامی صلح کرلی؛ دونوں طرف نقیب صلح کی منادی کرچکے تھے کہ الکی بیادیز کچھ فوج کے ساتھ ارگوس پہنچا اور اتحادیوں کو اُبھارا کہ ہنگامی صلح کی کچھ پروا نہ کریں اور پھر لڑائی چھیڑ دیں۔ اس اثینزی فوج کے سپہ سالار، لاکیس اور نکوس ٹراتوس تھے؛ مگر جب

اتحادیوں نے لِپ ریَن کو دوبارہ لینے کے لئے چلنے سے انکار کیا تو الیس کی فوج الگ ہوگئی - اور چونکہ اس کی تعداد ۳ ہزار تھی لہذا اُس کے ساتھ چھوڑ دینے سے اتحادیوں کی قوت اور بھی کمزور ہوگئی اور اسی حال میں اُن کو مان تینیا کے بچانے کی غرض سے بہ عجلت جنوب کی طرف روانہ ہونا پڑا کیونکہ اِس عرصے میں ایجیس شاہ اسپارٹہ اُس پر بڑھ رہا تھا اور تیگیا کی فوج بھی اُس کے ہمرکاب تھی ۔

دونوں فوجوں کا مان تینیا کے قریب سامنا ہوا اور آخرکار ایک معرکے کی لڑائی ہوئی ۔ دونوں طرف ، سپاہیوں کا شمار بھی دس دس ہزار کے قریب ضرور تھا۔ (۴۱۸ ق م) اور کچھ عرصے تک لڑائی برابر تلی رہی - اور جب ایک ہزار ارگوسی جوان دشمن کی صف چیر کر اندر گھس گئے تو کچھ معلوم نہ ہوتا تھا کہ فتح کس کی ہوگی - آخر لکدمونی سپاہ کو غلبہ ہوا اور لاکیس اور نکوس ترا توس دونوں کام آئے ۔ اسپارٹہ کی سطوت کا آفتاب جو سفاک تریا کی ہزیمت کے بعد گہنا گیا تھا اس فتح سے پھر چمک اٹھا اور ساتھ ہی جزیرہ نمائے پلوپنی سس کی حالت میں اس معرکے نے انقلاب پیدا کردیا - ارگوس میں جمہوریت کا نظام درہم برہم اور پھر حکومت خواص کا دور دورہ ہوگیا اور اس حکومت نے ایتھنز سے رشتہ اتحاد توڑ کے اسپارٹہ کے ہاتھ میں ہاتھ دے دیا - اسی طرح مان تینیا ، الیس اور اکائی ریاستیں بھی دوبارہ فریق غالب سے جا ملیں اور ایتھنز پھر سب سے الگ اور تنہا رہ گیا ۔

ارگوس کو جو مدد دی گئی وہ کچھ بھی کارگر نہ ثابت ہوئی اور اسی لئے غالباً لوگ نکیاس سے ناراض ہوگئے تھے جسے دیکھکر جمہوریت پسندوں کے سرگروہ ہیپربلوس نے فتوئ عام کی تحریک کی۔ اور وہ سمجھتا یہ تھا کہ خود نکیاس کے ہوا خواہ الکی بیادیز کے خلاف رائے دیں گے لیکن الکی بیادیز نے اپنی حالت مخدوش دیکھی تو نکیاس کے ساتھ سازباز کرلیا اور اب دونوں کے طرفداروں نے اپنے ٹھیکروں پر ہیپربلوس کا نام تحریر کیا اور خود اس فانوس گر کو جلا وطنی کا منہ دیکھنا پڑا۔ (۴۱۷ ق م) ایتھنز میں فتوئ عام کی یہ آخری نظیر ہے۔ اس کے بعد وہاں یہ سلسلہ موقوف ہوگیا اور جمہوری آئین کے تحفظ کے لئے صرف "گرافہ پرانومن" کا قانون کافی سمجھا جانے لگا جس کی رُو سے آئین سلطنت میں تبدیلی پیدا کرنے والے پر مقدمہ دائر ہوسکتا تھا اور قانون مذکور کی خلاف ورزی ثابت ہو تو مجرم سزائے موت کا مستوجب ہوتا تھا ۔

نکیاس کی زیرِ قیادت جو مہم اس سال کالسی ڈلیس بھیجی گئی تھی وہ ناکام رہی۔ لیکن سالِ آیندہ جزیرۂ ملوس کو جو اُب تک ایتھنز کے مقبوضات میں شامل نہ تھا، بغیر کسی معقول عذر کے گھیرلیا گیا اور جبراً ہتھیار رکھوا لئے۔ پھر تمام باشندے یا قتل کرادئے گئے یا انہیں لونڈی غلام بنا لیا اور جزیرے میں ایتھنز کے باشندوں کو لا کے بسادیا گیا۔ (۴۱۶ ق م) ۔

۲- صقالیہ کی مہم

پانچویں صدی قبل مسیح میں ایتھنز کے ارباب بست و کشاد بار بار اپنی نظریں مغرب میں سمندر پار کے یونانی علاقوں پر ڈالتے تھے؛ شہر سگستا اور پھر لیون تینی اور رگیوم سے ایتھنز کا پیمانِ اتحاد ہوگیا تھا اور اس علاقے میں عام طور سے یہ امر اس کے مرکوزِ خاطر تھا کہ ڈورئین ریاستوں اور خاص کر کورنتھ کی قدیم نوآبادی سیراکیوز کے مقابلے میں، آیونیانی شہروں کی حمایت کرے؛ ۴۲۷ق م میں باشندگان لیون تینی نے ایتھنز کو سفارت بھیجی اور التجا کی کہ سیراکیوز سے انہیں بچایا جائے جو اُن کی آزادی چھیننے کے درپے نظر آتا تھا۔ قریب قریب تمام ڈورئین ریاستیں سیراکیوز کی طرف تھیں اور کتانہ، رگیوم، کمارینا اور نکسوس لیون تینی کے حامی و مددگار تھے؛ فن خطابت کا مشہور معلّم گرگیاس بھی اسی سفارت میں شامل تھا اور اُس کی آمد کا ایتھنز میں غلغلہ بپا ہوگیا تھا۔ مگر صقالیہ کے معاملات پر توجہ دِلانے کے لئے اُس کی جادو بیانی کی بھی چنداں ضرورت نہ تھی۔ اہل ایتھنز خود ایسا موقع تلاش کرتے تھے اور اُنھوں نے لاکیس کی سرداری میں فوراً ایک فوج روانہ کردی۔ لیکن شہر مسانا کو اتحاد ایتھنز میں شریک کرلینے کے سوا اور اس مہم نے کوئی خاص کام انجام نہ دیا اور جب تک دوسرا بیڑا ۴۲۵ق م میں یوری مدن اور سفاکلیس لے کر وہاں جائیں

خود مِسانا اُن سے منحرف ہوگیا۔ کیونکہ ان سپہ سالاروں کو پیلوس اور کرکایرا کے اُن معرکوں سے بہت دن تک فرصت ہی نہ مل سکی، جن کا ذکر ہم پہلے پڑھ آئے ہیں +

اس کے بعد شہر گِلا میں صقالیہ کے یونانیوں کا جلسہ ہوا کہ وہ صورتِ حالات پر غور کرے۔ اور اس میں ہرموکراتیس باشندۂ سیراکیوز اس اُصول کی وکالت میں سب سے پیش پیش تھا کہ اہالی صقالیہ اپنے اندرونی تنازعات کا تصفیہ خود کریں اور ایتھنز یا کوئی اور بیرونی طاقت مداخلت کرے تو سب ملکر اُس کا مقابلہ کریں؛ لیکن اس جلسے کو زیادہ عرصہ نہ گزرا تھا کہ لیون تینی کے باشندوں میں باہم فساد پیدا ہوا اور یہ موقع پاتے ہی سیراکیوز نے اس شہر پر قبضہ کرلیا۔ اب صاف ظاہر ہوگیا کہ سیراکیوز بیرونی مداخلت کا محض اس لئے مخالف ہے کہ خود سب پر حاوی ہوجائے اور بلا اندیشہ راج کرے؛ پس دوبارہ ایتھنز سے دستگیری کی التجا کی گئی۔ مگر جزیرہ ملوس کی تسخیر تک اہل ایتھنز نے اس معاملے میں کوئی خاص کارروائی نہیں کی +

لیکن ملوس کی فتح کے سال یعنی ۴۱۶ء ق م میں پھر سِگستا نے صدائے استعانت بلند کی۔ اور یہ شہر اُس وقت ریاستِ سلینوس اور لیون تینی کے جلا وطن باشندوں سے لڑائی میں اُلجھ رہا تھا؛ حکومت ایتھنز نے اول اپنے ایلچی روانہ کئے کہ سِگِستا جو مصارفِ جنگ برداشت کرنے کا اقرار کرتا ہے، پہلے اُس کے مداخل یا وسائلِ آمدنی معلوم کرلئے جائیں؛ اُنھوں نے

واپس آکے اہل سِگِسیا کی بے شمار دولت کے وہ وہ رنگین قصّے بیان کئے کہ لوگوں کے منہ میں پانی بھر آیا؛ دُور اندیش نکیاس وہاں مہم بھیجنے کا مخالف تھا مگر ملوس کی تازہ فتح سے لوگ پھول گئے تھے اور ایک بعید وغیر معروف اقلیم میں کشور کشائیوں کا خیال بہت دلفریب تھا لیکن نادانی سے نکیاس کی نہ سننے کے علاوہ انھوں نے اس سے بھی بڑھ کر حماقت یہ کی کہ نکیاس ہی کو اس مہم پر بھیجا جس کا وہ سرے سے مخالف تھا، اور الکی بیادیز اور لاماکوس کے ساتھ اُسے سپہ سالار مقرر کردیا ؂

فوج جہازوں میں سوار ہونے کے لئے تیار تھی کہ یہ پُر اسرار واقعہ اُس کی تاخیر کا سبب ہوگیا کہ ماہ مئی میں (۴۱۵ ق م) ایکروز صبح کو ہرمیس دیوتا کی مورتیں ٹوٹی ہوئی ملیں۔ یہ چوکور پتھّر کی مورتیں ایتھنز کے مندروں اور عام مکانات کے دروازوں کے سامنے لگی ہوئی تھیں اور ان کی کسی نے راتوں رات صورت بگاڑدی تھی؛ الکی بیادیز کے دشمنوں نے موقع پاتے ہی اُسے بھی اس گناہِ کبیرہ کے ارتکاب میں شریک بنانا چاہا اور جب الکی بیادیز نے اصرار کیا کہ بیڑے کے روانہ ہونے سے پہلے اُسے اپنی صفائی کا حق دیا جائے تو اُس کے دشمنوں نے اس کی واپسی تک جرم کی سماعت ملتوی کرادی؛ غرض بیڑا روانہ ہوگیا۔ اور توسی ڈای دیز کا بیان ہے کہ ایسا شاندار بیڑا کبھی کسی یونانی ریاست نے آراستہ نہ کیا تھا۔ اُس میں ۱۳۴ (سہ طبقہ) جنگی جہاز تھے اور چھوٹی کشتیوں کی تعدادِ کثیر ساتھ تھی۔ صرف ہِپ لیت ۵۱۰۰

تھے اور کُل سپاہیوں کا شمار ۳۰ ہزار سے بھی اوپر پہنچتا تھا۔
بیڑے نے رگیوم پہنچ کے قیام کیا جہاں کئی باتیں خلافِ توقّع نکلیں۔ اول تو رگیوم کے لوگ اُن سے ایسے الگ الگ رہے جس کی ایتھنزیوں کو اُمید نہ تھی۔ دوسرے انہیں پورا یقین تھا کہ مہم کے مصارف سِگِستا کی دولت مند ریاست برداشت کرے گی۔ مگر اب معلوم ہوا کہ جب ایتھنز کے ایلچی وہاں آئے تھے تو سِگِستا والوں نے اپنے اور دوسرے شہروں کے قیمتی قیمتی ظروف جمع کر کے، ہر گھر میں انہی ظروف سے ایلچیوں کی دعوتیں کی تھیں اور مہمانوں کو یقین دلا دیا تھا کہ ہر شخص جو اِس تکلّف وشان کے ساتھ علیحدہ علیحدہ میزبانی کا حق ادا کر رہا ہے اس بیش قیمت سازو سامان کا خود مالک ہے۔
یہ حقیقت نہایت حوصلہ فرسا تھی لیکن محض اس بناء پر مہم سے دست بردار ہو جانے کا نکیاس سمیت کسی کو بظاہر خیال تک نہ آیا۔ جنگ کے متعلّق رگیوم میں مجلس شوریٰ منعقد کی گئی۔ اور نکیاس نے رائے دی کہ جہازوں کو بطور مظاہرہ ہر طرف پھرایا جائے جہاں بلا دقّت کچھ ہاتھ آسکے اُس پر قبضہ کر لیا جائے اور جوکھوں میں پڑے بغیر لیون تینی کی جس حد تک ممکن ہے مدد کی جائے۔ الکی بیادیز نے تجویز پیش کی کہ صقالیہ کی ریاستوں سے سازباز کرنے کی پوری کوشش کی جائے اور جب وہ مل جائیں اور ہمیں تقویت حاصل ہو جائے تو سلی نوس اور سیراکیوز کو جس طرح بن پڑے مجبور کیا جائے کہ وہ سِگِستا اور لیون تینی کا حق

واپس دیں۔ مگر لاماکوس ان تمام معاملات پر ایک سپاہی کی حیثیت سے نظر ڈالتا تھا اور اُس نے صلاح دی تھی کہ سیراکیوز پر اس حال میں کہ ابھی وہاں کے لوگ تیار ہونے نہیں پائے ہیں، بلا تاخیر حملہ کردیا جائے۔ لیکن سیراکیوز کی قسمت اچھی تھی کہ میدانِ رزم کے سوا، لاماکوس کا کہیں کچھ اثر نہ تھا۔ اور جب وہ اپنے ہم منصبوں کو قائل نہ کرسکا تو آخر اُس نے بھی الکی بیادیز کے منصوبے کی تائید میں رائے دے دی ؛

نکسوس اور کتانہ کو ملالینے میں کامیابی ہوگئی۔ ایتھنز کے بیڑے نے سیراکیوز کی بڑی بندرگاہ میں جنگی مظاہرہ کیا اور ایک جہاز کو بھی پکڑلیا۔ لیکن اس کے سوا اور کچھ کرنے نہ پائے تھے کہ ایتھنز سے الکی بیادیز کی بازطلبی کا فرمان پہنچا کہ مذہبی توہین کے مقدمے میں حاضرِ عدالت ہو۔ اصل یہ ہے کہ ایتھنز میں ہرمیس کی مورتوں کے توڑے جانے پر پھر مذہبی بحران طاری ہوا تھا اور اثنائے تحقیقات میں بعض اور بے حرمتی کی باتوں کا (خاص کر الیوسسی تہوار "مستریز" کے قواعد کی خلاف ورزی کا) حال کھلا تھا اور الکی بیادیز بھی انہی الزامات کی لپیٹ میں آگیا تھا۔ غرض اُسے واپس لانے کے لئے "سلامینیا" نامی جہاز بھیجا گیا اور وہ اُس میں بیٹھکر شہر تھری تک آیا۔ مگر وہاں پہنچ کر فرار ہوگیا۔ اہل ایتھنز نے اُسے اور اُس کے بعض اہل خاندان کو سزائے موت کا مستوجب قرار دیا اور اُس کی املاک ضبط کرلی گئی ؛

صقالیہ میں، الکی بیادیز کے جانے کے بعد، سال کا باقی زمانہ چھوٹے چھوٹے کاموں میں ضائع ہوتا رہا جن کا کوئی مفید نتیجہ نہ نکلا۔ آخر جب سردی آگئی (۴۱۵ق م) تو سیراکیوز کی فوج دھوکا کھاگئی اور اسی دھوکے میں کہ دشمن بے خبر پڑا ہے، وہ اس کی قیام گاہ پر اچانک حملہ کرنے کی غرض سے کتانہ روانہ ہوئی۔ اور اُدھر ایتھنزی لشکر جہازوں میں سوار ہوکے خود سیراکیوز کی بڑی بندرگاہ میں جا اُترا۔ اور جب سیراکیوزی سپاہ واپس آئی تو محارباتِ صقالیہ کا پہلا معرکہ ہوا جس میں اہل ایتھنز نے فتح پائی۔ لیکن کامیابی پانے کے باوجود دوسرے ہی دِن نکیاس نے پھر فوجوں کو جہاز میں سوار ہونے اور کتانہ واپس چلنے کا حکم دیا۔ اس کارروائی کے وہ متعدد عذر پیش کرتا تھا۔ مثلاً سردی کا موسم، اور یہ کہ ہمارے پاس نہ سوار فوج ہے نہ روپیہ نہ کوئی حلیف و مددگار؛ غرض وہ تو گیا اور سیراکیوز کو تیاریاں کرنے کی فرصت مل گئی۔

حقیقت میں، معلوم یہ ہوتا ہے کہ خود تقدیر ایتھنز کی دشمنی کے درپئے تھی؛ اگر نکیاس نہ ہوتا تو گمان غالب یہ ہے کہ الکی بیادیز اور لاماکوس، سیراکیوز کو فتح کرلیتے۔ لیکن ایتھنز نے نکیاس کے نامُساعد انتخاب پر ہی اکتفا نہ کی تھی بلکہ الکی بیادیز کی شرکت سے محروم کرکے، گویا خود مہم کی جان نکال لی تھی۔ اور یہ پُرجوش شاطِر جس مستعدی کے ساتھ اُسے ترتیب دے کے لایا تھا اب اسی مستعدی سے اسکی

تخریب میں کوشاں تھا؛ وہ اسپارٹہ پہنچا اور جس وقت سیراکیوز کی سفارت اسپارٹہ سے مدد کی التجا کرنے آئی تو وہ بھی مجلس کے خاص اُس جلسے میں موجود تھا جس میں سفیروں کو اہل اسپارٹہ نے باریاب کیا۔ اور اُسی نے اُن سے اصرار کیا کہ یہ دو کارروائیاں ضرور کی جائیں:۔ ایک تو فوراً اسپارٹہ سے کوئی سپہ سالار صقالیہ بھیج دیا جائے کہ وہاں مدافعت کا انتظام کرے۔ اور دوسرے ایٹی کا کے مقام دِکلیہ کو مورچہ بند کردیا جائے اور یہ وہ سخت آفت تھی جس سے اہل ایتھنز ہمیشہ خائف و ترساں رہتے تھے؛ پھر جب لکدِمونیوں نے اس کی صلاح پر عمل کیا اور گِلپّس نامی سردار کو سیراکیوزی افواج کا سپہ سالار بنا کے صقالیہ روانہ کیا، تو کہنا چاہیئے کہ عین اُس وقت جب کہ یونان کی قسمت کانٹے میں تُلی ہوئی تھی الکی بیادیز کی پُر وزن تقریر نے اُس کا ایک پلڑا جھکا دیا؛ اسپارٹہ سیراکیوز کا پشت پناہ بن گیا اور کورنتھ نے بھی اپنی قدیم نوآبادی کی اعانت کیلئے جہاز روانہ کئے۔

۳۔ محاصرۂ سیراکیوز ۴۱۴ ق م

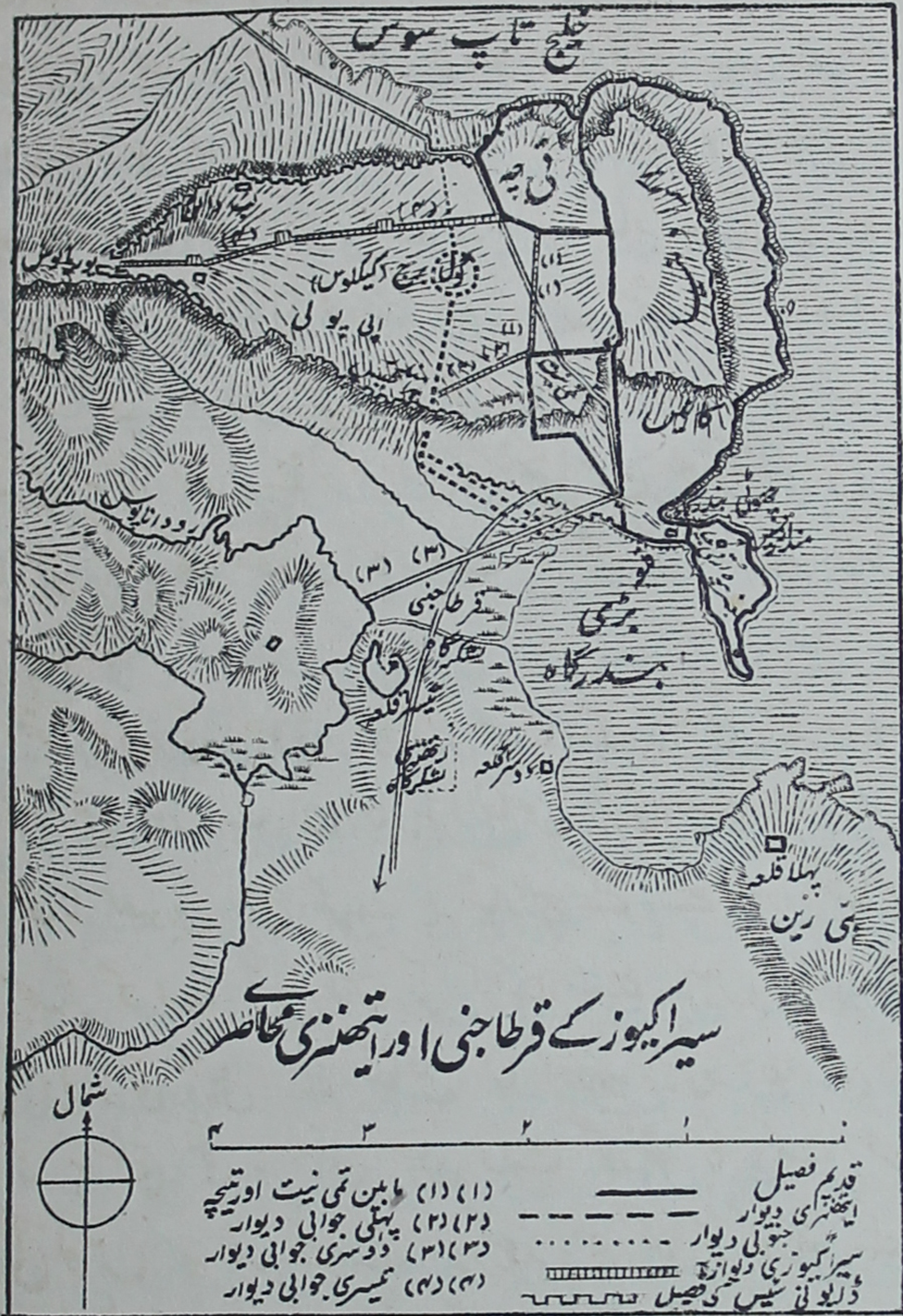
اس شہر کا قلب اور تمام آبادی کا مرکز ہمیشہ سے جزیرۂ اُرتیجیا تھا۔ لیکن اپی پولی یعنی اس لمبی پہاڑی کی جنگی اہمیت سے بھی قطع نظر نہ کی جاسکتی تھی جو بڑی بندرگاہ کے شمالی پہلو کو گھیرے ہوئے تھی۔ جب سے ساحل اور جزیرے کے

درمیان پانی کی تنگنائے کو پاٹ دیا گیا تھا، لوگ پہاڑی کی بلندی
پر مکانات بنانے لگے تھے۔ اور آخر میں شمال سے جنوب تک
ایک دیوار کھینچ کے پہاڑی کے مشرقی حصّے کو محفوظ اور آبادی
کے اندر لے لیا گیا تھا۔ پہاڑی کے اس حصّے کو اک رادینا
کہتے تھے۔ اور کچھ عرصے بعد اک رادینا کی طرح اس کے شمال
مغرب میں تیچہ کی آبادی بھی شہر پناہ کے اندر لے لی گئی
تھی۔ غرض اب اِپی پولی صرف اُن بلندیوں کا نام رہ گیا تھا
جو اِن دونوں آباد حصوں کے علاوہ تھیں۔

ہرموکراتیس کو اہل سیراکیوز نے سپہ سالار منتخب کیا تھا
اور وہ ان پہاڑی بلندیوں پر نگرانی رکھنے کی ضرورت بخوبی جانتا
تھا چنانچہ اپی پولی کی حفاظت کے لئے ۶ سو جوان چن لئے
گئے تھے۔ لیکن عین اُس وقت جب کہ یہ سپاہی جمع کئے جا رہے
تھے، اہل ایتھنز اُن کے سر پر آموجود ہوئے؛ انھوں نے ایک
رات پہلے کتانہ سے جہازوں کا لنگر اٹھایا تھا اور کھیتے ہوئے
اِپی پولی کے شمالی رخ سے خلیج میں داخل ہوگئے تھے۔ اور
اس سے قبل کہ سیراکیوز والوں کو کچھ خبر ہو اُن کے سپاہی
جلدی جلدی اوپر چڑھ کر اِپی پولی پر قابض ہو چکے تھے؛ پھر اُسی
جگہ شمالی چوٹیوں کے قریب انھوں نے اُس مقام کو مورچہ بند
کرلیا جو لب دالُن کہلاتا تھا۔

محاصرین کا منصوبہ یہ تھا کہ شمال کی چوٹیوں سے جنوب
میں بندرگاہ تک پہاڑی پر ایک دیوار بنادی جائے جس سے

خشکی کا راستہ منقطع ہوجاتا تھا۔ اور سمندر کی طرف سے آمد رفت مسدود کرنے کے لئے مقام تاپ سوس پر بیڑا موجود تھا کہ جبوقت ضرورت ہو بڑی بندرگاہ کے اندر گھس جائے؛ اسی نقشے کے مطابق انھوں نے پہلے ایک مرکزی مقام پر وہ گول برج تعمیر کیا جس کا نام "کیکلوس" یعنی دائرہ تھا۔ اور مطلب یہ تھا کہ وہاں سے شمال اور جنوب دونوں طرف دیوار بناتے ہوئے لے چلیں؛ اہل سیراکیوز نے اس کی تعمیر کو روکنے کی بھی کوشش کی تھی۔ مگر کامیابی نہ ہوئی تو خود ایک جوابی دیوار مقام "تمی نیت" سے جانب معترض بنانی شروع کی تاکہ دشمن کی جنوبی دیوار کے راستے میں حائل ہوجائے اور اس کی دیوار کو بندرگاہ تک نہ پہنچنے دے؛ اہل ایتھنز نے اُن کی اس کارروائی میں کوئی مزاحمت نہ کی اور گول بُرج سے صرف شمال کی جانب دیوار بنانے میں مشغول رہے۔ لیکن در حقیقت وہ موقع کی تاک میں تھے اور سیراکیوز والوں کی بے پروائی نے بہت جلد انہیں حسب مراد حملے کا موقع دے دیا۔ اور اس حملے میں انھوں نے اہل سیراکیوز کی جوابی دیوار کو بالکل مسمار کردیا۔ اب اُن کے سپہ سالار اپنی دیوار کے جنوبی حصے کی طرف متوجہ ہوئے اور ہراکلیس کے مندر کے قریب جنوبی چٹانوں میں مورچے بنانے لگے۔ یہ مندر بڑی بندرگاہ کے شمال مغربی پہلو کی دلدلوں سے اوپر واقع تھا



اب کے سیراکیوز والوں نے پہاڑی کی بجائے اسی نشیبی اور دلدلی زمین پر کچھ بنانا شروع کیا تاکہ دشمن کی دیوار کو چٹانوں کے نیچے بندرگاہ تک نہ پہنچنے دیں۔ مگر یہ دیوار نہیں تھی۔ اور نہ دیوار ایسی دلدلی زمین پر بننی آسان تھی۔ لہٰذا اس مرتبہ

اُنھوں نے لکڑیوں کا حصار باندھ کے خندق کھود دی تھی یہ حصار تیار ہوا ہی تھا کہ علی الصّباح لاماکوس فوج لے کے دلدلی زمین میں اترا اور جو کچھ انھوں نے بنایا تھا اُسے توڑ دیا۔ مگر اس سے جو کچھ فائدہ ہوا تھا اس سے بڑھ کر خسارے کی یہ صورت پیدا ہوئی کہ سیراکیوز کی فوج کشتیوں میں بیٹھ بیٹھ کر اُن سے لڑنے نکلی اور اسی معرکے میں لاماکوس مارا گیا؛ ایتھنزی مہم کیساتھ یہ تیسری مرتبہ تقدیر نے دشمنی کی۔ نکیاس کا تقرر، الکی بیادیز کی بازطلبی کچھ کم نقصان کا سبب نہ تھے کہ اب لاماکوس چل بسا ؂

ایتھنزیوں کی جنوبی دیوار دہری بنتی ہوئی جنوب میں چلی آتی تھی اور اب اُن کا بیڑا خاص بڑی بندرگاہ کے اندر لنگر انداز تھا؛ محصورین صلح کرنے پر تیّار ہوگئے تھے اور نکیاس نے یہی سمجھ کر کہ اب شہر اُس کی گرفت سے نہیں نکل سکتا، شمالی رُخ کی دیوار کی تکمیل سے تغافل کیا اور یہ ایسی خطا تھی جس کی تلافی نہ ہوسکتی تھی؛ لیکن جس وقت کورنتھ کا ایک بحری سردار گن گی لوس یہ خبر لے کے سیراکیوز پہنچ گیا کہ کورنتھ کے جہاز اور اسپارٹہ کا سپہ سالار اُن کی مدد کے لئے روانہ ہو چکے ہیں، تو اس وقت محصورین نے قبولِ اطاعت کا خیال بالکل چھوڑ دیا اور کچھ عرصہ نہ گزرا تھا کہ گلپتس، شہر ہمیرا (صقالیہ) سے ایک فوجی جمعیت آراستہ کرکے براہِ خشکی سیراکیوز کی طرف روانہ ہوا۔ اپی پولی کی پہاڑیوں پر وہ اُسی راستے سے چڑھا جس راستے

سے ایتھنز کی فوج نے چڑھ کر ان بلندیوں پر قبضہ کیا تھا۔ مگر
اس کی کوئی مزاحمت نہ ہوئی۔ وہ پہاڑی کے شمالی موڑ سے
ہوتا ہوا تیچہ تک آیا اور شہر میں داخل ہو گیا؛ نکیاس کی صریح
غفلت کا یہ نتیجہ ہوا اور اگر وہ مقام یوریالوس پر بر وقت
مورچے قائم کرلیتا تو غالباً گلپس کی کوشش ناکام رہتی ؛
گلپس نے شہر میں پہنچتے ہی فوجوں کی سپہ سالاری کا کام
اپنے ہاتھ میں لیا اور باشندوں میں اُمید و اطمینان کی ایک نئی
روح پھونک دی۔ مستعد اور باتدبیر ہونے کے لحاظ سے یہ
شخص براسی ڈس سے کچھ کم نہ تھا البتہ اُس بے نظیر سپاہی
کے ذاتی اوصاف میں جو دلکشی کی شان تھی وہ گلپس میں نہ
پائی جاتی تھی؛ بہر حال، اس کا پہلا کارنمایاں لِب دالُن
کے مورچوں کو چھین لینا تھا۔ اس کے بعد سب سے بڑی
فکر یہ تھی کہ کسی طرح اہل ایتھنز کو شمالی دیوار کی تکمیل سے
روک دیا جائے تاکہ وہ شہر کو بالکل محصور نہ کرسکیں۔ اس کی
تدبیر یہی ہوسکتی تھی کہ ایک نئی جوابی دیوار تعمیر کی جائے؛
اُدھر اہل ایتھنز کمالِ مستعدی سے اپنی دیوار بنا رہے تھے،
ادھر سے یہ دیوار بننی شروع ہوئی اور دونوں فوجوں میں دیوار
سازی کا مقابلہ ہونے لگا کہ کس کی دیوار جلدی بنے۔ آخر
سیر اکیوزی معمار، بازی لے گئے۔ ایتھنزی دیوار کے راستے میں
پہلے اُن کی دیوار پہنچ کے حائل ہو گئی اور پھر اُن کے دشمن
شمالی ساحل تک اپنی دیوار مکمل نہ کرسکے ؛ لیکن گلپس نے

اسی پر اکتفا نہ کی۔ اُس نے اپنی دیوار کو بڑھاکر یوریالوس تک پہنچادیا اور پہاڑی کے مغربی حصّے پر چار دمدمے اس طرح تیاّر کئے کہ جس راستے گلپس پہاڑی پر چڑھ کر شہر میں داخل ہوا تھا، اب اگر اہل ایتھنز کے پاس اسی راستے سے کوئی کمک جائے تو سیراکیوزی سپاہ اُسے روک سکتی تھی +

اس اثنا میں نکیاس نے مقام پلمیّ ریُن پر قبضہ کرلیا تھا۔ یہ راس گویا بڑی بندرگاہ کا لبِ زیریں اور جزیرۂ سیراکیوز کے ٹھیک مقابلے میں واقع ہے۔ نکیاس نے یہاں تین دمدمے بنوائے۔ جہازوں کا بھی ایک مستقر قائم کیا اور چند جہازوں کو آگے روانہ کردیا کہ جو بیڑا کورنتھ سے آنے والا تھا اُس کی تاک میں رہے؛ مگر واضح ہو کہ گو بندرگاہ کا راستہ اور اپی پولی کا جنوبی حصہ اہل ایتھنز کے قبضے میں تھا پھر بھی، گلپس نے جب تیچہ سے یوریالوس تک دیوار بنالی تو صورت حالات بالکل بدل گئی؛ ادھر موسم سرما شروع ہوگیا اور یہ تمام زمانہ تیاریوں اور سفارتوں میں صرف ہوتا رہا۔ گلپس نے اسی فرصت میں صقالیہ سے نئی فوجیں بھرتی کیں؛ جزیرہ نمائے پلوپنی سس کی ریاستوں کو بھی دوبارہ طلب اعانت کے پیام بھیجے گئے +

لیکن اب ہمیں چند ساعت کے لئے یونانِ خاص پر توجہ کرنی چاہئیے جہاں الکی بیادیز کی صلاح کے مطابق دکلیہ کو مورچہ بند کرلیا گیا تھا۔ یعنی وہاں ایک قلعہ بناکر اُس میں شاہِ اجیس کے ماتحت اسپارٹہ کی فوج متعین کردی گئی تھی اور اب

علاقۂ ایٹی کا میں وہاں کے باشندے بالکل زراعت نہ کرسکتے تھے ؎

اس طرح اہل پلوپنی سس تو پھر ایتھنز کے دروازے کھٹ کھٹا رہے تھے اور اُدھر اس شہر کو مغرب میں دوبارہ اسی پیمانے پر مہم بھیجنی تھی جیسی کہ پہلے گئی تھی کیونکہ نکیاس نے تحریر کیا تھا کہ گلپس کی آمد، اہل سیراکیوز کی فوج میں اضافہ اور جوابی دیوار کی تعمیر نے خود محاصرین کو محصور کردیا ہے اور اب دو باتوں میں سے ایک کا اختیار کرنا ضروری ہے:۔ یا تو اس مہم کا خیال ہی چھوڑدیا جائے یا بلاتاخیر اتنا ہی بڑا بیڑا جیسا پہلے آیا تھا، پھر روانہ کیا جائے؛ اسی کے ساتھ نکیاس نے علالت کی بنا پر اپنے واپس بلائے جانے کی استدعا بھی کی تھی؛ مگر ایتھنز کے باشندوں نے پھر وہی ناعاقبت اندیشی کی کہ فتح صقالیہ کے جوش میں دوسری مہم کا بھیجنا بھی منظور کیا اور سپہ سالار نکیاس کو تبدیل کرنے سے انکار کردیا کیونکہ اُس پر اُنہیں بچوں کی طرح بھروسہ تھا اور اُسے، دِل سے عزیز رکھتے تھے؛ نئی مہم کے لئے انھوں نے یوری مِدَن اور دموس تِنیس کو سپہ سالار مقرر کیا ؛

۴۔ دوسری مہم

محاربۂ صقالیہ نے اب ایک جنگِ عظیم کی صورت اختیار کرلی تھی جس میں یونانی قوم کا بڑا حصّہ مصروف پیکار تھا۔

اورجس طرح پہلے ایرانی فوج کشی کے نتیجے پر یونان کی بازی لگی ہوئی تھی، اسی طرح اب صقالیہ کی مرگ و زلیست کا اس کشمکش کے فیصلے پر، دارومدار تھا؛ ہرموکراتیس اور گلپّس کے ماتحت سیراکیوز، ایک بیڑا آراستہ کرنے پر اپنی پوری قوت صرف کررہا تھا اور موسم بہار (۴۱۳ء ق م) تک اُس نے اسّی (سہ طبقہ) جنگی جہاز تیار کرلئے تھے۔ انہی کی مدد سے گلپّس نے لڑنے کی ٹھان لی اور پلمیریُن کے مستقر پر خشکی اور تری دونوں جانب سے حملہ آور ہوا۔ سمندر کی لڑائی میں اہل سیراکیوز کو شکست ہوئی لیکن جس وقت بندرگاہ کے اندر یہ بحری جنگ ہورہی تھی، گلپّس چکّر دے کے پلمیرین پر ایک بڑی فوج لے آیا اوراس کے سب دمدمے چھین لئے۔ اب ایتھنز کے جہازوں کو چاروناچار بندرگاہ کے شمالی سرے پر ہٹنا پڑا جہاں اُن کی دُہری دیوار بنی ہوئی تھی۔ اور ادھر بندرگاہ میں آمد و رفت کا راستہ اہل سیراکیوز کے تحت میں آگیا۔ گویا ایتھنزی فوجیں خشکی اور تری دونوں جانب سے گھر گئیں، اور بندرگاہ سے اُن کے جہاز باہر جانے کی جرأت نہ کرسکتے تھے جب تک اُن کی اس قدر تعداد نہ ہو جو سیراکیوزی بیڑے کا حملہ روک لے۔

آخر اطلاع ملی کہ یوری مِدُن اور دموستنیس تازہ کمک لئے ہوئے چلے آرہے ہیں۔ اُن کے بیڑے میں تہتّر جنگی جہاز، ۵ ہزار ہپ لیت اور نیم مسلح سپاہیوں کی تعدادِ کثیر شامل تھی؛ اہل سیراکیوز کو بہتری اسی میں نظر آتی تھی کہ اس کمک کے

پہنچنے سے پہلے نکیاس کی سپاہ پر حملہ کردیں۔ چنانچہ انھوں نے ایک طرف تو دیواروں پر خشکی سے دھاوا کیا اور دوسری طرف دیواروں کے نیچے سمندر سے حملہ آور ہوئے؛ پہلا حملہ ناکام رہا۔ لیکن دو دن کی بحری جنگ میں انہیں نمایاں فتح حاصل ہوئی؛ بارے دوسرے دن یوری مِدُان اور دموس تنیس کا بیڑا بڑی بندرگاہ میں داخل ہوا +

دموس تنیس نے ایک ہی نظر میں سمجھ لیا کہ جب تک جوابی دیوار پر قبضہ نہ کرلیا جائے گا اہل ایتھنز کی مہم کسی طرح کامیاب نہیں ہوسکتی؛ لیکن اس دیوار کے لینے کی جو کوششیں کی گئیں وہ سب ناکام رہیں۔ اور ان ناکامیوں سے فوج کے حوصلے پست ہوگئے۔ دموس تنیس کو نظر آنے لگا کہ اب مقتضائے دانائی یہی ہے کہ اس مضر صحت دلدلی مقام کو چھوڑ دیا جائے کیونکہ ابھی تک سمندر پر وہ غالب تھے اور سردی کا موسم بھی شروع نہ ہوا تھا؛ لیکن نکیاس کسی طرح اس پسپائی کی جواب دہی کا بار اپنے ذمے لینا نہ چاہتا تھا اور اُسے خوف تھا کہ مجلس کیا کہیگی؛ آخر اسی لیت و لعل میں گلپّس تازہ امدادی دستے لے کے سیراکیوز پہنچ گیا۔ ان فوجوں کو اس نے جزائر میں خود جا کے بھرتی کیا تھا۔ اور ادھر پلوپنی سس اور بیوشیہ کی کمک بھی بڑی بندرگاہ میں پہنچ گئی؛ اس وقت نکیاس کو ناچار دموس تنیس کی رائے ماننی پڑی۔ اور دشمن کو کانوں کان خبر ہوئے بغیر سفر کا سب سامان تیار ہوگیا۔ لیکن جس رات کو وہ

روانہ ہونے والے تھے اسی رات چودھویں کا چاند گہنا گیا۔ اوہام پرست سپاہیوں نے اسے وعیدِ آسمانی سے تعبیر کیا اور التوائے سفر کا شور مچایا؛ اوہام پرستی میں خود نکیاس اپنے ملاحوں سے کم نہ تھا۔ اور جب کاہنوں نے حکم لگایا کہ یا تو انہیں کم سے کم تین دن ٹھیرنا چاہئے یا آیندہ ماہ کامل تک۔ تو اس نے سلامتی اسی میں دیکھی کہ زیادہ مدت تک انتظار کرتا رہے۔ مگر سچ یہ ہے کہ نجوم آسمانی کا کوئی کرشمہ اس چاند گہن سے بڑھ کر منحوس نہ ثابت ہوا ہوگا۔ جس نے نکیاس کی تائید سے ایتھنز کی پوری فوج برباد کرادی ؛

سیراکیوز والوں کو اتنے عرصے میں اہل ایتھنز کے ارادے کی کہ وہ محاصرے سے دست بردار ہوتے ہیں، اطلاع ہوگئی اور انھوں نے قصد کیا کہ اس سے پہلے کہ دشمن کی فوج بچکر سلامت جائے اس کا یہیں قصّہ چکا دیجئے؛ چنانچہ اُنھوں نے بڑی بندرگاہ میں ۷۶ جہازوں کی قطار مرتّب کی اور ایتھنز کے ۸۶ جہاز اُن کے مقابلے کے لئے نکلے؛ پہلے معرکے کی طرح اس دفعہ بھی اہل ایتھنز موقع کے اعتبار سے نقصان میں تھے اور حسب منشا انہیں اپنے جہازوں کو کاوا دینے کی گنجائش نہ ملتی تھی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ دائیں، بائیں اور قلب پر ہر جگہ انہیں شکست ہوئی اور سپہ سالار یوری مدن بھی اسی لڑائی میں کام آیا +

اب اہل ایتھنز کو اگر کوئی خیال تھا تو یہ کہ جس طرح

ممکن ہو بچ کر نکل جائیں۔ اب چاند گہن بھی انہیں یاد نہ رہا تھا، لیکن اہل سیراکیوز نے ٹھان لی تھی کہ جہاں تک ہو غنیم کو راہِ گریز ہی نہ مل سکے۔ چنانچہ بڑی بندرگاہ کے دہانے پر انھوں نے ایک سرے سے دوسرے سرے تک چھوٹی بڑی ہر قسم کی کشتیاں اور جہاز زنجیروں سے باندھ کر راستہ مسدود کردیا تھا اور ان کشتیوں میں آنے جانے کے لئے تختوں کے پُل بنا دیئے تھے؛ اسی سدّراہ کو توڑ کر نکل جانے پر ایتھنز کی سلامتی منحصر تھی۔ نکیاس نے سپاہیوں کی ہمّت بڑھانے میں کوئی کوشش نہ اٹھا رکھی اور لکھّا ہے کہ معمولی تقریر کے علاوہ، اُس نے کشتی میں بیٹھکر پورے بیڑے کا گشت کیا اور ایک ایک جہاز کے سردار کے پاس جاکر خود منّت سماجت کی تھی کہ آج میری عزّت تمہارے ہاتھ ہے؛ غرض آوازِ رجز بلند ہوئی اور ایتھنزی جہاز قطار در قطار خلیج میں نکلے کہ بڑھ کے دشمن کی سدّ بحری پر حملہ کریں۔ لیکن جس وقت وہ اس کے قریب پہنچے، سیراکیوزی جہازوں نے چاروں طرف سے اُن پر حملہ کیا اور ایتھنزی جہاز بندرگاہ کے وسط میں پسپا کردیئے گئے اور یہاں الگ الگ جہازوں میں باہم کشمکش کا وہ سلسلہ شروع ہوا کہ عرصے تک نتیجۂ جنگ کے کچھ آثار ظاہر نہ ہوئے اور فتح کا پلّہ کبھی ایک طرف جھک جاتا تھا اور کبھی دوسری طرف۔ جزیرے کی دیواروں اور اوپر اک رادینا کی پہاڑی ڈھلاؤ پر عورتوں اور بوڑھوں کا ہجوم تھا اور نیچے لبِ ساحل سپاہی

کھڑے جنگ کا تماشا دیکھ رہے تھے ؛ انجام کار ایتھنزیوں نے پیٹھ دکھائی اور اپنی دیواروں کی پناہ لینے پسپا ہوئے ۔ دُشمن تعاقب میں چلا آتا تھا اور جب شکست خوردہ بیڑا (جس میں اب ساٹھ جہاز باقی رہ گئے تھے) ساحل پر پہنچا تو جس طرح بنا ، اہل جہاز ساحل پر کُود کُود کے بھاگے ۔ خشکی پر جو فوجیں تھیں اُن میں بھی سخت اضطراب پیدا ہوگیا ۔ سپہ سالاروں کو ، معمول کے موافق مقتولین کو دفن کرنے کی مہلت مانگنے کا بھی ہوش نہ تھا ۔ سب کو فرار ہونے کی پڑی تھی اور اب خشکی کے سوائے کوئی راستہ نکلنے کا نہ رہا تھا ؛ ادھر ہرموکراتیس نے یہ چال کی کہ کسی ہوا خواہ کی طرف سے ایک مصنوعی پیام بھیج کر اُن کا فوری سفر ملتوی کرادیا ۔ وہ ایک دن اور ٹھیرے رہے اور اس عرصے میں سیراکیوز والوں نے جاکر رستے روک لئے ۔

آخرکار جب یہ بد نصیب لشکر ۱۱ویں ستمبر (سنہ ۴۱۳ ق م) کو ، اپنے زخمی اور بیماروں کو روتا دھوتا چھوڑ کے چلا تو ان مصائب کا سلسلہ شروع ہوا کہ پہلے تین دن تک وہ کتانہ کی سمت بڑھتے رہے مگر اس تمام کلفت کے بعد ، چوتھے دن معلوم ہوا کہ راستے کا ایک درہ مسدود ہے ؛ پھر تین دن تک وہ اُفتاں و خیزاں دوسری سمت چلے کہ شہر گلا تک پہنچ جائیں لیکن سفر کے چھٹے دن دموس تنیس کا ، جس کے سپرد عقبی فوج تھی ، مقدمۃ الجیش سے ، ساتھ چھوٹ گیا اور دوسری ہی صبح

سیراکیوزی ہرکارے نے آکر خبردی کہ وہ اور اس کی ۶ ہزار فوج گھر گئی اور انہوں نے مجبور ہوکے ہتیار رکھ دئے؛ نکیاس نے بھی صلح کی شرائط پیش کیں لیکن دشمن نے انہیں مسترد کردیا صعوبتِ سفر سے تھکی ہوئی فوج، خوراک میسر نہ آنے کی وجہ سے اُس روز وہیں رہی؛ دوسرے روز وہ پھر اس حال میں روانہ ہوئے کہ ہر طرف سے دشمن کے تیر پڑرہے تھے۔ یہاں تک کہ جب اسی ناروس ندی قریب آئی تو وہ تشنہ لب ضبط نہ کرسکے اور بے تحاشا پانی پر ٹوٹ کے گرے۔ اور دشمن کا بھی انہیں کچھ ہوش نہ تھا جس کے سپاہی گھاٹ پر کھڑے انہیں بلا مزاحمت قتل کررہے تھے۔ کشت و خون اور لاشوں سے ندّی کا پانی خراب و ناپاک ہوگیا تھا مگر پھر بھی وہ اُسے پئے جاتے تھے۔ آخرکار جب نکیاس نے ہتیار ڈال دئے تو یہ خوں ریزی رُکی اور جو سپاہی زندہ تھے انہیں اسیر کرلیا گیا؛ معلوم ہوتا ہے ان قیدیوں میں بہت سے فتحمند سپاہیوں کی ذاتی ملک بن گئے اور ایسے غلاموں کی قسمت غالباً پھر اچھی تھی۔ کیونکہ سرکاری اسیرانِ جنگ کے ساتھ جو سلوک ہوا وہ نہایت ظالمانہ تھا۔ ان گرفتارانِ بلا کو جن کی تعداد سات ہزار تھی اکرادینا کی پہاڑی کانوں میں ڈال دیا گیا جو بے چھت کے بہت گہرے گڑھے تھے کہ نہ رات کی شدید سردی سے وہاں پناہ تھی اور نہ دن کی نا قابل برداشت دھوپ کا کوئی بچاؤ تھا۔ اسی جگہ ان بدنصیبوں کو نہایت خست سے کچھ دانہ پانی مل جاتا

تھا۔ اُنہیں جو ایتھنز کی حلیف ریاستوں کے سپاہی تھے اس زندان میں ۷۰ دن رہنا تھا اور خاص ایتھنز والوں کو اسی عذابِ دردناک میں موسمِ سرما کے اور چھ مہینے زیادہ گزارنے تھے؛ غرض یہ وہ شدید انتقام تھا جو سیراکیوز نے اپنے حملہ آوروں سے لیا۔ اور جو سخت جان قیدی اس کے بعد بھی زندہ رہے انہیں سرکاری قیدخانوں میں کام پر لگا دیا گیا یا غلام بنا کے فروخت کردیا۔ ان میں سے بعض غلاموں کو یوری پڈیز کے ناٹکوں کی تقریریں یا وہ نظمیں جو مل کر گائی جاتی ہیں، حفظ یاد تھیں اور انہیں خوب سنا سکتے تھے۔ وہ اپنے مالکوں کے منظور نظر بن گئے تھے اور اُن میں سے بعض کا حال ہم پڑھتے ہیں کہ عرصۂ دراز کے بعد اپنے وطن کو واپس پھرے اور اسی شاعر کے شکر گزار ہیں کہ اُس کے اشعار کے طفیل اُنہیں نجات ملی۔

اگر سزا دیتے وقت کسی شخص کی نیّت کا لحاظ نہ کیا جائے بلکہ اُس کے طریقِ عمل سے جو کچھ نقصان پہنچا ہے صرف اس پر نظر کی جائے تو سچ یہ ہے کہ نکیاس کی نالائقی پر جتنی سخت سے سخت سزا تجویز ہو، کم ہے؛ ناقابلیت کے علاوہ، جس جس طرح اُس نے کاموں کو بگاڑا اور خراب کیا اُس پر حیرت ہوتی ہے۔ اور یہ اسی کے طرزِ عمل کا کرشمہ تھا کہ نہ صرف یہ مہم برباد ہوئی بلکہ ایتھنز کی قوّت میں زوال آگیا؛ لیکن انصاف سے دیکھئے تو اس خرابی کا تمام الزام باشندگانِ ایتھنز کے ذمے ہے جو اُس کو وہی کام دینے کی ضد کرتے رہے جس کی

اس میں مطلق اہلیت نہ تھی +

۵۔ ہزیمتِ صقالیہ کے نتائج

صقالیہ میں یہ صدمہ اُٹھانے کے بعد اہل ایتھنز کو اپنے نظم ونسق میں تبدیلی کی ضرورت محسوس ہوئی؛ لکدمونیوں نے دکلیہ کے مورچے پر ایسے قدم جمائے تھے کہ ایٹی کا میں زراعت بالکل موقوف ہوگئی تھی اور لاوریُن کی چاندی کی کان پر بھی مجبوراً کام بند کردیا گیا تھا۔ اور اس طرح سرکاری مداخل کے سب سے بڑے ذریعے مسدود تھے؛ نظم ونسق کے لئے اب پانچسو ارکان کی مجلسِ انتظامی کے بجائے کسی قلیل التعداد اور زیادہ مستقل جماعت کے تقرر کا خیال پیدا ہوا چنانچہ دس ارکان کا، جنھیں ''پرو بُولی'' کہتے تھے، ایک ہنگامی محکمہ قائم کیا گیا اور تمام انتظامی کام اُس کے حوالے کردئے گئے؛ اسی کے ساتھ اتحادیوں سے جو سالانہ خراج لیا جاتا تھا وہ موقوف ہوا اور اس کی بجائے اتحادیوں کی ہر بندرگاہ سے جو مال آتا یا باہر جاتا تھا، اُس پر پانچ فیصدی محصول لگادیا گیا۔ اس قاعدے سے ایتھنز کی بندرگاہ پی رئیوس بھی مستثنیٰ نہ تھی۔ گویا اس محصول کے معاملے میں ایتھنز اور اس کے اتحادی سب کی حیثیت مساوی تھی +

لیکن اندرونی اصلاح، بیرونی خطرات کو دفع نہ کرسکتی تھی۔ تمام یونان ایتھنز پر ٹوٹ پڑنے کے لئے تُلا بیٹھا تھا اور خود

اُس کے محکوم اتحادی اسپارٹہ کو مدد کے لئے بُلا رہے تھے اور ایتھنز سے منحرف ہونے پر اپنی آمادگی ظاہر کرتے تھے ؛ ان وجوہ سے اسپارٹہ کو بھی آخر بحری قوت بڑھانے پر توجہ کرنی پڑی اور اُس نے ایک بیڑا آراستہ کرنے کا فیصلہ کیا - اُدھر اہل ایتھنز بھی موسم سرما میں برابر جہاز بناتے رہے ؛ لیکن اس زمانے میں ہم پھر دولتِ ایران کو تاریخ یونان کے میدان میں داخل ہوتے دیکھتے ہیں-اوراب اس کا مقصود یہ ہے کہ یونان کی ریاستوں کو باہم لڑاکر، ایشیاے کوچک کے ساحلی شہروں پر دوبارہ اپنا تسلّط قائم کرے ؛ چنانچہ اس غرض سے ساردیس کے ایرانی والی آرتافرنز نے اور افروجیہ کے والی فرنابازو نے اسپارٹہ کو ایلچی بھیج بھیج کے جنگ پر آمادہ کیا اور اس کے ساتھ اتحاد کا وعدہ کیا تھا؛ آخر جب اسپارٹہ کے چند جہاز خیوس پہنچ گئے تو بغاوت کا سلسلہ شروع ہوا اور تھوڑے ہی دن میں ملطہ ، تیوس ، لبدوس ، متی لنہ وغیرہ اکثر ریاستیں اس بغاوت میں شریک ہوگئیں (۴۱۲ قم) *

اس خاطر خواہ آغاز کی بنا پر اسپارٹہ اور ایران میں عہدنامہ ملطہ ہوا اور شہیدِ وطن لیونی ڈس کے ہم وطنوں نے محض اپنے دشمنِ شوم کا غرور خاک میں ملانے کی خاطر، ایشیا کے ہم قوم یونانیوں کی آزادی ایرانی ملیچھوں کے ہاتھ بیچ دی - یعنی اسپارٹہ نے اُن تمام علاقوں پر شہنشاہِ ایران کا حق تسلیم کرلیا جو اُس کے یا اس کے اجداد کے قبضے میں تھے-

اور اس کے عوض دولتِ ایران نے (اُس وقت تک کہ ایتھنز کے ساتھ جنگ جاری رہے) اقرار کیا کہ وہ پلوپنی سس کے اُس بیڑے کے سپاہیوں کی تنخواہ خود ادا کرے گی جو سواحلِ ایشیا پر مصروف جنگ ہو۔ یہی وہ عہد نامہ ہے جس نے یونانی سیاسیات میں ایک نئی راہ پیدا کردی اور اسی سلسلے میں یہ امر مقدر تھا کہ رفتہ رفتہ ایرانی فرمانروا یونانی ریاستوں کا حَکم بن جائے۔

بہر حال، اس اثناء میں ایتھنز نے ایک بیڑا بھیجکر لس بوس کو دوبارہ تسخیر کیا اور خیوس کو تاراج کردیا تھا۔ لیکن اسی زمانے میں نی دوس اور رودس باغیوں سے مل گئے اور ۴۱۱ ق م کے اوائل میں سواحلِ ایشیا پر ایتھنز کے قبضے میں، لس بوس، سا موس، کوس اور ہالی کرنا سوس کے سوا کوئی خاص مقام باقی نہ رہا۔ تھریس اور دردانیال میں اُس کے مقبوضات ابھی تک صحیح سلامت تھے لیکن اُسے اب پلوپنی سس کے ایک طاقتور بیڑے سے مقابلہ درپیش تھا جسے صقالیہ سے کمک اور ایران سے روپیہ مِل رہا تھا، مگر اسپارٹہ اور ایرانیوں کی دوستی آخر تک نہ نبھی۔ الکی بیادیز، تسا فرنز کے ساتھ پہلے مِلطہ اور پھر ساردیس آ کے برابر ریشہ دوانیاں کررہا تھا۔ ایجیس شاہ اسپارٹہ اُس کا دشمن ہوگیا تھا، اُسے اپنی جان کے لالے تھے اور اب وہ ایتھنز کے دشمنوں میں یعنی ایران و اسپارٹہ

میں نفاق ڈلوانا چاہتا تھا کہ اس وسیلے سے دوبارہ اپنے وطن میں رسوخ حاصل کر سکے۔

۶۔ اُمرا کی بغاوت

ان چند مہینوں میں ایتھنز کے لوگ مفلوک الحال، ہراساں اور نہایت دِل برداشتہ تھے۔ اور یہی وہ موقع تھا جس کی حکومتِ خاص کے حامی عرصۂ دراز سے راہ دیکھ رہے تھے۔ حجت کے لئے خاصی معقول نما دلیل یہ تھی کہ جمہوری حکومت نے بیرونی معاملات کو نہایت بُری طرح سر انجام کیا اور یہ کہ اُس کے نظم و نسق میں تعلیم یافتہ اور ماہرینِ فن کو کما ینبغی دخل نہیں ملتا۔ اس گروہ میں جو لوگ اعتدال پسند تھے اور حکومتِ خواص و جمہوریت کے بَین بَین نظام حکومت بنانا چاہتے تھے، اُن کا سرگروہ ترامینس تھا۔ اور اوّل اوّل انتہا پسند اُمرا بھی اسی گروہ کے شریک ہو گئے تھے کہ ان کے ساتھ مِل کے پہلے جمہوریت کا زور توڑ دیا جائے۔ انتی فُن نامی ایک جادو بیان خطیب اس تمام سازش کی روح رواں تھا اور اُس کے بڑے معین و مددگار پیساندر اور فری نی کوس تھے۔ اُن کا بیڑا اُس وقت ساموس پر لنگر انداز تھا اور فری نی کوس اس کے بحری سرداروں میں شامل تھا۔ بیڑے کے اکثر سردار اور خود "پردبولی" بھی اس تحریک کو پسند کرتے تھے۔ مزید براں الکی بیادیز نے ساموس کے سرداروں سے پیام

سلام شروع کردئے تھے اور تسافرنز کے ساتھ اتحاد کرادینے کا وعدہ کرلیا تھا مگر اس کی مقدم شرط یہ تھی کہ ایتھنز کے جمہوری نظام حکومت کو بالکل بدل دیا جائے۔

رائے یہ قرار پائی کہ پیساندر اور چند اور سفیر صلح کی گفت و شنید کے لئے تسافرنز کے پاس جائیں اور وہیں الکی بیادیز کے ساتھ ملکر شرائط اتحاد کا فیصلہ کرلیا جائے۔ لیکن جب یہ لوگ وہاں پہنچے تو انہیں بہت جلد معلوم ہوگیا کہ الکی بیادیز نے جو وعدے کئے تھے ان کا پورا کرنا اُس کی قدرت میں نہ تھا۔ تسافرنز کی اسپارٹہ سے سخت ناچاقی ضرور ہوگئی تھی لیکن جب ایتھنز کے ساتھ اتحاد کا معاملہ درپیش ہوا تو تسافرنز نے وہ شرائط پیش کیں جن کو تسلیم کرنا ممکن نہ تھا۔ اور اس کے بعد اُس نے اسپارٹہ سے ایک نیا معاہدہ کرلیا۔ لیکن ایتھنزی سفارت کی اس ناکامی سے صورتِ حالات میں کوئی خاص تغیّر نہیں ہوا۔ وہاں یہ بات لوگوں کے دلنشین ہوچکی تھی کہ نظامِ حکومت میں ردّو بدل ناگزیر ہے۔ اور عجب نہیں کہ ابی دوس اور لمپاس کوس کے انحراف کی خبروں نے اس انقلابی کارروائی پر انہیں اور بھی جلد آمادہ کردیا ہو۔ اوّل یہ تجویز منظور ہوئی کہ دس "پروبولی" اور بیس اور اشخاص کی جماعت جسے لوگ منتخب کریں، تحفّظ سلطنت کی تجاویز ایک مقررہ دن، مجلس کے روبرو پیش کرے۔ (ماہ مئی سنہ ۴۱۱ ق م) چنانچہ اُس روز مقام کولونوس پر پوسی ڈن کے مندر میں مجلس کا انعقاد ہوا اور بعض اصولی

تبدیلیاں پیش اور منظور ہوئیں۔ یعنی مجلس عوام کے ارکان کی تعداد محدود کردی گئی کہ آیندہ سے تمام قوم کی بجائے اُس میں صرف ایسے پانچ ہزار اشخاص شریک ہوسکیں گے جو دولت اور جسمانی قوت کے اعتبار سے سب سے فائق ہوں؛ دوسرے تنخواہ دینے کا طریقہ مسترد کردیا گیا اور قریب قریب تمام سرکاری مناصب کے مشاہرے موقوف ہوگئے۔ لیکن ان انقلاب انگیز آئین کے اخیر میں بچاؤ کا پہلو رکھنے کے لئے یہ دفعہ بھی بڑھادی گئی تھی کہ یہ جدید آئین "جنگ کے جاری رہنے تک نافذ رہیں گے"

جب مجلس ملکی کے لئے پانچ ہزار اشخاص منتخب ہوگئے تو انھوں نے جدید نظام حکومت کا خاکہ تیار کرنے کی غرض سے سَو ارکان کا انتخاب کیا اور اسی چیدہ جماعت نے یہ ضابطہ بنایا کہ جب تک نیا نظام حکومت قائم ہو، ریاست کا تمام نظم و نسق چار سو افراد کی ایک جماعت کے حوالے کردیا جائے۔ یہ جماعت محض ہنگامی طور پر مقرّر کی گئی تھی لیکن مداخل و مخارجِ سلطنت اور عمّال کے تقرّر، غرض حکومت کے جزو کل پر اسے کامل اختیار دے دیا گیا تھا۔ اور وہ پانچ ہزار بھی انہی چار سو کے طلب کرنے پر جمع ہوسکتے تھے۔ گویا مجلسِ عوام کی ملکی معاملات میں اب کوئی وقعت نہ رہی تھی اور ہنگامی حکومت کے پردے میں وہاں حکومتِ خواص مسلّط ہوگئی تھی *

۷۔ چار سو کی حکومت کا خاتمہ

لیکن تین مہینے کی ظالمانہ حکومت کے بعد لوگوں نے چار سو کا تختہ الٹ دیا۔ ساموس میں بیڑے کے سپاہی حکومتِ خواص کے عہدہ داروں سے بگڑ گئے۔ انقلاب پسند حکومت کے خلاف دوبارہ شورش پیدا ہوئی اور اس تحریک میں تراسی بُلوس اور تراسی لُوس لوگوں کے سرگروہ تھے۔ مجلس عوام کا، جسے ایتھنز میں خواص نے نیست نابود کردیا تھا، ساموس میں احیا ہوا، اور سپاہیوں نے قوم کے نائبین کی حیثیت سے اپنے سپہ سالاروں کو معزول کردیا اور ان کی بجائے دوسرے سردار منتخب کئے؛ ان لوگوں کو ابھی تک یہ اُمید تھی کہ الکی بیادیز کی التفات وکوشش سے دولت ایران کے ساتھ ایتھنز کا اتحاد ہوجائے گا۔ اور انہوں نے الکی بیادیز کے پہلے قصور کی معافی اور بازطلبی کی باضابطہ منظوری دے دی تھی۔ چنانچہ خود تراسی بلوس اُسے ساموس لے کر آیا اور وہ سپہ سالار منتخب کیا گیا۔ بایں ہمہ ایران سے جس اتحاد کی امید تھی اس کی کوئی صورت نہ نکلی؛ پھر ایتھنز کے چار سو اُمرا سے مراسلت شروع ہوئی اور الکی بیادیز نے اگرچہ اس بات پر اظہار پسندیدگی کیا کہ مجلس ملکی کے ارکان کی تعداد پانچ ہزار ہو، لیکن چار سو کی حکومت کا وہ سخت مخالف تھا؛ ادھر خود ان چار سو میں نفاق پیدا ہوا اور دو گروہ بن گئے۔ اعتدال پسند گروہ کا سردار ترامنیس

تھا اور انتہا پسند فریق کے سرغنہ انتی فنُ اور فری نیکوس تھے، پہلے گروہ نے ساموس کے سپاہیوں کی پیش کردہ شرائط خوشی سے مان لیں مگر دوسرے گروہ کو خود دشمنانِ وطن سے چشم اعانت تھی اور اُس نے صلح کرنے کی غرض سے اسپارٹہ کو سفیر روانہ کئے تھے۔ اسی کے ساتھ وہ پیرئیوس کی بڑی بندرگاہ کے شمالی رُخ، ای تونیہ کے بند کو قلعہ بند کر رہے تھے جس کا مدعا یہ تھا کہ پیرئیوس میں آمدرفت کا راستہ اُن کے تحت میں رہے اور وہ حسب ضرورت لکدمونیوں کو اندر لے سکیں یا یا ساموسی بیڑے کو آنے سے روک دیں ؛

جس وقت اُن کے سفیر، شرائط صلح طے ہوئے بغیر، واپس آگئے اس وقت لوگوں میں جو تحریک اُن کے خلاف پھیلی ہوئی تھی، اُس نے عملی صورت اختیار کی۔ پہلے تو فری نیکوس قاتلوں کے ہاتھ سے سر بازار مارا گیا۔ پھر وہ سپاہی جو ای تونیہ پر قلعہ بنا رہے تھے ترامنیس کے اشتعال دلانے سے حکومتِ خواص کے خلاف اُٹھ کھڑے ہوئے اور پیرئیوس میں بڑے شور اور ہنگامے کے بعد، نئے قلعے کی دیواریں گرادی گئیں ؛ جب یہ شورش فرو ہوگئی تو چارسو کے ساتھ مصالحانہ طریق پر گفتگو شروع ہوئی اور ایک عام جلسے میں بحث مباحثے اور فیصلے کا دن مقرر ہوا۔ مگر خاص اسی روز جب کہ جلسہ ہونے والا تھا لکدمونی جہازوں کا ایک دستہ سلامیس کے ساحل کے قریب نمودار ہوا اور خود جزیرہ یوبیہ خطرے میں نظر آیا۔ یہ یاد رہے کہ جب سے

علاقہ ایٹی کا سے اہل ایتھنز محروم ہوئے تھے اُن کی زندگی کا دارو مدار اسی جزیرے پر تھا۔ لہذا اس کی حفاظت کے لئے انھوں نے تیموکریس کو ۳۶ جہاز دے کے ارت ریا روانہ کیا مگر اُسے جاتے ہی لڑنا پڑا اور کامل شکست ہوئی۔ جس کے بعد یوبیہ بھی ایتھنز سے منحرف ہوگیا۔ (ستمبر ۴۱۱ء ق م)

اب شہر والوں کے پاس ردلیف (یعنی رِزَرْوْ) جہاز بھی باقی نہ تھے۔ ساموس کی بحری سپاہ پہلے ہی برگشتہ تھی۔ یوبیہ، جہاں سے رسد ملتی تھی اب ہاتھ سے نکل گیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ شہر میں سخت فساد برپا ہوگیا؛ لیکن لکدمونیوں نے حملے کا موقع ہاتھ سے کھودیا۔ اور اس اثناء میں اہل شہر نے ایک عام جلسے میں مجتمع ہو کے چارسو کو اپنے منصب سے برطرف کردیا اور بالاتفاق یہ طے کیا کہ تمام اختیارات ایک بڑی جماعت کے ہاتھ میں دئیے جائیں جس میں ہر شخص کو جو اپنے لئے اسلحہ مہیّا کرسکتا ہے شرکت کا حق حاصل ہو اور اس جماعت کا نام بھی ''پنج ہزار'' رکھا جائے؛ اسی کے ساتھ چند مقنّن مقرّر کئے گئے کہ نظام حکومت کی جزئیات کا خاکہ تیار کریں؛ جمہور کے اس فیصلے کے بعد اکثر اُمرا یا خواص شہر سے فرار ہوگئے اور دکلیہ میں پناہ لی۔ لیکن انتی فُن گرفتار ہوا اور اسے قتل کی سزا دی گئی۔

جدید نظام حکومت بنانے میں سب سے بڑا حصّہ ترامنیس نے لیا جو اوّل سے جمہوریت اور حکومتِ خواص کے مناسب

امتزاج سے ایتھنز کو " پولی تی " یعنی آئینی ریاست بنانے کا خواہاں تھا۔ اُس نے محض وقتی ضرورت کی بنا پر خواص کی حکومت کا ساتھ دیا تھا ورنہ وہ ہمیشہ سے اُسی اصولِ اعتدال کا حامی تھا اور اسی لئے اُمرا نے جو اُس کا نام طنزاً " کوتورنوس " رکھا تھا وہ درست نہیں ہے۔ (کوتورنوس اُس ڈھیلے موزے کو کہتے تھے جو بلا دقت سیدھے، اُلٹے دونوں پانوؤں میں آجائے)

اس عرصے میں اہل اسپارٹہ نے اپنے تن آسان امیرالبحر اس تیوکوس کو بدل کر من داروس کو اُس کی بجائے مقرر کیا تھا اور فرنا بازو کی صلاح پر اُن کا بیڑا دردانیال کی جانب روانہ ہوگیا تھا۔ اس کے عقب میں تراسی بلوس اور تراسی لوس اپنا بیڑا لے کے چلے اور کنوسیمہ کی جنگ میں اُسے شکست دی (۴۱۱ ق م)۔ اس فتح سے اہل ایتھنز کے دل بڑھ گئے اور ادھر اس کے بعد ہی شہر کیزی کوس جو اُن سے برگشتہ ہوگیا تھا پھر حلقۂ اطاعت میں آگیا۔

لیکن اب، فرنا بازو نہایت سرگرمی سے اہل پلوپنیسس کی اعانت کر رہا تھا اور یہ ایرانی والی تسافرنز کی نسبت زیادہ کارآمد اور قابل اعتبار حلیف ثابت ہوا۔ موسم بہار میں من داروس نے کیزی کوس کا محاصرہ کیا اور فرنا بازو نے بھی کچھ بری فوج مدد کے لئے دی۔ لیکن ایتھنزی جہاز دشمن کو اطلاع ہوئے بغیر صحیح سالم آبنائے سے گزر گئے۔ اُس وقت الکی بیادیز، ترامنیس اور تراسی بلوس کے ماتحت اُن کے بیڑے کے تین دستے

تھے اور انھوں نے اچانک منداروس پر حملہ کیا۔ سمندر میں اور خشکی پر سخت خونریزی کے بعد اہل ایتھنز کو فتح کامل حاصل ہوئی۔ منداروس مارا گیا اور دشمن کے کوئی ساٹھ جہاز چھین لئے یا ڈبو دیئے گئے (سنہ ۴۱۰ ق م)۔ شکست خوردہ سپاہ کا اسپارٹی حکام کے نام ایک خط اہل ایتھنز نے راستے میں پکڑ لیا جس میں اس ایجاز کے ساتھ شکست کی اطلاع بھیجی گئی تھی کہ ”کامیابی کا خاتمہ ہے۔ منداروس مارا گیا۔ سپاہیوں میں فاقہ ہے۔ سمجھ میں نہیں آتا کہ اب کیا کریں“۔

اس شکست کے بعد ہی اسپارٹہ نے صلح کی سلسلہ جنبانی کی تھی مگر ایتھنز نے اُس کی تجاویز رد کردیں۔

ایتھنز میں اس فتح سے جمہوریت پسند گروہ کی بن آئی اور انھوں نے ترامنیس کا آئین منسوخ کرکے پھر اپنا قدیم نظام حکومت قائم کرالیا۔ اُدھر چند سال تک ایتھنزی سپاہ بحیرۂ مرمورہ اور گرد نواح کے علاقے میں مصروف پیکار رہی اور سپہ سالار الکی بیادیز کی قابلیت اور تن دہی کی بدولت رفتہ رفتہ غلبہ پاتی گئی حتیٰ کہ ایک مرتبہ پھر آبنائے باسفورس تک ایتھنز کا حکم رواں ہوگیا۔ لیکن وطن کے قریب نیسایا کی بندرگاہ اہل مگارا نے چھین لی اور جزیرہ پیلوس پر بھی بالآخر اسپارٹہ کا قبضہ بحال ہوگیا۔ (سنہ ۴۰۹ ق م)۔

لیکن اب شہنشاہ داریوش ثانی (یعنی داراب) کی توجہ جانب مغرب منعطف ہوگئی تھی۔ وہ اس بات سے واقف ہوگیا تھا

کہ وہاں ایرانی تدابیر کے کارگر نہ ہونے کا سبب ایرانی والیوں کا باہمی حسد ہے۔ اور اسی لئے اُس نے اب اپنے چھوٹے بیٹے سیروس (کورش) کو تسافرنز کی جگہ ساردیس بھیجا تھا۔ کپادوسیہ، افروجیہ اور لدیہ، تینوں صوبے اُس کے تحت میں دے دیئے تھے۔ اور تسافرنز کی حکومت صرف کاریہ میں محدود کردی گئی تھی۔ ۴۰۸ ق م میں سیروس ساردیس آگیا اور اس کا بر سر موقع پہنچنا ہی وہ واقعہ ہے جس نے جنگ پلوپنیسس کی بازی کا رنگ بدل دیا۔

۸۔ ایتھنز کی سلطنت کا خاتمہ

شہزادہ سیروس نہایت پُرجوش نوجوان تھا۔ لیکن اگر اسی زمانے میں اسپارٹہ سے بھی ایک نیا امیرالبحر مقرر ہوکر نہ آتا، تو اس ایرانی شہزادے کا جوش غالباً کچھ کارآمد نہ ہوتا۔ اسپارٹہ کا یہ نیا امیرالبحر لیساندر (لای سنڈر) تھا اور اس طولانی جنگ کو ختم کردینا اُسی کے نصیب میں آیا تھا۔ وہ اپنے بحری سپاہیوں کے فائدے کا خیال مقدم رکھتا تھا اور اسی وجہ سے سب کے دل اُس کی مٹھی میں آگئے تھے۔ خود اُسے روپے کی طمع نہ تھی اور کسی شکل میں بھی رشوت کا جادو اُس پر نہ چل سکتا تھا اور اسی لئے سیروس کے مزاج میں اُس نے بہت دخل پالیا تھا۔ کیونکہ ایشیائیوں کی نظر میں اس قسم کی بے لوثی، نہایت قابل تعجب وصف ہے۔ باقی اپنے حصول مقاصد میں لیساندر

کسی اصول کا مطلق پابند نہ تھا اور سپہ سالاری کی اعلیٰ قابلیت رکھنے کے علاوہ میدان سیاست میں بھی وہ نہایت ہنرمند شاطر تھا۔ سیروس اور لی ساندر میں تو وہاں پخت و پز ہورہی تھی اور یہاں الکی بیادیز آٹھ سال کی جلا وطنی کے بعد اپنے وطن میں واپس آیا تھا۔ لوگوں نے اپنے دس سپہ سالاروں میں اُس کا انتخاب، اور مراجعت کے وقت بہت گرمجوشی کے ساتھ خیر مقدم کیا تھا۔ وہ اس کی سپہ سالاری کے دل سے معتقد تھے اور ابھی تک انہیں اُمید تھی کہ شاید وہ اپنی سیاسی عیاری سے دولت ایران کو پھر مصالحت پر آمادہ کرلے"۔ پس مجلس نے جنگ کا تمام و کمال انتظام اُس کے ہاتھ میں دیدیا اور الیوسی تہوار کے متعلق جو بعض بدعنوانیاں سرزد ہوئی تھیں اُن کے وبال سے اُسے باضابطہ بری قرار دیا؛ خود الکی بیادیز نے بھی خداوندانِ الیوسیس[۱۵] کی رضا جوئی میں کمی نہ کی:۔ جب سے دکلیہ پر، زیادہ تر الکی بیادیز ہی کی صلاح و کوشش سے، دشمن کا مستقل قبضہ ہوا تھا، الیوسیس کی درگاہ کو سالانہ جلوس کے جانے کا "مبارک راستہ" ترک کردینا پڑا تھا اور پُر اسرار ایاکوس[۱۵] کی سواری سمندر کی راہ الیوسیس تک لے جاتے تھے؛ مگر اب الکی بیادیز نے جلوس کے ساتھ فوج کا بدرقہ مقرر کیا اور اس کی

---

[۱۵]۔ سرحد مگارا کے قریب اٹّی کا میں ساحلی مقام تھا جہاں دمتر دیوی کا عالیشان مندر بنا ہوا تھا۔ اہل ایتھنز ایاکوس یا باکوس یا ڈایونی سیئس (شراب انگوری کے دیوتا) کی ہر سال سواری جلوس کے ساتھ لے کر اس مقام تک آتے اور یہ تہوار بہت دھوم دھام سے اُن کے ہاں منایا جاتا اور اس کا نام "مستریز" تھا؛ مترجم

نگرانی میں پھر یہ مقدس رسم قدیم دستور کے مطابق ادا ہوئی ؎
لیکن عین اس شہرت و ہردلعزیزی کے زمانے میں ایک خفیف
واقعہ ایسا پیش آیا جس نے اہل ایتھنز کے ان خیالات میں تغیر
پیدا کردیا۔ جس کی شرح یہ ہے کہ اُن کا بیڑا اس وقت اِفی سوس
کی پاسبانی کے لئے نوتیُن کے مقام پر لنگر انداز تھا۔ لی سانڈر
نے اُسے شکست دی اور اُس کے پندرہ جہاز بھی گرفتار کرلئے۔
(۴۰۷ ق م ا)۔ اور ہرچند الکی بیادیز اس جنگ میں موجود نہ
تھا لیکن اپنے عہدے کے لحاظ سے وہی ذمہ دار تھا پس ایتھنز میں
جو وقعت اُس نے حاصل کرلی تھی وہ نظروں سے گرگئی چند ہی روز
بعد نئے سپہ سالار منتخب کئے گئے اور الکی بیادیز دردانیال کے ایک
قلعے میں گوشہ نشین ہوگیا ؎ اس کی جگہ امارت بحری کے منصب
پر کونُن ممتاز ہوا ؛

اہلِ پلوپنی سس نے آیندہ سرما میں اتنا بڑا بیڑا آراستہ کیا
کہ اس سے پہلے کبھی نہ کیا تھا اس میں ۱۴۰ جنگی جہاز تھے۔ مگر
اسی زمانے میں لیساندر کی بجائے ایک نیا امیرالبحر کالی کراتی ڈس
مقرر ہوکے آیا تھا۔ اور کونُن کے پاس صرف ۷۰ جہاز تھے۔
غنیم نے جزیرہ متی لنہ کے قریب اسے لڑنے پر مجبور کیا اور شکست دی
اس معرکے میں ایتھنز کو ۳۰ (سہ طبقہ) جہازوں کا نقصان ہوا
اور باقی ماندہ متی لنہ کی بندرگاہ میں گھر گئے ؎ موقع بہت نازک
تھا اور اہل ایتھنز اس خطرے کی اہمیت کو بخوبی سمجھتے تھے
چنانچہ انھوں نے اکروپولس کے مندروں میں جس قدر سونے

چاندی کے چڑھاوے رکھے تھے سب کو گلوادیا کہ نئے بیڑے کے مصارف میں کام آئیں ۔ اور محصورین کو نجات دلانے کے لئے ایک ہی مہینے کے اندر اپنا اور اپنے اتحادیوں کا ایک بڑا بیڑا تیار کرکے متی لینہ بھیجا، جس میں (۱۵۰) جہاز تھے ۔ کالی کراتی ڈس کے بیڑے میں اب جہازوں کا شمار (۱۷۰) ہوگیا تھا اور اُس نے ۵۰ محاصرہ رکھنے کے لئے وہیں چھوڑے اور باقی جہازوں سے مقابلہ کرنے کے لئے خود دشمن کی طرف بڑھا ۔ لس بوس کے جنوب میں ارگی نوسی ٹاپوؤں کے قریب ایک بڑی بحری جنگ واقع ہوئی اور اس میں اہل ایتھنز فتحیاب ہوے ۔ (۴۰۶ ق م) اسپارٹہ کے ۷۰ جہاز انھوں نے چھین لیے یا ڈبو دیئے اور خود امیرالبحر کالی کراتی ڈس مارا گیا ۔

مگر اس کامیابی میں ایک نقصان یہ برداشت کرنا پڑا کہ اہل ایتھنز کے ۲۵ جہاز اہل جہاز سمیت تلف ہوے ۔ لوگوں کو یقین تھا کہ ان میں بہت سے اشخاص کی، جو جہازوں کے ٹوٹنے کے بعد تختوں پر بہتے رہے، جان بچائی جاسکتی تھی ۔ چنانچہ اسی کی جواب دہی کے لئے سپہ سالار معطّل کردیئے گئے اور انہیں ایتھنز میں طلب کیا گیا ۔ اُنھوں نے اس قصور کا الزام جہازوں کے سرداروں پر رکھا اور ان سرداروں نے جن میں ترامنیس بھی شامل تھا، اپنے بچاؤ میں سپہ سالاروں کو الزام دیا کہ انھوں نے ڈوبنے والوں کو بچانے کا حکم ہی بر وقت نافذ نہیں

کیا اور جب حکم ملا تو سمندر میں متوجّہ ہوگیا تھا اور اس کی تعمیل غیر ممکن تھی؛ غرض قرینہ کہتا تھا کہ کسی نہ کسی نے فرایض میں سخت غفلت ضرور کی۔ اس پر بالطبع لوگوں میں جوشِ رنج و غضب پیدا ہوا اور اسی ازخود رفتگی میں خود انھوں نے یہ ظالمانہ حرکت کی کہ آٹھوں سپہ سالاروں کے لئے جو اس جنگ میں موجود تھے سزاے موت تجویز کردی۔ یہ مسئلہ معمولی عدالتوں میں پیش نہ ہوا تھا بلکہ مجلسِ انتظامی نے اپنے دو جلسوں میں کثرتِ راے سے اس کا فیصلہ کیا تھا۔ مجرمین میں سے ۶ سپہ سالار قتل کرادئیے گئے اور ان میں تراسی لوس اور ایتھنز کے مدبّر اعظم کا بیٹا پری کلیس بھی شامل تھے۔ باقی دو سپہ سالار جو اس سزا کے مستوجب قرار دیئے گئے، اپنی دُور اندیشی سے پہلے ہی بچ کے نکل گئے تھے؛ اس تمام کارروائی کا سب سے بدتر پہلو یہ ہے کہ مجلس نے ہر شخص کے معاملے کی علٰحدہ علٰحدہ تحقیقات کی بجائے، سب ملزموں کو ایک ہی ساتھ فیصلہ سنادیا تھا اور شہر کے ایک مسلّمہ دستور کی خلاف ورزی کی تھی۔ حالانکہ حکیم سقراط نے جو اس نامبارک روز ارکان مجلس میں موجود تھا، اس تجویز پر اعتراض بھی کیا تھا۔ مگر کسی نے سماعت نہ کی؛

ارگی نوسی کی فتح نے مشرقی ایجین میں پھر اہل ایتھنز کو مسلط کردیا اور اسی کی وجہ سے لِکدمونی بھی صلح کی سلسلہ جنبانی پر دوبارہ آمادہ تھے۔ لیکن اُن کے پیام صلح کو کلیوفن کے زورِ

تقریر کی بدولت لوگوں نے ردّ کردیا اور مشہور ہے کہ یہ بازاری مقرّر
اُس دن مجلس میں شراب پی کر سرشار آیا تھا۔ غرض اہل اسپارٹہ
کو سوائے اس کے اور کوئی چارہ کار نظر نہ آیا کہ پھر اپنا بیڑا آراستہ
کریں۔ عام طور پر لوگوں کا خیال وہاں یہی تھا کہ اگر اہل پلوپنی سس
کو اپنے مقاصد میں کامیابی اور دولت ایران کی تائید حاصل کرنی
ہے تو اُس کی صورت صرف یہی ہوسکتی ہے کہ لیساندر کو دوبارہ
امیرالبحر مقرر کردیا جائے۔ لیکن دقت یہ تھی کہ اسپارٹہ کے ایک قدیم
ضابطے کی رو سے کوئی شخص دو مرتبہ "نے وارک" یعنی امیرالبحر مقرر
نہ ہوسکتا تھا۔ آخر اس موقع پر یہ حیلۂ شرعی نکالا گیا کہ اُنھوں
نے لیساندر کو معتمد کی حیثیت سے بیڑے کے ساتھ روانہ کیا
اور باہم قرارداد ہوگئی کہ جس شخص کو رسمی طور پر امیرالبحر بنا کے بھیجا
جارہا ہے وہ معاملاتِ جنگ میں کوئی دخل نہ دے گا بلکہ تمام
اختیارات درحقیقت لیساندر کے ہاتھ میں رہیں گے۔ اور لیساندر
کے رسوخ و اقتدار میں مزید ترقی کا غیب سے ایک سامان یہ
پیدا ہوگیا کہ انھی دنوں داراب سخت بیمار ہوا۔ اس کی زندگی
کی امید نہ رہی اور شہزادہ سیروس کو اس نے ملنے کے لئے
اپنے پاس بلا لیا۔ سیروس نے روانہ ہوتے وقت اپنی
سِت راپی یعنی ولایت کا نائب اپنے دوست لیساندر کو
بنایا اور اپنی عدم موجودگی میں تمام نظم و نسق اور تحصیل خراج
وغیرہ اُس کے اختیار میں دے گیا۔ کیونکہ سیروس جانتا تھا کہ
اسپارٹہ کا یہ وہ مستثنیٰ باشندہ ہے جسے روپے کی طمع نہیں؛

دوسرے وہ اختیارات کسی ایرانی کو دینے سے ڈرتا تھا۔

جب ایسے وسایل ازخود مہیّا ہوئے تو لیساندر نے بہت جلد اپنی قابلیت کے جوہر دکھا دئے۔ وہ سمندر سمندر دردانیال کی جانب روانہ ہوا اور شہر لمپاس کوس کو گھیر لیا؛ وہیں ۱۸۰ جہاز کا ایتھنزی بیڑا بھی مرتّب ہوکے عقب میں روانہ ہوا۔ (۴۰۵ قم) یہ بیڑا ابھی شہر سستوس بھی نہ پہنچا تھا کہ لمپاسکوس تسخیر ہوگیا لیکن اُنھوں نے ارادہ کرلیا کہ وہیں جاکر لیساندر کو لڑنے پر مجبور کیا جائے اور اسی خیال سے وہ ساحل ساحل اِگوس پتامی تک بڑھے۔ یہ مقام، جس کے لفظی معنی "بکری کی ندی" ہیں، لمپاسکوس کے بالمقابل ساحل پر ایک کُھلا ہوا سمندر کا کنارہ ہے جس میں کوئی بندرگاہ یا گودی نہیں۔ اور موقع کی اس خرابی کے علاوہ یہاں سامان رسد بھی ۲ میل کے قریب دُور، شہر سستوس سے، لانا پڑتا تھا۔ برخلاف اس کے پلوپنی سس کا بیڑا بہت اچھی بندرگاہ میں لنگر انداز تھا اور اُس کی پشت پر شہر لمپاسکوس ملا ہوا تھا جہاں رسد کی کوئی کمی نہ تھی۔ اہل ایتھنز کے جہاز آبنائے کے وسط میں بڑھے تو انہیں دشمن کی قطار، جنگ کے لئے تیار نظر آئی لیکن اُسے آگے بڑھنے کا حکم نہ تھا اور خود اس پر وہیں حملہ کرنا احتیاط کے خلاف تھا کیونکہ اُس کے جہاز نہایت محفوظ و مصئون مقام پر تھے جسے وہ چھوڑنا نہ چاہتا تھا۔ غرض اہل ایتھنز مجبور ہوکر اگوس پتامی پر واپس ہوگئے اور چار دن تک برابر یہی ہوتا رہا کہ ایتھنزی بیڑا جنگ

کے لئے آبنائے میں دُور تک آگے بڑھ آتا اور لیساندر کو بندرگاہ سے باہر لگا کے لانا چاہتا۔ لیکن اس مقصد میں ہر روز ناکامی ہوتی۔ اُدھر الکی بیادیز نے اپنے قلعے سے، جو اسی نواح میں تھا، یہ تمام معاملہ دیکھا اور سوار ہو کر اگوس پتامی آیا۔ اس نے ایتھنزی سرداروں کو بہ منّت یہ مشورہ دیا کہ وہ اس خراب موقع سے ہٹ کر سستوس چلے جائیں لیکن اُس کی صائب رائے کو اُنھوں نے بے پروائی بلکہ شاید ذلّت کے ساتھ ردّ کردیا۔ اُن کا بیڑا جب لمپاس کوس کی طرف اپنے روزانہ گشت سے واپس آتا تو اس کے ملاّح اور جہازی کنارے پر اتر اُتر کے اِدھر اُدھر چلے جایا کرتے تھے۔ پانچویں روز کا ذکر ہے کہ لیساندر نے چند جاسوسی کشتیاں اس کام پر مقرر کردیں کہ جس وقت دشمن کنارے پر اُتر کے کھانے پینے میں مصروف ہو تو وہ ایک صیقل کی ہوئی ڈھال چمکا کر اطلاع دے دیں۔ چنانچہ جس وقت اُدھر سے یہ اشارہ ہوا، پلوپنی سس کا پُورا بیڑا جس میں ۲ سو جہاز تھے، سرعت کے ساتھ کھیتا ہوا آبنائے کے دوسری جانب چلا۔ اور ایتھنزی بیڑے کو بالکل بے خبر اس طرح جا دبایا کہ کوئی مدافعت کرنے والا نہ تھا۔ نہ کوئی جنگ ہوئی نہ مزاحمت۔ صرف بیس (۲۰) جہاز جو فرار ہو سکتے تھے بچ کر نکل گئے۔ باقی (۱۶۰) اسی وقت لیساندر کے قبضے میں آگئے۔ اس واقعے کے متعلق لوگوں کو عام طور پر یقین تھا کہ بعض سپہ سالاروں نے غدّاری کی۔ بہر حال ایتھنز کے تین چار ہزار کے درمیان جس قدر سپاہی

اس موقع پر اسیر ہوئے انہیں لیساندر نے جان سے مروادیا۔ امیرالبحر کونن ان بے خبر پھنس جانے والوں میں نہ تھا۔ وہ بچ کر نکل گیا۔ مگر ذمّے دار سپہ سالار کا اس مصیبتِ عظیم کی خبر لے کر ایتھنز جانا، مجنونانہ حرکت ہوتی۔ لہٰذا باقی ماندہ بیس جہازوں میں سے ۱۲ کو کونن نے وطن روانہ کردیا اور ۸ جہاز خود لے کے شہر سلامیس (علاقہ قبرص) کے بادشاہ اِواگورس کی پناہ میں چلا آیا۔ کوئی خاص نقصان اٹھائے بغیر، جس آسانی کے ساتھ یہ فیصلہ کُن فتح لیساندر نے حاصل کی اُس کی نظیر تاریخ میں کہیں نہیں ملتی ؎

جب اس تباہی کی خبر پیرئیوس پہنچی تو رات کا وقت تھا اور پھر "کوئی متنفس نہ تھا جو اُس رات کو سویا ہو" اب انہیں محاصرے کی مصیبت جھیلنے کا سامان کرنا تھا۔ لیکن اس کام کو لیساندر نے اپنی مصلحت سے ابھی ملتوی رکھّا۔ کیونکہ ایتھنز پر حملہ کرنے کی بجائے وہ اُسے بھوکا مار کے اطاعت پر مجبور کرنا چاہتا تھا اور اسی غرض سے اُس نے جہاں جہاں ایتھنزی آبادکار (کلروک) جزیروں میں بسے ہوئے پائے اُن سب کو دھکّے دیدے کے ایتھنز بھیجا کہ اُس کی آبادی میں جو پہلے ہی قلّتِ رسد کی تکلیف اُٹھارہی تھی، اور اضافہ ہوجائے۔ پھر جب وہ تھریس اور دردانیال کے تمام ایتھنزی مقبوضات کو مُسخّر، اور اُن کا انتظام دُرست کرچکا تو بالآخر خاص ایتھنز کی طرف متوجہ ہوا اور ۱۵۰ جہاز لئے ہوئے خلیج سارونی میں آپہنچا۔ پھر جزیرۂ اجی نا

پر قبضہ کرنے کے بعد اُس نے پیریئوس کا محاصرہ کرلیا۔ اسی وقت اسپارٹہ کا دوسرا بادشاہ پوسے نیاس بھی کمک لے کے آگیا تھا اور اب اس کی اور شاہ ایجیس کی فوجوں نے مل کر شہر کے مغرب میں اکادمی کے مقام پر اپنے خیمے نصب کئے۔ مگر شہر پناہ اتنی مستحکم تھی کہ اس پر حملہ کارگر نہ ہوسکتا تھا۔ ادھر سردی آگئی اور فوجیں ہٹ گئیں لیکن بیڑا اسی طرح پیریئوس کے قریب موجود رہا۔ اب شہر میں سامان خوراک ختم ہوتا چلا۔ اہل ایتھنز نے مجبور ہوکر صلح کی شرائط پیش کیں اور اپنے مقبوضات سے دست برداری، نیز لکِدمونیوں کے حلیف بننے پر آمادگی ظاہر کی۔ مگر اسپارٹہ کے افوروں نے سفیروں کے ساتھ ملنے سے انکار کردیا کہ جب تک زیادہ مناسب حال شرائط نہ پیش کی جائینگی صلح کی گفتگو نہ ہوگی۔ ان شرائط میں ایک یہ شرط بھی وہ رکھنی چاہتے تھے کہ ایتھنز کی لمبی دیواریں نو فرلانگ تک منہدم کردی جائیں گی۔ اس بے بسی میں ایتھنز کا ضد کرنا بالکل نادانی کی بات تھی۔ مگر ایتھنز والے ضد کئے گئے۔ اسی بازاری مقرر کلیوفُن نے جو پہلے دو مرتبہ جب کہ صلح بھی عزت کے ساتھ ہوسکتی تھی، خلل ڈالا تھا، اب پھر در اندازی کی اور مجلس نے یہ احمقانہ فتویٰ صادر کیا کہ کوئی شخص آیندہ ایسی شرائط قبول کرنے کی تحریک ہی نہ پیش کرے۔ لیکن ظاہر ہے کہ ان باتوں سے کچھ کام نہ چل سکتا تھا اور اُن کے پاس کوئی چارۂ کار باقی نہ رہا تھا۔ لہٰذا ترامنیس، لیساندر کے پاس جانے پر

آمادہ ہوا کہ ممکن ہو تو کسی قدر نرم شرائط پر صلح کی کوشش کرے۔ مگر اُس کا اصلی مقصد یہ تھا کہ اتنی دیر لگا دے جس میں لوگوں کے ہوش درست ہو جائیں۔ چنانچہ اُس نے لیساندر کی پاس تین مہینے لگا دئے اور جب واپس آیا تو اہل شہر ہر شرط قبول کرنے کے لئے تیار تھے۔ کیونکہ اب فاقہ کشی کی وجہ سے لوگ مرنے لگے تھے اور اُن کے خیالات میں جو انقلاب ہوا اس کا ثبوت یہ تھا کہ اُنھوں نے کلیوفن کو سزائے موت دیدی تھی۔ غرض اب ترامنیس کو شرائط صلح کے متعلق ہر قسم کا اختیار دے کر اُنھوں نے پھر اسپارٹہ روانہ کردیا۔ یہ لکھنا بھی دلچسپی سے خالی نہ ہوگا کہ اسی پُرتشویش زمانے میں وہاں ایک نامور شہری، یعنی مورّخ توسی ڈائی ڈیز کی یاد ہوئی اور اُسے واپس بلانے کی تجویز منظور کی گئی ؁

ادھر اسپارٹہ میں پلوپی سس کے اتحادی یہ مشورہ کرنے جمع ہو رہے تھے کہ سرنگوں دشمن کے ساتھ کیا سلوک کیا جائے۔ عام طور پر اہل مجلس کا دلی منشا یہ تھا کہ اتھنز کی اینٹ سے اینٹ بجادی جائے اور اُس کے تمام باشندے غلام بنا کے بیچ دئے جائیں؛ لیکن حلیفوں کی اس ظالمانہ تجویز کو اسپارٹہ نے ماننے سے قطعی انکار کردیا۔ وہ ہرگز نہ چاہتا تھا کہ وہ یونانی شہر جس نے ایرانی حملہ آوروں سے یونان کو بچانے میں ایسی خدمات انجام دی تھیں، آج صفحۂ روزگار سے معدوم کردیا جائے؛ غرض صلح نامے کی حسب ذیل شرائط

قرار دی گئیں: "لمبی دیواریں اور پیرئیوس کے جنگی استحکامات منہدم کردیئے جائیں گے۔ اہل ایتھنز کا کسی غیر علاقے پر قبضہ نہ رہیگا۔ مگر اپنے علاقے اٹی کا اور سلامیس میں وہ بالکل آزاد رہینگے ان کا پورا بیڑا ضبط کرلیا جائے گا۔ اُن کے سب جلا وطنوں کو واپس آنے کی اجازت ہوگی۔ ایتھنز اسپارٹہ کی سیادت میں اُس کا حلیف بن جائے گا"۔

ماہ اپریل ۴۰۴ق م میں جب صلح نامے پر طرفین کے دستخط ہوگئے تو لیساندر، پیرئیوس کی بندرگاہ میں داخل ہوا اور دیواروں کے انہدام کا کام شروع ہوگیا جس میں اہل ایتھنز اور اُن کے حریفانِ غالب دونوں شریک تھے۔ مُرلی بج رہی تھی اور دیواریں گرائی جارہی تھیں۔ اس طولانی جنگ کے خاتمے پر دونوں نئے حلیف شادماں تھے اور دل میں کہتے تھے کہ آخر تمام یونانیوں کی آزادی کا مُبارک زمانہ آگیا۔

یہ خیال کرنا نہ چاہیے کہ تمام اہل ایتھنز اپنے وطن کی اس شکست و ذلت پر سوگوار تھے۔ درحقیقت اُن کے بہت سے جلا وطنوں کو تو ایتھنز کی اسی مصیبت کے طفیل گھر کا منہ دیکھنا نصیب ہوا تھا۔ اور دوسرے گروہ خواص کی نظر میں جمہوریت کو نیست نابود کردینے کا موقع یہی تھا۔ لہذا یہ لوگ ایتھنز کے مُسخر ہوجانے سے بہت خوش تھے۔ ترامنیس کو اپنی "آئینی ریاست" (پولی تی) بنانے کی پڑی تھی کہ ایک دفعہ تو اور بھی نظام حکومت میں ترمیم کی کوشش کی جائے۔ جلا وطنوں میں سب سے

نامی اور مستقل مزاج شخص کری تیاس تھا۔ وہ گرگیاس کا شاگرد، سُقراط کا ہم نشین، عمدہ مقرّر، شاعر اور فیلسوف تھا؛ انہی سب جلا وطنوں نے اب خواص کے ساتھ مل کر اپنے مشترکہ منصوبے کی عملی تدابیر کا نقشہ تیاّر کیا اور اس کے بعد ہی جمہوریت کے خاص خاص سرگروہ پکڑ کے قید میں ڈال دئے گئے۔ پھر ایک جدید نظام حکومت قایم کرنے میں لیساندر سے مداخلت کی درخواست کی گئی اور اسی کے سامنے مرعوب ہوکر مجلس نے یہ تجویز منظور کرلی کہ قوانین۔ کا خاکہ تیاّر کرنے کی غرض سے تیس اشخاص کی ایک جماعت نامزد کردی جاے اور مجموعۂ قوانین کے تیار ہونے تک تمام نظم ونسق پر اسی کو اختیار دے دیا جاے؛ کری تیاس اور ترامنیس بھی انہی تیس اشخاص میں شامل تھے جو اب مامور ہوے؛

۹-تیس کی حکومت-اور جمہوریت کا دوبارہ قایم ہونا

ان تیس نئے حکاّم نے پہلے ہی یہ کام کیا کہ حکومتِ خواص کے پانچسو پختہ حامیوں کی ایک مجلس بنائی اور وہ عدالتی اختیارات جو اب تک جمہور کو حاصل تھے اس مجلس کے سپرد کردیے۔ اور گیارہ آدمیوں کی ایک جماعت پولیس کے فرائض انجام دینے کے لئے متعیّن کی جس کا سردار ساتی روس نامی ایک ظالم و ناخدا ترس شخص کو بنایا؛ جمہوریت کے خاص خاص حامی جنھوں نے سقوطِ ایتھنز کے بعد حکومتِ خواص کے بنا وقیام

کی مخالفت کی تھی، گرفتار کرلئے گئے اور نئی مجلس کے سامنے پیش ہوئے جس نے اُنھیں "سازش" کے جرم میں موت کی سزا دی۔ یہاں تک تو اُس گروہ میں اتفاق تھا لیکن اس کے بعد جو ظلم دستم کا دَور دَورہ ہوا اس میں ترامنیس اور اس کا فریق ان ظالموں کے ساتھ نہ تھا۔ جب وہ برسر اقتدار ہوئے تو انھوں نے ایک یہ اعلان بھی کیا تھا کہ منجملہ اور کاموں کے نئے حاکم، شہر کو بد معاشوں سے پاک کرنے کی خدمت بھی انجام دینگے۔ چنانچہ انھوں نے متعدد بد اطوار اشخاص کو جان سے مروادیا تھا۔ لیکن اسی سلسلے میں اُنھوں نے اور لوگوں کو بھی تحقیق و بلا تحقیقِ جرم قتل کرانا شروع کیا۔ حالانکہ اُن میں سے بعض حکومتِ خواص کے حامی تھے۔ مگر شاید سب سے زیادہ جس شخص کا انہیں خوف ہوسکتا تھا، وہ الکی بیادیز تھا جو اپنے قلعے سے بھاگ کر فرنا بازو کی پناہ میں افروجیہ چلا آیا تھا۔ خواص نے اُس کے خلاف جلا وطنی کا فرمان صادر کیا اور تھوڑے ہی دن بعد وہ خود فرنابازو کے حکم سے قتل کردیاگیا۔ فرنا بازو نے یہ کام لیساندر کے کہنے سے کیا تھا اور کہتے ہیں کہ خود لیساندر سے ایتھنز کے تیس غاصبوں نے اغوا کرکے، ایسا پیام بھجوایا تھا۔

جذباتِ خوف و انتقام کے ساتھ ان غاصبین حکومت کو اب لُوٹ کا لالچ بھی پیدا ہوگیا تھا، اور انھوں نے چند آدمی محض اس لئے قتل کرائے کہ وہ بہت متموّل تھے۔ اپنے

ہم وطنوں کو گرفتار کرنے کے شیطانی اور قابلِ نفرت فعل میں بہت سے شہریوں کو خاص اس غرض سے شریک کرلیا جاتا تھا کہ وہ سب حکومت کے جور و جفا میں معینِ جرم بن جائیں۔ چنانچہ حکیم سقراط اور دوسرے چار اشخاص کو بھی ایک شریف آدمی کے پکڑ لانے کا حکم دیا گیا تھا۔ اس شخص کا نام لیون (باشندہ سلامیس) تھا اور سقراط اور اس کے ساتھیوں کو دھمکی دی گئی تھی کہ اگر انھوں نے اُسے گرفتار نہ کیا تو خود اُن کے حق میں اچھا نہ ہوگا۔ مگر سقراط نے جابروں کے اس حکم کی تعمیل سے اُسی وقت انکار کردیا۔ دوسرے لوگ دل کے اتنے مضبوط نہ تھے۔ بایں ہمہ سقراط کو اس عدول حکمی کی کوئی سزا نہیں دی گئی جس کی وجہ غالباً یہ تھی کہ کری تیاس کے دِل میں جو اس کی صحبت کا فیض یافتہ تھا، استادی شاگردی کا کچھ نہ کچھ لحاظ باقی تھا۔

قانون و عدالت کے پردے میں اس ظالمانہ کشت و خون اور ایسے ناجایز استحصالِ زر کا ترامنیس علانیہ مخالف تھا۔ جدید حکومت کے اکثر افراد بھی اُس کے ہم رائے تھے اور سچ یہ ہے کہ اگر کری تیاس کی قوت و قابلیت فریقِ مقابل کے شاملِ حال نہ ہوتی، تو ترامنیس ایک معتدل حکومت قایم کرنے میں کامیاب ہوجاتا؛ تاہم اس کی کوشش کا اتنا اثر تو ہوا کہ ان تیس جابروں نے ۳ ہزار شہریوں کے گروہ کو مسلّح رہنے کی اجازت دے دی۔ اور انہیں یہ امتیاز بھی حاصل تھا کہ

ان کے معاملات میں خاص مجلسِ عدالت ہی تحقیقات اور فیصلہ کرسکتی تھی ؎

اس اثنا میں وہ خانماں برباد، جنھیں حکومتِ خواص نے ایتھنز سے باہر نکال دیا تھا، ہاتھ پر ہاتھ دھرے نہ بیٹھے تھے انھوں نے کورنتھ، میگارا اور تھبز کی اُن ہمسایہ ریاستوں میں پناہ لی تھی جو اگرچہ ایتھنز کی جانی دشمن تھیں مگر اب اسپارٹہ کی اس چیرہ دستی سے ناراض تھیں کہ اس نے مالِ غنیمت میں ان ریاستوں کو کوئی حصہ نہیں لینے دیا۔ غرض یہاں ایتھنزی جلاوطنوں کی مہماں نوازی ہونے کے علاوہ اس بات پر بھی آمادگی ظاہر کی گئی کہ اگر وہ اپنے وطن کو اُن تیس جابروں کے پنجۂ ستم سے نجات دلانا چاہیں تو انہیں فوجی امداد مل سکتی ہے ؛ چنانچہ پہلی جنگی کارروائی تھبز سے شروع ہوئی۔ اور یہاں جو ۷۰ جلاوطن پناہ گزیں تھے انھوں نے تراسی بلوس اور انی توس کی سرگروہی میں ایٹی کا کے ایک قلعے، فیلہ پر قبضہ کرلیا، جو سرحد بیوشیہ کے متصل، پارنیس کی پہاڑیوں میں واقع تھا۔ اور اس کی مستحکم سنگین فصیل کو مدافعت کے لایق بنالیا؛ اس قدیم فصیل کے کھنڈر اب تک ایٹی کا میں موجود ہیں ؎

تیس جابروں نے جب یہ خبر سُنی تو فوج لے کے نکلے اور قلعے کو گھیرلیا۔ لیکن برف و باراں کا ایک طوفان ایسا بروقت آیا کہ وہ محاصرہ قایم نہ رکھ سکے؛ اور اب وہ دوگونہ بلا میں پھنسے ہوے تھے کہ باہر بھی ایک جمعیت دشمنی پر آمادہ تھی جسے وہ

زیر نہ کرسکے۔ اور شہر کے اندر بھی شدید مخالفت کا خطرہ موجود تھا: ترامنیس کی نسبت انہیں یقین تھا کہ وہ اُن کے مخالفین کے ساتھ ہوجائے گا اور اُس کے رسوخ و اثر سے مخالفین کی قوت بہت بڑھ جائے گی۔ پس انھوں نے اس کا قصّہ پاک کرنے کا فیصلہ کیا اور اپنے چند خاص آدمی عدالت کے کٹہرے کے قریب لگادئے جن کے پاس خنجر چھپے ہوئے تھے۔ پھر کری تیاس مجلس میں اُٹھا اور ترامنیس پر الزام لگانے شروع کئے۔ لیکن جب دیکھا کہ عدالت اُسے بری کردے گی، تو اُس نے ترامنیس کا نام اُن تین ہزار کی فہرست سے خارج کردیا جن کے معاملے میں صرف مجلس عدالت ہی فیصلہ کرسکتی تھی۔ اور پھر اپنی رائے سے اس کے حق میں سزائے موت تجویز کردی۔ ترامنیس، مجلس عدالت کی امان پکارتا ہوا دوڑا اور مقدّس آتشدان کے سامنے آکھڑا ہوا لیکن کری تیاس کے حکم سے وہ گیارہ جو اسی کام کے لئے مقرر تھے، اندر گھُسے اور انھوں نے بدنصیب فریادی کو قربان گاہ پر سے گھسیٹ کر قید خانے میں پہنچادیا اور پھر بہ عجلت زہر کا پیالہ لاکے منہ سے لگادیا۔ جب وہ پی چکا تو اس کی تلچھٹ کا ایک قطرہ اس نے اچھالا جسطرح وہاں مہمان "کتابوس" کھیلتے میں اچھالتے تھے۔ اور چلّایا کہ "یہ قطرہ شریف کری تیاس کے نام کا!"

ترامنیس کی جان لینے کے بعد، اِن تیس جابروں نے ایک ایسا فریب کیا کہ تمام اہل شہر سے، جن کے نام

تین ہزار کی فہرست میں داخل نہ تھے، ہتھیار لے لئے اور انہیں شہر سے باہر نکال دیا۔ مگر اٹیکا میں اُن کے دشمنوں کی تعداد برابر بڑھتی جاتی تھی۔ کری تیاس اور اُس کے چیلوں کو اب اپنی جان کے لالے تھے اور اسی لئے انھوں نے یہ بھی گوارا کرلیا کہ اسپارٹہ کو سفارت بھیجکر شہر کی حفاظت کے واسطے لکدمونی فوج متعین کرنے کی خواہش کی۔ اُن کی درخواست قبول ہوئی اور کالی بیوس کی ماتحتی میں، ۷سو سپاہی آگئے اور انہیں خاص قلعہ اکروپولس میں جگہ دی گئی ✦

ان تیس کا یہ اندیشہ بھی بے بنیاد نہ تھا کہ ان کے بہت سے رفقا مذبذب و متزلزل ہوتے جاتے ہیں۔ لہذا حفظ ماتقدم کی غرض سے انھوں نے الیوسیس پر قبضہ کرلیا کہ اگر اتھنز میں قدم جمنا دشوار ہو تو آیندہ پناہ لینے کے لئے ایک مقام محفوظ رہے۔ یہ کارروائی بمشکل تکمیل کو پہنچی تھی کہ فیلہ سے ترا سی بلوس اُتر کے خاص پیرئیوس پر مسلط ہوگیا۔ اس کے پاس ایک ہزار آدمی کے قریب جمع ہوگئے تھے لیکن استحکامات کے ٹوٹنے کے بعد، پیرئیوس ایسی جگہ نہ رہی تھی کہ وہاں آسانی سے مدافعت کی جاسکے؛ پس مقابلے کے وقت ترا سی بلوس نے منوکیہ کی پہاڑی پر صف جنگ آراستہ کی اور سب سے بلندی پر فلاخن انداز و تیر انداز رکھے تاکہ اُن کے پتھر اور تیر اپنے سپاہیوں کے سروں پر سے گزر کے دشمن کو نشانہ بنائیں؛ اب وہ تیس کا حملہ رد کرنے

کے لئے تیار کھڑے تھے اور جب دشمن پہاڑی پر چڑھنے لگا تو اُن کے سروں پر تیر، پتھر اور برچھیوں کی بوچھار ہونے لگی جس نے تھوڑی دیر کے لئے اُن کے پاؤں ڈگمگا دیے۔ ساتھ ہی تراسی بلوس کے پیادے اُن پر ٹوٹ کے گرے۔ اُن کے آگے آگے وہ کاہن تھا جس نے جنگ میں خود اپنی موت کی پیشین گوئی کی تھی۔ اور سب سے پہلے وہی ہلاک ہوا۔ حریف مقابل کے ستر آدمی مارے گئے اور انہیں مقتولین میں کری تیاس بھی تھا۔ یہ لڑائی (غالباً) ماہ مئی ۴۰۳ء ق م میں واقع ہوئی۔

گروہ خواص نے اب نظام حکومت میں تبدیلی کرنے کی کوشش کی اور تین ہزار کے ایک جلسے میں تیس کی بجائے دس حاکم مقرر کئے گئے جو نسبتاً اعتدال پسند تھے۔ مگر تراسی بلوس کے ساتھ ان کی بھی مصالحت نہ ہوسکی اور جب پیرئیوس میں اس کی قوت برابر بڑھتی گئی تو گروہِ خواص نے مجبور ہوکے پھر اسپارٹہ سے مدد مانگی۔ وہاں سے لیساندر فوج لے کے الیوسیس آیا مگر اسپارٹہ میں لوگ اس سے بدگمان ہوگئے تھے اور اُنھوں نے اُسے بدل کر شاہ پوسے نیاس کو سپہ سالار بنادیا۔ شاہ پوسے نیاس کی کوشش سے آخر فریقین میں صلح ہوگئی اور سب کو عام معافی کا حکم سنادیا گیا۔ لیکن اس معافی سے وہ تیس جابر، اُن کے گیارہ رفیق اور بعد کے دس جانشین مستثنےٰ تھے۔

شہر میں جب امن وامان ہوگیا تو پھر واضعان قوانین کی ایک جماعت تجدید قوانین کی غرض سے مقرر ہوئی اور اُس نے عہد پری کلیس کے قدیم آئین جمہوریت کو ازسرنو نافذ کیا؛ الیوسیس میں ابھی تک گروہ خواص نے قدم جما رکھے تھے اور اس کو خود مختار شہر بنالیا تھا۔ مگر دو سال بعد اہل ایتھنز نے اُسے ہلّہ کرکے لے لیا اور علاقہ ایٹی کا پھر ایک ریاست بن گیا جمہوریت کے حامیوں نے شرائط مصالحت کی کوئی خلاف ورزی نہیں کی تاہم تیس کے مظالم ایسے نہ تھے جنھیں اہل شہر فراموش کردیتے اور یہی سبب ہے کہ اگلی تین پشت تک خواص یا اُمراکو ایتھنز میں اقتدار حاصل کرنے کا کوئی موقع نصیب نہ ہوا

باب دوازدہم

اقتدارِ اسپارٹہ اور جنگِ ایران

۱۔ اقتدارِ اسپارٹہ

جنگ اگوس پتامی کے تیس سال بعد تک اسپارٹہ برابر اپنی حکومت ، پلوپنی سس کے باہر پھیلانے اور اس کے قایم رکھنے میں منہمک رہا۔ اُسے اپنے مقصد میں ناکامی ہوئی۔ جس کا سبب یہ ہے کہ اُس کے آئین و ضوابط اور خود اہل اسپارٹہ کے خصائل میں باہر کے آزاد باشندوں کے ساتھ نباہ کرنے کی صلاحیت نہ تھی۔ ہر شہر میں جو ایتھنز کے قبضے سے نکل کے اسپارٹہ کے قبضے میں آیا، دس دس اشخاص کی ایک حکومت قایم

کردی گئی تھی ۔ اور اس کی پشت پناہ کے لئے ایک لکدمونی عامل "ہرموست" اور ایک لکدمونی دستہ شہر میں متعین کردیا جاتا تھا۔ گویا ہر شہر دوگونہ عذاب میں مبتلا تھا:۔ اسپارٹہ کے عمال بھوکے بھیڑیے تھے اور حکومتِ وطن کی ماتحتی سے بھی عملاً آزاد ہوتے تھے ۔ دوسرے خود مقامی حکام بالعموم ظالم وجفاجو تھے اور اپنے مخالف ہم وطنون کو عدالت وقانون کے پردے میں بے گناہ مروا ڈالتے تھے ۔ اور ان حکام عشرہ (دکارک) اور اسپارٹی عمال کا آپس میں سازباز ہوتا تھا۔

ادہر اُسی لیساندر کا، جس نے اسپارٹہ کی یہ سلطنت قایم کی، تفاخر و اقتدار اس قدر بڑھ گیا تھا کہ اس کے ہم وطن برداشت نہ کرسکتے تھے؛ ساموس سے جہاں اس کا دربار شاہانہ قسم کا ہوتا تھا اہل اسپارٹہ نے اُسے واپس طلب کیا اور وہ اپنی مدح وثنا میں فرنا بازو کا ایک خط لے کر آیا جس کا بالکل اُلٹا اثر ہوا اور یہی ستایش اُس کے حق میں فرد جرم بن گئی ۔ تاہم غنیمت ہے کہ ارباب حکومت نے اسے امن دیوتا کی زیارت کے بہانے وطن سے (افریقیہ) نکل جانے دیا۔ (۴۰۳ھ ق م)۔ لیکن وہی قوتیں جو اُس کی خانماں بربادی کا سبب ہوئیں اب خود وطن کی بربادی کا سامان کررہی تھیں؛ چنانچہ قیام سلطنت کی غرض سے ایک ہزار تیلنٹ[۱] کا سالانہ خراج مقرر کردیا گیا تھا جسے اسپارٹہ کے مقبوضات ادا کرتے تھے ۔ اتنا روپیہ جمع کرنا قوانینِ لکرگس کی صریح خلاف ورزی

[۱]۔ ایک تیلنٹ = $3\frac{1}{2}$ ہزار روپیہ ۔ ۱۲

تھی اور اس لئے وہی خرابیاں جن کے انسداد کی غرض سے یہ قوانین بنائے گئے تھے، اُن میں پیدا ہونے لگیں ؛

۲۔ سیروس کی بغاوت اور دس ہزار کی یلغار

داراب کی وفات پر اُس کا بڑا بیٹا اردشیر ثانی (آرتازرکسز) وارثِ تخت و تاج ہوا ؛ مگر جب سیروس اپنی ولایت (ایشیائے کوچک) میں واپس آیا تو بڑے بھائی کے خلاف منصوبے باندھنے لگا کہ کسی طرح اُسے ہٹاکر خود بادشاہ بن جائے ؛ اس کام میں اسے کرایے کی یونانی فوجوں پر بہت کچھ بھروسہ تھا۔ چنانچہ بھرتی شروع کی اور اس خدمت پر اسپارٹہ کے باشندے کلیارکوس کو مقرر کیا؛ پھر جب سیروس فوج لے کے دارالسلطنت سوس کے ارادے سے چلا ہے تو اس کے پاس ایک لاکھ ایشیائی سپاہی اور تقریباً ۱۳ ہزار یونانی تھے جن میں (ہُپ لیت) پیادوں کا شمار دس ہزار چھ سو تھا؛ کوچ کا مقصد اوّل اوّل بڑی احتیاط سے مخفی رکھا گیا اور سوائے کلیارکوس کے اور کوئی اس راز میں سیروس کا شریک نہ تھا۔ دوسرے پیسی دیا کے پہاڑی لوگ اکثر ایرانی صوبے داروں کو پریشان کیا کرتے تھے اور ان کو مغلوب کرنے کا بہانہ بھی موجود تھا؛ اسی فوج میں جو معاوضہ کثیر کی اُمید پر پیسی دیا کی فرضی مہم میں اس دریا دل شہزادے کے ساتھ ہوگئی تھی، اتیھنز کا ایک شہسوار زینوفن بھی تھا جس نے حکیم سقراط کی صحبت و شاگردی کا

فیض حاصل کیا تھا۔ "اناباسیس" کی مشہور تاریخ یا سیروس
کے ساتھ یونانیوں کی پیش قدمی اور پھر پسپائی کے حالات، اسی
شخص نے لکھے ہیں اور ان سے پہلی مرتبہ ایشیاے کوچک کے
اندرونی حصوں میں اور فرات و دجلہ کے پار دولتِ ایران کے
خاص وسطی علاقوں میں منزل بہ منزل سفر کا مفصل احوال
ہم تک پہنچا ہے۔

ساردیس سے نکل کر سیروس جنوب مشرق کی طرف
کلوسی (علاقہ افروجیہ) میں آیا جہاں تھسالیہ کا باشندہ مینُن
یونانی سپاہیوں کو لے کر اُس سے آملا پھر کلینی کے مقام
پر کلیارکوس نے شرکت کی۔ اب تک یہ مہم اپنی مصنوعی
منزل مقصود یعنی پیسی دیا کے رستے سے الگ نہ ہوئی تھی
لیکن اب سیروس نے پہلے شمال اور پھر مشرق کا رُخ کیا تاکہ
سلیسیہ سے گزر جائے۔ اس علاقے کے بادشاہ
سنی ئیس کی بیگم نے روپے سے اس کی مدد کی اور یونانی
سپاہیوں کی تنخواہ ادا کی۔ خود سنی ئیس نے مصنوعی مزاحمت
کے بعد، فوج کو اُن دشوار گزار دروں سے گزر جانے دیا جو
سلیسیہ کا دروازہ تھے۔ اور جہاں سے علاقہ تارسوس
تک راستہ صاف تھا۔ تارسوس میں پہنچ کر یونانیوں کو خبر
ہوئی کہ وہ ساحل سے تین مہینے سفر کے فاصلہ پر، وسطِ ایشیا
میں لے جائے جا رہے ہیں۔ انھوں نے شورش بپا کردی اور
جبر سے قابو میں نہ آے تو کلیارکوس نے دم دلاسے دے کر

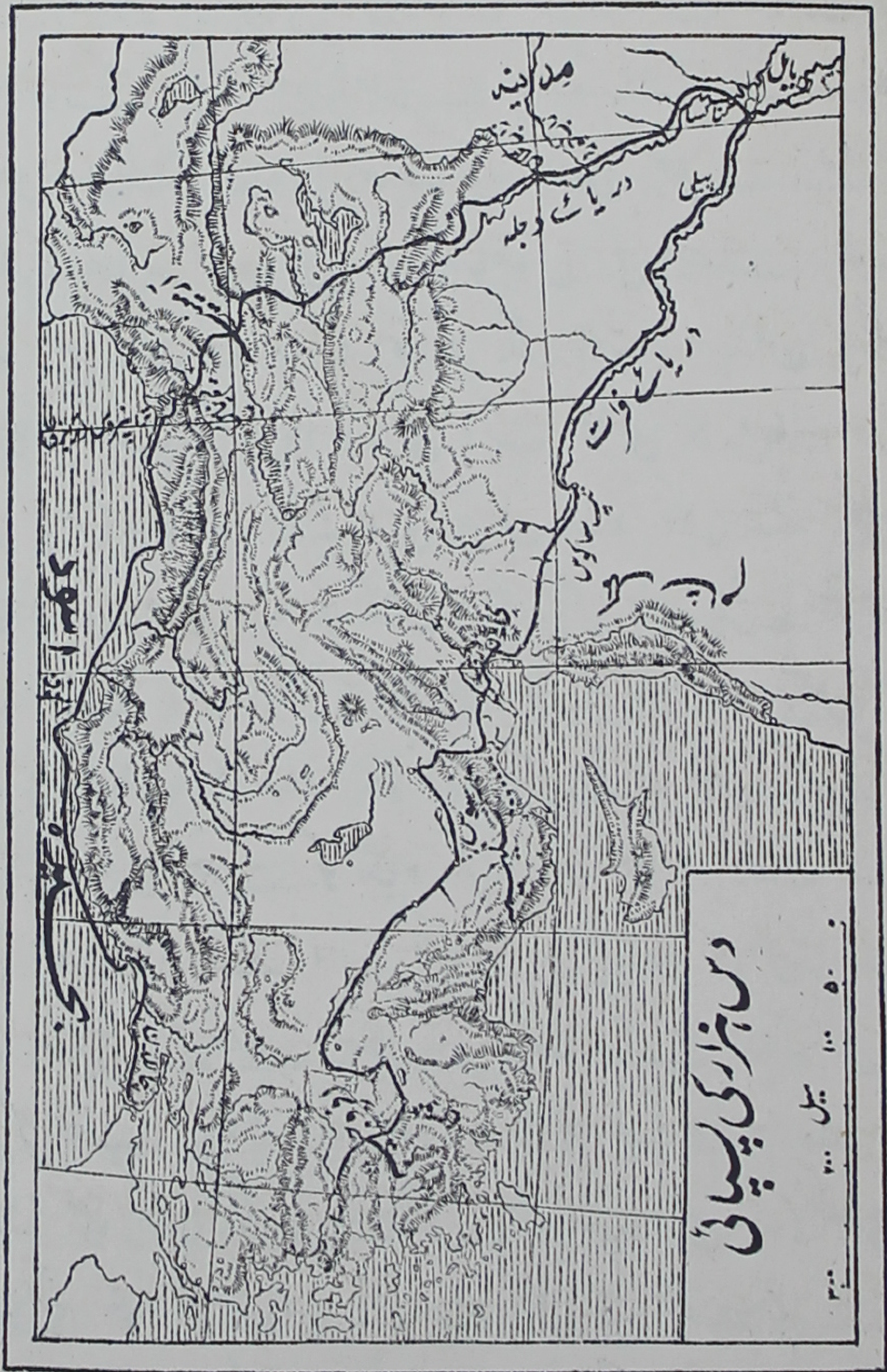
کام نکلا کیونکہ اس میں شک نہیں کہ اب ان کا واپس جانا محال تھا۔

غرض اب سیروس ساحل ساحل جانب مشرق الیسوس کے مقام تک آیا جہاں اس کا بیڑا سات سو ہپ لیت لے کے آگیا تھا اور یہ سپاہی لکدمونیوں نے اس کے پاس بھیجے تھے۔ سمندر اور کوہستان امانوس کے درمیان ملکِ شام کا راستہ نہایت تنگ درے سے گزرتا ہے مگر سیروس بلا دقّت اس سے گزر گیا کیونکہ ایرانی سپہ سالار نہایت بزدلی سے بھاگ گیا تھا۔ می ریان دروس کے مقام پر پہنچ کر یونانیوں نے سمندر کو الوداع کہی اور بارہ دن کے کوچ کے بعد تپ ساکوس پہنچکر فرات کا مشہور پانی آنکھوں سے دیکھا۔ اخرکار یہاں پہنچ کر سیروس کو اقرار کرنا پڑا کہ اُس کی یلغار بابل پر ہے اور اس کا مدّ مقابل خود شہنشاہ ایران ہے۔ فرات پایاب تھا اور اُسے عبور کرنا کچھ دشوار بات نہ تھی چنانچہ فوج نے اُسے پیادہ پا عبور کیا اور اس کے بائیں کنارے پر یلغار جاری رکھی یہاں تک کہ ریگستانِ "عرب" کی سرحد آگئی جس کے اندر تیرہ دن کوچ کرکے وہ سرزمینِ "بابی لونیہ" (بابل) کے کنارے پیلی کے مقام تک پہنچ گئے، جو اُس وقت انسان کی محنت یعنی نہری آب پاشی کی بدولت سرسبز تھا اور اب زیادہ تر بے گیاہ میدان ہے۔

معلوم ہوتا ہے دربار ایران میں یہ بات کسی کے خیال میں

بھی نہ گزری تھی کہ سیروس کی فوج کبھی بھی بابل کے
علاقہ تک پہنچ جائے گی۔ بہر حال فوراً مقابلے کی تیاریاں
شروع ہوئیں۔ خاص شہر بابل کی حفاظت کے لئے دو
دو مقام پر جنگی استحکامات بنے ہوئے تھے کہ اگر شمال
سے حملہ ہو تو اس کی مدافعت اوّل مدیہ کی دیوار پر کیجائے
جو چھیاسٹھ ہاتھ بلند اور اٹھارہ ہاتھ کے قریب چوڑی
تھی۔ اور اسے رال لگاکے پختہ اینٹوں سے بنایا تھا
اس کے بعد بابل کے دروازۂ شہر تک پہنچنے سے پہلے
غنیم کو شاہی نہر عبور کرنی پڑتی تھی۔ مگر ان دو مورچوں
کے علاوہ تیسرا مورچہ خندق کی شکل میں اور بڑھادیا
گیا تھا۔ یہ خندق بھی چالیس میل کے قریب لمبی
تھی اور مدیہ کی دیوار سے لے کر دوسری طرف دریائے
فرات تک اس کا سلسلہ ملادیا تھا۔ ان سب پر
مستزاد یہ کہ اس ملک کو بچانے کے لئے، جس کے
دفاعی استحکامات میں پہلے ہی اس قدر اہتمام کیا گیا
تھا، خود شہنشاہ کو چار لاکھ کے قریب سپاہی فراہم کرنے
میں بھی کچھ دیر نہ لگی۔

مگر اردشیر کو اب دشمن کا ملک میں برابر چلے آنا کسی طرح
گوارا نہ ہوسکتا تھا۔ سیروس کی فوج نے خندق کو پار کرلیا
تھا۔ کیونکہ وہاں کوئی مدافعت کرنے والا نہ تھا۔ اور وہ
موضع کُناکسا تک پہنچ گیا تھا کہ دفعتہً بادشاہی لشکر کی آمد



کی خبر ملی (موسم بہار سنہ ۴۰۱ ق م)۔ اس کے ایشیائی سپاہی
آریاؤس کے زیر علم، بائیں بازو پر تھے۔ قلب میں سوارول
کا دستہ خود سیروس کے تحت میں تھا۔ اور

دستِ راست پر یونانی، دریائے فرات کے کنارے کنارے پھیلے ہوئے تھے؛ ایرانی میسرے پر تسافرنز تھا اور قلب میں خود بادشاہ سوارانِ خاصہ کی معقول جمعیت لئے فوج کو لڑا رہا تھا۔ سیروس کو ایشیائیوں کی خصلت خوب معلوم تھی۔ اور وہ جانتا تھا کہ اگر بادشاہ میدانِ جنگ میں کام آیا یا فرار ہوا تو اسی وقت لڑائی کا فیصلہ اور اپنا مقصد پورا ہو جائے گا۔ اسی خیال سے اُس نے تجویز کی تھی کہ یونانی فوج دریا کا کنارا چھوڑ کر اور بائیں طرف ہٹ آئے تاکہ لڑائی شروع ہوتے ہی وہ دشمن کے قلب پر جہاں بادشاہ تھا، حملہ کر سکے؛ لیکن کلیارکوس نے اپنے ولی نعمت کو تباہ کرایا اور محض مشیخت سے یونانی جمعداروں کے اس اُصول پر جما رہا کہ میسرے کو صفِ مقابل کے برابر پھیلائے رکھنا چاہئے تاکہ دشمن خالی جگہ پاکر عقب میں نہ آجائے۔ حالانکہ خیر خواہی کے علاوہ یہ بات بھی کلیارکوس کو سوچنی چاہئے تھی کہ سیروس کی سلامتی خود یونانیوں کے لئے کس قدر ضروری ہے۔ چنانچہ لڑائی کے انجام کے بعد ہم اس کا حال پڑھیں گے! بالفعل سیروس نے اپنی تجویز پر کوئی اصرار نہ کیا اور یونانیوں کو لڑانے کا کام بالکل کلیارکوس کی مرضی پہ چھوڑ دیا۔ پھر جس وقت یونانی سپاہیوں نے دھاوا کیا تو صفِ مقابل تک پہنچنے سے پہلے دشمن پر اتنا خوف طاری ہوا کہ قدم

اُکھڑ گئے ۔ دوسری طرف ایرانی میمنہ جو سیروس کے میسرے سے بہت آگے تک پھیلا ہوا تھا، گھوم کر چلا کہ آریاؤس کے عقب سے حملہ کرے ۔ قلب سپاہ سے شہزادہ سیروس اپنے ۶ سو سوار لے کے اُن ۶ ہزار سواروں پر جا پڑا جو اردشیر کے گرد جمع تھے ۔ یہ حملہ اس شدت سے ہوا تھا کہ سواران خاصہ اُسے نہ روک سکے ۔ اُن کی صفیں درہم برہم ہوگئیں اور اگر سیروس کو اپنے جذبات پر قابو رہے تو ایک گھنٹے کے اندر چترِ شاہی اُس کے سر پر ہوتا لیکن شومئ قسمت سے اُس کی نظر اپنے بھائی پر پڑی اور اس سے وہ اتنی شدید نفرت رکھتا تھا کہ ضبط نہ کرسکا اور گھوڑا اُڑاتا ہوا چلا کہ اپنے ہاتھ سے بادشاہ کو قتل کرے ۔ بادشاہی سوار بے ترتیبی کے ساتھ بھاگ رہے تھے اُنہی میں سیروس چند ساتھیوں کو لے کے گھس پڑا اور اُس کا اتنا ارمان ضرور پورا ہوگیا کہ اُس کی برچھی سے بادشاہ کے چرکا لگا لیکن اس مقام پر کشت و خون کا جو طوفان بپا ہوا اُس میں کاریہ کے کسی سپاہی کے ہاتھ سے خود سیروس نے آنکھ پر زخم کھایا اور گھوڑے سے گرتے ہی قتل کردیا گیا ۔ اُس کی موت کی خبر اُس کے ایشیائی سپاہیوں کے لئے گویا فرار کا اشارہ تھی جس کے ملتے ہی وہ سب بھاگ کھڑے ہوئے ؎

دس ہزار یونانی تعاقب کے جوش میں بھرے ہوئے

واپس آئے تو اپنی خیمہ گاہ کو لُٹا ہوا پایا اور دوسرے دن
صبح کو سیروس کے مرنے کا حال معلوم ہوا۔ اس نازک
موقع پر فوجی ضوابط کی پابندی اُن کے کام آئی اور جب
اردشیر نے انہیں ہتیار رکھ دینے کا پیام دیا تو اُنھوں نے
انکار کردیا۔ آخر اُس نے خود زبانی گفتگو کی اور اُن کے واسطے
سامانِ رسد بھجوایا۔ لیکن یونانیوں کو اب وطن واپس ہونے
کی دُھن لگی ہوئی تھی سارڈیس ۱۵ سو میل کے فاصلے پر
تھا مگر ریگستان کے راستے وہ اس بے سرو سامانی کی حالت
میں واپس نہ ہوسکتے تھے ؛ ان علاقوں سے اُنھیں بالکل
واقفیّت نہ تھی اور کوئی رہ نما میسّر نہ آتا تھا۔ اس حالت
میں چارو ناچار انہیں تسافرنز کی تجویز قبول کرنی پڑی
اور اُس نے انہیں ایک اور ایسے راستے سے لے چلنے کا
اقرار کیا جس پر رسد مہیّا ہوسکتی تھی ؛ غرض وہ اس کے
پیچھے پیچھے روانہ ہوئے اور دجلہ عبور کرکے بابل کے
علاقے سے ہوتے ہوئے مدیہ پہنچے۔ دریاے زاب خورد
کو عبور کرکے زاب کلاں کے کنارے تک راستے میں
کوئی خاص واقعہ پیش نہ آیا۔ لیکن یہاں تسافرنز نے
مشورے کے بہانے پانچوں یونانی سپہ سالاروں کو اپنے
خیمے میں بلاکے گرفتار کرلیا اور پا بہ زنجیر ایرانی دربار میں
بھیج دیا جہاں وہ سب قتل کرادئیے گئے ٭

تسافرنز کو خیال تھا کہ جب کوئی ذمہ دار سردار نہ رہیگا

تو باقی یونانی بلا تاخیر ہتیار رکھ دیں گے۔ لیکن چند ساعت کی سراسیمگی کے بعد یونانیوں کی ہمّت عود کر آئی اور انھوں نے جانب شمال پھر کوچ شروع کردیا۔ اس موقع پر فوج کو جوش دلانے میں زینوفن نے بڑا کام کیا۔ وہ برمحل تقریر کرنے میں یکتا تھا اور خطرے کے وقت ذرا نہ گھبراتا تھا۔ پس باوجودیکہ وہ محض رضا کار سپاہی تھا اور فوج میں کوئی عہدہ نہ رکھتا تھا، سپاہیوں نے اُسی کو اپنا سپہ سالار منتخب کرلیا *

رہ نما اور تجربہ کار سرداروں کے بغیر اتنے دُور دراز سفر کا تہیّہ کرنا حقیقت میں بڑی جوانمردی کی بات ہے کہ بالکل غیر قوموں کے علاقے سے گزرنا تھا اور نہ انہیں راستے کی خوف ناک درازی کا صحیح علم تھا نہ یہ خبر تھی کہ کون کون سے دریا اور دشوار گزار پہاڑوں کو عبور کرنا پڑے گا۔ اس پسپائی میں جو نئی نئی مشکلات پیش آئیں اُن کا روزانہ احوال، یونانی سپاہیوں کی معقول پسندی، اور دلیری کا مرقع ہے۔ کوہستانِ کاردوکیہ سے گزرتے وقت تسافرنز کی فوجیں انہیں پریشان کرتی رہیں یہ پہاڑ مدیہ کی شمالی حدّ فاصل تھے ان سے اُترنے کے بعد جب وہ کاردوکیہ میں داخل ہونے لگے تو پہاڑ کے وحشی باشندے جان کے دشمن نظر آئے اور اُن کے لئے یہاں کے تنگ و پُرخطر دروں پر راستہ روک لینا کچھ مشکل نہ تھا۔ دجلے کی معاون ندی کن تری تیس پر جو کاردوکیہ

اور ارمینیہ کی حدِ فاصل ہے انہیں وہاں کے ایرانی والی تری بازوس کی فوجیں ملیں کہ راستہ گھیرے ہوئی تھیں اور اُسے فریب دئے بغیر ندّی کو صحیح سلامت عبور کرنا محال تھا۔ مہینہ بھی اب دسمبر کا آگیا تھا اور انہیں ارمینیہ کے برفانی میدانوں سے گزرنا تھا۔اس میں قلّتِ رسد اور شدت سرما کی بڑی تکلیف اُٹھانی پڑی لیکن تری بازوس کے ساتھ اُن کا عہد و پیمان ہوگیا تھا لہٰذا راستے میں اُن کو غنیم نے کوئی گزند نہ پہنچایا۔ یہاں سے شمال مغرب کی طرف کوچ میں فرات کی دونوں شاخیں راستے میں تھیں اُنہیں عبور کیا اور بالآخر وہ شہر گیم نیاس پہنچے جہاں لوگوں نے تپاک سے خیر مقدم کیا اور وہ یہ سن کر نہایت خوش ہوئے کہ شہر ترابِزوس (موجودہ طرابزون) اُن سے صرف چند روز سفر کے فاصلے پر رہ گیا ہے۔ اور پانچویں دن وہ کوہِ تکیس پر پہنچے اور جس وقت ہراول کے سپاہی چوٹی پر چڑھے تو دفعتہً ایک شور مچ گیا۔ زینوفن نے یہ آوازیں سنیں تو یہی سمجھا کہ سامنے سے کسی غنیم نے حملہ کیا۔ اور وہ گھوڑا دوڑاتا ہوا اپنے سوار لئے اُدھر چلا۔ مگر قریب پہنچا تو معلوم ہوا کہ وہ آواز کیا تھی ہ۔ "سمندر! سمندر!"

خاص ساحل اور یونانی شہر ترابزوس تک فوج کے پہنچنے میں چند روز صرف ہوئے۔ یہاں اُنھوں نے ایک مہینے تک آرام لیا۔ (۴۰۰ ق م) تہوار منائے اور زئیس

دیوتا کے نام شکرانے کی قربانیاں کیں۔ ترا پیزوس سے
چالِ کِدُن تک پسپائی کی آخری منازل، انھوں نے کچھ
پیادہ پا اور کچھ کشتیوں میں براہ سمندر طے کیں۔ یہاں پہنچ کر
خیال ہوتا ہے کہ فوج منتشر ہوگئی ہوگی۔ لیکن ایسا نہیں ہوا
بلکہ وہ اب بھی جمع رہے اور تیار تھے کہ جو ریاست انہیں
تنخواہ دے اُس کی ملازمت اختیار کرلیں۔ چنانچہ پہلے ایک
اسپارٹی سپہ سالار کے پاس رہے۔ اور اُس کے بعد تھریس
کے ایک رئیس نے اُنہیں ملازم رکھا۔ اور دغابازی سے تنخواہ
نہیں دی۔ آخر تقدیر نے یاوری کی یعنی اسپارٹہ اور ایران میں
جنگ چھڑگئی، جس کا حال آگے آتا ہے۔ اس وقت اہل
اسپارٹہ کو سپاہیوں کی ضرورت درپیش ہوئی۔ سیر دِس کی
فاقہ کش یونانی فوج کی تعداد گھٹتے گھٹتے اب ۶ ہزار رہ گئی تھی
اسے پیشگی تنخواہ دی گئی اور اُس نے پھر سمندر پار ایشیا کا
رخ کیا۔ خدا خدا کرکے اب زینوفن کو بھی معقول رقم
لے کے ایتھنز آنا نصیب ہوا۔ لیکن شاید وطن میں جہاں
اس کے استاد سقراط کو انہی دنوں موت کا منہ دیکھنا پڑا
تھا، مزاج کے موافق صحبت میسر نہ آئی کہ وہ بہت جلد
اپنے قدیم رفیقوں کے دوش بدوش ایرانیوں سے لڑنے
ایشیا چلا آیا۔ پھر جب اسی زمانے میں ریاست ایتھنز
ایرانیوں کی شریک ہوگئی تو زینوفن کو وہاں والوں نے
خارج البلد قرار دیا اور اُس کی عمر کے باقی بیس برس اُسکی نوں

میں گزرے۔ یہ مقام جہاں اسپارٹہ نے اُسے رہنے کی جگہ عنایت کی تھی اولمپیہ کے قریب تھا۔ اور یہیں اس نے گوشہ نشینی اختیار کرلی کیونکہ وقت گزرنے کے لئے علمی مشاغل کی کچھ کمی نہ تھی۔ چنانچہ بہت سی تصانیف کے علاوہ جو چنداں قابل ذکر نہیں، اُس نے یونانی پسپائی کی وہ سرگزشت یہیں تیار کی جس میں "زینوفن باشندۂ ایتھنز" نے (یعنی خود اُس نے) ایسا نمایاں حصّہ لیا تھا۔ سیروس کی مہم اور یونانیوں کی پسپائی کی کیفیت گویا دولتِ ایران پر یونان کی فتح کے حالات تھے جن کا یونان میں فوری اثر ہوا۔ سپاہیوں کی ایک معمولی جمعیت کا بلا مزاحمت ایرانی سلطنت کے مرکز تک پہنچ جانا جہاں کبھی کسی یونانی فوج کے قدم نہ گئے تھے۔ پھر بادشاہ کی فوجوں کو جنگ کی نوبت آئے بغیر ہی پایہ تخت سے چند میل کے فاصلے پر شکست دے دینا اور آخر میں دشمن کے لشکرِ کثیر کے نرغے سے جو میدانِ مصاف میں یونانی برچھیوں کے سامنے نہ ٹھیر سکا تھا، صحیح سلامت نکل کر واپس آنا، در حقیقت نہایت معنی خیز سبق تھا اور اس کے فوری نتایج کی ایک مثال یہ نظر آتی ہے کہ دس ہزار کی پسپائی کے چند ہی روز بعد زینوفن کی سرگزشت نے اسپارٹہ کے ایک بادشاہ کے دل میں ایسا ولولہ پیدا کیا کہ وہ اُس مہم کو سر کرنے پر آمادہ ہوگیا جو خدا نے سکندر اعظم کے نصیب میں لکھی تھی۔

۳- اسپارٹہ کی لڑائی ایران سے

سیروس نے یونانیوں کی کمک حاصل کرتے وقت آیونی شہروں کو بھی اشتعال دلایا تھا کہ تسافرنز کے خلاف بغاوت کریں۔ سیروس کے کُناکسا میں شکست کھانے کے بعد تسافرنز سواحلِ ایجین پر سیروس کا جانشین ہو کر آیا اور اُسے سب سے پہلے یہاں کے ساحلی شہروں کو دوبارہ تسخیر کرنے کی فکر ہوئی۔ چنانچہ کیمہ پر حملہ کیا۔ ایشیائی یونانیوں نے اسپارٹہ کی دستگیری چاہی۔ دولت ایران سے اسپارٹہ کے تعلقات اب دوستانہ نہ رہے تھے کیونکہ اس نے سیروس کی مدد کے لئے ۷۰۰ سو سپاہی بھیجے تھے۔ پس فرنابازو اور تسافرنز کی مالا مال ولایتوں کو لوٹنے کا یہ موقع دیکھ کر اہلِ اسپارٹہ کے دہانِ آز میں پانی بھر آیا۔ دوسرے ایران کے مقابلے میں نمایاں فتوحات حاصل کرنے کی اُمید نے ہوسِ کشور کشائی کو برانگیختہ کیا۔ غرض اسپارٹہ نے ایشیا میں فوج بھیجنے کا تہیہ کرلیا۔ اور اسی فوج میں شہرہ آفاق دس ہزار کی باقی ماندہ جمعیت آملی تھی جس کا ذکر ہم اُوپر کر آئے ہیں۔ سپہ سالار درکی لی ڈس نے اس موقع پر ایرانی والیوں کے باہمی نفاق سے فائدہ اُٹھایا اور تسافرنز کے ساتھ صلح کرکے اپنی تمام فوجیں لئے ہوئے فرنابازو کی ولایت میں داخل ہوگیا۔ (۳۹۹ سنہ ق م) ترود پر (جو اس زمانے میں یولیس کہلاتا تھا)

قبضہ کرنے میں اُسے کامیابی ہوگئی اور جس طرح دکلیہ پر قابض ہوجانے سے ایک زمانے میں اہل اسپارٹہ تمام اٹی کا پر چھاگئے تھے قریب قریب اسی قسم کی صورت یہاں پیدا ہوگئی کہ فرنابازو کی ولایت کے اندر ایک باموقع اور مورچہ بند مقام اُن کے قبضے میں آگیا۔ ان کامیابیوں سے اہل اسپارٹہ کو یہ توقع ہوگئی تھی کہ دولتِ ایران صلح پر آمادہ ہوجائے گی اور دب کر یونانی شہروں کی آزادی تسلیم کرلے گی اسی خیال سے اُنھوں نے ایرانی والیوں سے ہنگامی صلح کرلی اور شہنشاہ کی خدمت میں اپنے ایلچی سوس روانہ کئے کہ صلح کی شرایط طے کریں۔ لیکن اس کوشش میں کامیابی نہ ہوئی کیونکہ شہنشاہ کو اس کے لایق والی فرنابازو نے اب بحری جنگ شروع کرنے کی صلاح دی تھی۔ در اصل اتھنزی امیرالبحر کونن، جسے ہم اگوس پتامی کے اچانک حملے سے فرار ہوتا دیکھ چکے ہیں، اُس یومِ نحس کی ذلت کا بدلہ لینے کے لئے بیقرار تھا۔ فرنابازو کے مشورے سے اب اسی کو ۳ سو جہازوں کے بیڑے کا امیرالبحر مقرر کردیا گیا اور یہ جہاز ایران کے صوبے فنیقیہ اور سلیسیہ میں تیار ہوئے تھے +

ادہر امیرالبحر دِرکی لی ڈس کی بجائے افواج اسپارٹہ کی سپہ سالاری بھی اب جس کے سپرد کی گئی وہ یونان کا بہت نامی اور ذی اثر شخص گزرا ہے۔ اس سے ہماری مراد شاہ اجیِ لوَس سے ہے جس کو خاص اتفاقات و اسباب نے

اسپارٹہ کے بادشاہی تخت پر لا بٹھایا تھا۔ اصل یہ ہے کہ ہی زمانے میں لیساندر انقلابی منصوبے دل میں لئے ہوئے افریقہ سے واپس آیا تھا اور کسی ایسے شخص کو بادشاہ بنانا چاہتا تھا جو اُس کے اشارے پر کام کرے۔ ادھر ایجیس کے بیٹے لیوٹی کی ڈس کی نسبت مشہور تھا کہ وہ اپنے باپ سے نہیں ہے لہذا لیساندر کی کوشش و رسوخ سے اس کی بجائے ایجیس کے سوتیلے بھائی اجِسی لوُس کو بادشاہ بنا لیا گیا؛ اجِسی لوس ابتدا سے نہایت مسکین و حلیم الطبع تھا اور کبھی کسی معاملے میں پیش پیش نہ رہتا تھا۔ دوسرے دلیر و طاقتور ہونے کے باوجود وہ لنگڑا بھی تھا اور جب اہل اسپارٹہ نے مندر میں استخارہ کیا تو ہاتف غیبی نے پکار دیا تھا کہ "لنگڑے راج سے ہوشیار" رہنا۔ لیکن لیساندر نے اس شوق میں کہ پھر ایسا آلہ اُس کے ہاتھ نہ آئے گا اس ربانی پیام کی بھی تاویل کرلی۔ مگر یہ اُس کی غلطی تھی۔ اُس نے اپنے آوردہ کو پہچانا ہی نہ تھا در اصل اُس کے اسپارٹی ضبط اور حیا کے پردے میں نخوت اور ہوسِ جاہ پنہاں تھی +

بہر حال ۳۹۶ ق م میں قرار پایا کہ اجسی لوس کو درکی لی ڈس کی بجائے امارتِ بحری کی خدمت تفویض کردی جائے۔ اور ۲ ہزار نیوداموردی سپاہیوں کی جمعیت بھی اس کے زیر علم ہو اور مشورہ دینے کے لئے ۳۰ جنگی مشیر مقرر کردئے گئے جن میں لیساندر بھی تھا۔ اور وہ اب تک یہی سمجھے ہوئے تھا کہ جنگ کا اصلی انتظام میرے

قبضے میں آجائے گا۔ لیکن اجسی لوس محض برائے نام سردار بننا نہ چاہتا تھا اور اس نے عمداً لیساندر کو کئی مرتبہ ذلیل کیا۔ حتّٰی کہ خود اُسی کی درخواست پر اُسے دردانیال کے علاقوں میں ایک اور کام پر بھیج دیا گیا جہاں اُس نے اسپارٹہ کے مفید مطلب خدمات انجام دیں۔

ادہر خود اجسی لوس نے افروجیہ کے اندرونی علاقوں میں یورش کی اور وہاں سے بہت کچھ مال غنیمت لوٹ کر افی سوس لایا۔ پھر موسم سرما میں سواروں کی ایک جمعیّت مرتّب و آراستہ کرنے کے بعد موسم بہار کے شروع ہوتے ہی اُس نے لڑائی چھیڑدی۔ اور تسافرنز پر ایسی فتح حاصل کی کہ اُس کی تمام شہرت خاک میں مِل گئی۔ (۳۹۵ ق م)۔ دربار ایران سے تیت روس تیس کو بھیجا گیا کہ وہ تسافرنز کو قتل کر کے اُس کی جگہ لے لے۔ اور اس نئے والی نے اجسی لوس کے ساتھ یہ معاہدہ کرنا چاہا کہ دولتِ ایران یونانی شہروں کی مقامی خود مختاری تسلیم کرلے اور سالانہ خراج وصول کرنے کے سوا جو وہ قدیم سے ادا کرتے تھے اُن کے اندرونی معاملات سے مطلق کوئی سروکار نہ رکھّے۔ اس کے عوض میں اہل اسپارٹہ ایشیا سے اپنی فوج ہٹالیں؛ چونکہ اجسی لوس حکومتِ اسپارٹہ سے مشورہ لئے بغیر شرائط صلح کو قبول نہ کرسکتا تھا۔ لہٰذا فریقین میں چھ مہینے کی ہنگامی صلح ہوگئی اور اس مہلت کے زمانے میں اجسی لوس نے تیت روس کا علاقہ چھوڑ کر فرنا بازو کی ولایت افروجیہ پر حملے شروع کئے۔ اور

یہ ترکتازیاں اُس وقت رکیں جب کہ خود ایرانی والی شاہ اسپارٹہ سے ملنے آیا۔ اور ان دونوں میں دوستی کا واثق عہدو پیمان ہوگیا؛

لیکن اس اثنا میں **کونن** نے اپنے اسّی جہازوں کی مدد سے اہل **رودس** کو بغاوت پر آمادہ کردیا تھا۔ **اجسی لوس** نے اس کے انسداد کی تیاریاں کیں اور ۱۲۰ سہ طبقہ جہاز آراستہ کئے۔ مگر بڑی خطا یہ کی کہ اس بیڑے کی سرداری پر اپنے برادر نسبتی **پیساندر** کو مامور کیا جسے مطلق تجربہ نہ تھا؛ **موسم گرما** (۳۹۴ ق م) کے وسط میں کونن اور **فرنابازو** کا بیڑا جزیرہ نمائے **نیدوس** کے سامنے نمودار ہوا۔اُس کے جہازوں کی تعداد پیساندر کے جہازوں سے بہت زیادہ تھی مگر پیساندر جانبازی کے جوش میں مقابلے کے لئے نکل آیا۔ اس کے ایشیائی رفیقوں نے وقت کے وقت دغا دی اور جنگ سے پہلے ساتھ چھوڑدیا باقی جہازوں میں سے زیادہ ترغنیم نے چھین لئے یا ڈبو دئیے اور خود پیساندر جنگ میں کام آیا؛ ساتھ ہی جو فوجی دستے اہل اسپارٹہ نے جا بہ جا متعیّن کئے تھے انہیں خود یونانی شہروں نے نکال دیا۔ اور دولتِ ایران کی شہنشاہی تسلیم کرلی؛ اسپارٹہ کی بحری طاقت برباد ہوگئی۔ اور اس کی سلطنت کی ناپائیدار بنیادیں ہل گئیں۔

۴۔ "جنگ کورنتھ"

اُدھر اسی زمانے میں خود وطن کے قریب اسپارٹہ کو

زک پہ زک پہنچ رہی تھی۔ اجسی لوس تو ایران کے خلاف نئے نئے منصوبے سوچ رہا تھا اور خیالی پلاؤ پکارہا تھا اور یہاں اسپارٹہ اور اس کے حلیفوں کے درمیان خود یونان میں جنگ چھڑ گئی۔ اگوس پتامی کی لڑائی کے بعد فتح کا تمام فائدہ تنہا اسپارٹہ نے اُٹھایا تھا۔ پھر خاص پلوپنی سس میں جو کارروائیاں اُس نے کیں اُن سے اسکی جابرانہ خود غرضی عیاں تھی مثلاً الیس نے اُس کے خلاف منشا کام کیا تو ایجیس شاہِ اسپارٹہ فوج لے کے چڑھ دوڑا، الیس کا تمام علاقہ تاخت و تاراج کردیا اور وہاں کے باشندوں کو نہایت سخت شرطیں ماننے پر مجبور کیا۔ اسی طرح اسپارٹہ نے مسینیہ کے اُن باقی ماندہ باشندوں سے کینہ نکالا جو نوپاکتوس اور سفالینا میں آبسے تھے اور اُن بے بسوں کو یہاں سے جبراً نکلوادیا۔

جس وقت اسپارٹہ نے دولت ایران سے لڑائی مول لی تو ایرانیوں نے اپنے حریف کے خلاف خاص یونان میں فساد کرانا چاہا۔ چنانچہ ان کے ایک کارندے تموک راتیس (باشندۂ رودس) نے ارگوس، کورنتھ اور تھبز کا گشت کیا۔ اور وہاں کے بعض نہایت ذی اثر عمائد کو اپنا بنالیا۔ بایں ہمہ پہلی زیادتی خود اسپارٹہ کی طرف سے ہوی کہ جب فوکیس اور مشرقی لوکریس میں سرحد کے متعلق تنازع ہوا تو اہلِ اسپارٹہ تھبز پر فوج کشی کا یہ حیلہ پاکر بہت خوش ہوئے اور انھوں نے دو جانب سے بیوشیہ پر حملے کی تیاریاں کیں۔ یعنی قرار پایا کہ جنوب سے شاہ پوسی نیاس

کی فوج بڑھے اور شمال میں مقام ہراکلیہ سے لیساندر حملہ آور ہوئے

اس خطرے میں تھبنز کو ناچار اپنے قدیم دشمن (اتھنز) سے مدد مانگنی پڑی۔ ریاست اتھنز رفتہ رفتہ پھر قوت حاصل کرتی جاتی تھی اور اس موقع پر وہاں کے ہر فریق نے بالاتفاق اسپارٹہ کے حلقۂ اطاعت سے بالکل آزاد ہوجانے کی رائے دی کیونکہ ایک طرف تو کونن جنوب مشرقی سمندروں میں گشت لگا رہا تھا اور دوسری طرف رودس نے علمِ سرکشی بلند کردیا تھا پس ایسا وقت ہاتھ سے کھونا کسی طرح درست نہ تھا۔ چنانچہ تھبنز کے ساتھ معاہدۂ اتحاد کرلیا گیا۔

پوسے نیاس اور لیساندر نے باہم یہ طے کیا تھا کہ اُن کی فوجیں ہل یارتوس کے مقام پر ایک دوسرے سے آملینگی پہلے لیساندر کی فوج پہنچی اور اُس نے شہر پر حملہ کیا۔ اپنے دمدموں کے اوپر سے اہل شہر نے دُور سے دیکھ لیا کہ تھبنز کی سڑک پر ایک فوجی دستہ اِدھر آرہا ہے اور حملہ آور جو نیچے تھے کچھ دیر تک اس خطرے سے مطلع نہ ہوسکے۔ پس محصورین دفعتہً شہر کے دروازوں سے نکلے اور دشمن پر حملہ کیا۔ اِدھر عقب سے تھبنز کی فوج پہنچ گئی اور اس طرح دونوں جانب سے اچانک حملہ ہوا تو لیساندر کے سپاہی پسپا ہوئے اور خود لیساندر اسی جنگ میں مارا گیا۔ (سنہ ۳۹۵ ق م) اس کی موت اسپارٹہ کے واسطے موجب نقصان تھی۔ یونان کا اس سے کچھ

نقصان نہ تھا ۔

تھوڑی ہی دیر بعد پوسے نیاس آپہنچا۔ اُس نے پہلی کوشش یہ کی کہ جس طرح ممکن ہو اپنے شریک سپہ سالار کی لاش چھین لے ۔ لیکن اسی ساعت تراسی بلوس کے ماتحت اتھنزی فوج اہل شہر کی مدد کے لئے آگئی اور اب لیساندر کی لاش کو دفن کرنے کی بھی مہلت ملی تو صرف اس شرط پر کہ پلوپنی سس کی فوجیں بیوشیہ کا علاقہ خالی کردیں ۔ اس شرط کا ایفا تو ہوا لیکن پھر پوسے نیاس کو وطن کی صورت دیکھنی نصیب نہ ہوئی اور زندگی کے باقی دن تگیا میں جلا وطن رہ کے گزارنے پڑے ۔

اسپارٹہ کی ان دو ہزیمتوں کا نتیجہ یہ ہوا کہ یونان کی چار نہایت سر برآوردہ ریاستیں اُس کے خلاف متحد ہوگئیں ۔ یعنی ارگوس و کورنتھ بھی تھبز اور اتھنز کے اتحاد میں شریک ہوگئے اور چند ہی روز میں چھوٹی چھوٹی متعدد ریاستوں نے مل کر اس کا حلقہ وسیع کردیا ۔

موسم بہار کے آتے ہی خاکنائے کورنتھ پر ان نئے حلیفوں کا جلسہ ہوا اور اس میں کورنتھ کے ایک دلیر باشندے نے تحریک کی کہ براہ راست شہر اسپارٹہ پر یلغار کی جائے اور "ان بھڑوں کو اُنہی کے چھتے میں جلا دیا جائے" لیکن لکدمونی فوجیں خود پیش قدمی کر رہی تھیں اور اس قدر بڑھ آئی تھیں کہ خاص کورنتھ کے قریب مقابلہ ہوا۔ (۳۹۴ ق م)۔ جنگ

میں اسپارٹہ کی فتح ہوئی ؛ تاہم خاکنائے پر اہل اتحاد کا قبضہ رہا اور انہیں بیوشیہ میں اجسی لوس سے لڑنے کی فرصت مل گئی ۔

اصل یہ ہے کہ ہلیپارتوس کے معرکوں کے بعد اسپارٹہ کے حکام نے اجِسی لوس ہی کو واپس بلانے کا فیصلہ کیا تھا۔ وہ ایران پر بڑی بڑی فتوحات کے خواب دیکھ رہا تھا۔ لیکن جس طرح اگامِمنن کو ٹروائے کی تسخیر سے پہلے مجبوراً مای کینی واپس آنا پڑا تھا اسی طرح اجسی لوس بادل ناخواستہ خشکی کے راستے تھریس و مقدونیہ سے ہوتا ہوا یونان آیا اور اب بیوشیہ پر فوج کشی کررہا تھا۔ اس کے مقابلے کے لئے اتحادی فوج بھی جو پہلے کورنتھ کے قریب لڑی اب بیوشیہ کے ضلع کرونیہ میں پہنچ گئی تھی ؛ اسی میدان میں جہاں نصف صدی پہلے اہل بیوشیہ نے ایتھنز کا طوقِ اطاعت اتار پھینکا تھا ۳۹۴ ق م میں یہ موقع آیا کہ خود ایتھنز کو بیوشیہ کے ساتھ مل کر لکدمونی غلامی سے آزادی حاصل کرنے کی جد وجہد کرنی پڑی ؛ اجِسی لوس، سفی سوس ندی سے بڑھا اور فوج کا میمنہ خاص اس کے زیر علم تھا۔ اتحادیوں کے میسرے میں ارگوسی فوجوں کو اس کا مقابلہ کرنا تھا لیکن وہ اجسی لوس کا سامنا ہوتے ہی بغیر لڑے بھڑے فرار ہوگئیں۔ دوسری طرف اتحادیوں کے میمنے پر تھیبز کے سپاہی تھے اور انھوں نے لکدمونی میسرے کو شکست دے کر بھگادیا۔ مگر اصلی لڑائی اب

شروع ہوئی جب کہ دونوں طرف کی ظفرمند افواج میمنہ گھوم گھوم کر ایک دوسرے پر حملہ آور ہوئیں۔ مصنف زینوفن کہ خود شریکِ جنگ تھا اس ہولناک خونریزی کی نسبت بیان کرتا ہے کہ پیادہ سپاہیوں کا ایسا تصادم شاید کبھی نہ ہوا ہوگا جیسا کہ کرونیہ کے معرکے میں ہوا۔ اجسی لوس گر کے سپاہیوں کے پانودں میں آگیا تھا اور محض جوانانِ خاصہ کی پامردی کے طفیل اُس کی جان بچی۔ تھبز کی فوج میں متعدّد صفیں تھیں اور جس وقت یہ مل کر آگے بڑھیں تو لکدمونیوں سے اُن کا ریلا نہ رکا۔ اور وہ صف چیر کر دوسری طرف نکل گئیں۔ لیکن میدان اجسی لوس کے ہاتھ رہا اور اسی نے فتح کا جھنڈا بلند کیا۔ اور اتحادیوں نے مقتولین کو دفن کرنے کی مہلت طلب کی۔ اس طرح جنگ کورنتھ کی طرح کرونیہ کی لڑائی میں بھی بظاہر اہل اسپارٹہ ہی کی فتح ہوئی۔ لیکن در اصل وہ اتحادیوں کے حق میں نمایاں کامیابی تھی۔ کیونکہ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ فوراً اجسی لوس بیوشیہ کو خالی کرکے واپس چلا گیا۔

سالِ آئندہ کی جد و جہد کا مرکز بیشتر حوالی کورنتھ رہا کیونکہ اسپارٹہ جزیرہ نمائے پلوپنی سس کے باہر تسلّط رکھنے کی غرض سے مصروفِ پیکار تھا اور اس کے دشمن اسے پلوپنی سس کے اندر بند رکھنے کی سعی میں اپنا پورا زور صرف کر رہے تھے اسی غرض سے انھوں نے کورنتھ سے دونوں ساحلوں تک فصیلیں تعمیر کردی تھیں اور اس کی مغربی بندرگاہ لکیون سے

لے کے دوسری طرف سین کریا کی مشرقی بندرگاہ تک ایک حصار کھینچ کے خاکنائے کو محفوظ کرلیا تھا۔

ادھر اجسی لوس نے ولایت افروجیہ کو جس جس طرح تاراج و خراب کیا تھا اُسے فرنابازو کسی طرح نہ بھول سکتا تھا۔ چنانچہ آئندہ موسم بہار میں اپنے قہر و غضب کا اظہار کرنے وہ بذاتِ خود کونن کے ساتھ بیڑا لے کر یونان آیا کہ اسپارٹہ کا علاقہ تاراج کرکے افروجیہ کا انتقام لے اور اسپارٹہ کے خلاف اہلِ اتحاد کی امداد و ہمت افزائی کرے۔ (۳۹۳ ق م) اس کے جوشِ انتقام میں ایتھنز کا خوب کام نکلا۔ کیونکہ مراجعت کے بعد اس نے اپنا بیڑا کونن کو دے دیا کہ وہ پیرئیوس کے جنگی استحکامات اور ایتھنز کی لمبی دیواروں کی از سرِنو تعمیر میں بیڑے سے کام لے۔ اور یہی وہ واقعہ ہے جس نے جنگ پلوپی سس کے خاص ماحصل پر پانی پھیر دیا۔ ایتھنز سے پیرئیوس تک دو لمبی دیواریں ایک دوسرے کے متوازی بن گئیں۔ بندرگاہ پر دمدمے اور مورچے تیار ہو گئے اور ایک مرتبہ پھر اہل ایتھنز اس قابل ہوے کہ اپنے تئیں آزاد سمجھیں۔ اس اعتبار سے کہ ان دیواروں کی دوبارہ تعمیر کونن نے کی تھی اگر وہ تمس طاکلیس ثانی ہونے کا دعویٰ کرتا تو کچھ بیجا نہ تھا۔ لیکن اس مماثلت کا خیال آتے ہی ہمیں وہ انقلاب یاد آجاتا ہے جو سو برس کے اندر ہی اندر یونان کی حالت میں رُو نما ہوگیا تھا۔ یعنی وہ مرتبہ جو ایک وقت میں ایتھنز کو محض اس لئے حاصل ہوا کہ اُس نے ایران

سے مادرِ وطن کو بچانے میں اپنا سینہ سپر کیا تھا، آج خود ایران کے صدقے میں اُسے جزئی طور پر دوبارہ نصیب ہوتا ہے!
لکدمونیوں کے لئے خاکنائے کورنتھ پر تسلّط حاصل کرنا اس درجہ ضروری تھا کہ انھوں نے سکیان کو اپنا مستقر بنا کے پیہم حملے کرنے شروع کئے کہ جس طرح ممکن ہو کورنتھ کے مورچے توڑ کر نکل جائیں۔ اس جد و جہد میں اُن اجیر فوجوں نے جنھیں افی کراتیس باشندۂ ایتھنز نے سدھایا اور لڑایا تھا، بہت نام پایا۔ یہ سپاہی "پل تاست" (یعنی نیم مسلح سپاہیوں) کی مثل صرف ہلکی ڈھالوں اور چھوٹی برچھیوں سے مسلح ہوتے تھے اور پیشہ ور سپاہیوں کے لئے یہ اسلحہ ہَپ لیتوں کے اسلحہ سے زیادہ کارآمد تھے۔ غرض "محاربات کورنتھ" میں انھی "پل تاستوں" اور اُن کے اولوالعزم سپہ سالار افی کراتیس کے سر فتح کا سہرا رہا۔ کیونکہ جب وقت اہل اسپارٹہ نے اجسی لوس کو سپہ سالار بنا کے بھیجا اور سمندر کی جانب سے اُس کے بھائی تلیوتیاس نے مدد دی تو خاکنائے کا نو تعمیر حصار اور لکیون کی بندرگاہ دونوں چھن گئے تھے اور سال آئندہ پھر اجسی لوس نے پیہم کامیابیوں کے بعد خود کورنتھ کو گھیر لیا تھا اور ارگوس کے راستے کے سوا اس شہر میں آمد و رفت کی کوئی راہ باقی نہ رہی تھی (سنہ ۳۹۰ ق م)۔ اس نازک موقع پر افی کراتیس نے اُن کو نجات دلائی۔

شرح اس اجمال کی یہ ہے کہ لکیون کی متعینہ سپاہ کے

بعض اسپارٹی، جنگی بدرقہ لے کے تہوار منانے گئے تھے اور جسوقت یہ بدرقہ انہیں پہنچا کے واپس آیا اور اسی راستے کورنتھ کے قریب سے گزرا تو افی کراتیس اور اس کے پلٹاستوں نے شہر سے نکل کے اُن پر حملہ کیا اور ان تیز پا نیم مسلّح سپاہیوں کے مقابلے میں اسپارٹہ کے نیزہ بردار پیادوں کی کچھ پیش نہ گئی۔ دشمن کے مسلسل حملوں نے انہیں تھکا دیا اور وہ کثیر تعداد میں مارے گئے اس واقعے سے شاہ اجسی لوس نہایت شرمندہ ہوا اور ایک دستہ لکیون میں چھوڑ کر خود واپس چلا آیا۔ واپسی میں وہ سکیان اور ارکیدیہ کی بستیوں سے رات کے وقت چھپ کر گزرا تاکہ لوگوں کے طعن و اعتراض سے محفوظ رہے مگر اس کے آنے کے بعد تھوڑے ہی دن میں افی کراتیس نے تمام بندرگاہیں جس پر اہل اسپارٹہ قابض تھے دوبارہ تسخیر کرلیں اور لکیون کی فوج سوائے اس کے کہ جزیزہ نمائے پلوپنی سس کا راستہ کھلا رکھتی اور کوئی خاص کام انجام نہ دے سکی۔

۵۔ صلح نامۂ بادشاہی

حوالی کورنتھ کو اس کے حال پر چھوڑ کر اب ہمیں بحر ایجین کے مشرقی سواحل کی طرف متوجہ ہونا چاہیئے۔ گذشتہ چند سال میں یہاں کا سب سے اہم واقعہ یہ ہے کہ بحیرہ مرمورہ کے کنارے ایتھنز کو اپنے قدیم مقبوضات پر دوبارہ اقتدار حاصل ہوگیا۔ تراسی بلوس نے اپنے وطن میں جمہوریت کا احیا کیا تھا۔

اسی کی مساعی جمیلہ سے لس بوس، تاسوس، ساموتھریس کرسونسوس اور آبنائے باسفورس کے دونوں پاسبان یعنی بائی زنطہ اور چالکِدُن پھر ایتھنز کے حلقہ اتحاد میں آگئے۔ لیکن ان کوششوں کو زیادہ کارگر بنانے کے لئے روپیہ درکار تھا اور اسی غرض سے ایتھنزی بیڑے نے ایشیائے کوچک کے ساحل پر گشت لگا کے چندہ وصول کرنا شروع کیا؛ مگر علاقۂ پھم فیلہ کے شہر اس پندوس کے ایک بلوے میں تراسی بلوس مارا گیا۔ (۳۸۹ ق م) اور ایتھنز کا دوسرا محسن کونن بھی جس کے سلطنت ایتھنز پر، پیری کلیس کے بعد سب سے زیادہ احسانات تھے اُسی زمانے میں فوت ہوگیا وہ سفیر ہوکر ایرانی والی تسری بازوس کے پاس بھیجا گیا تھا۔ وہاں روک لیا گیا اور پھر قبرس میں وفات پائی؛

اس جد و جہد میں ایتھنز کا پلڑا جھکتے دیکھ کر اسپارٹہ نے جواب میں دشمنانِ حرّیت کا سہارا لیا۔ یعنی ایک طرف تو سیراکیوز کے مطلق العنان جابر ڈایونی سِیس سے ۲۰ جنگی جہازوں کی مدد حاصل کی اور دوسری طرف آنتالکی ڈس کو سفیر بنا کے ایرانی دربار میں بھیجا کہ دولتِ ایران سے پھر معاہدہ اتحاد تازہ کرے؛ اِدھر اہل ایتھنز سے ایرانی ناراض ہوگئے تھے کہ انھوں نے کونن کے دوست ایواگورس شاہ سلامیس (قبرس) کو اپنا شہری بنالیا تھا اور جب اُس نے دولتِ ایران سے سرتابی کی تو اہل ایتھنز سے اس کی امداد کئے بغیر نہ رہا گیا۔ حالانکہ ایتھنز دولت ایران کا رہینِ منّت تھا کہ اُس کی لمبی دیواریں محض ایران کے طفیل از سرِنو تعمیر ہوئی

تھیں؛ غرض اسپارٹہ کے سفیر انتالکی ڈس کی کوشش کارگر ہوگئی اور شاہِ اردشیر آمادہ ہوگیا کہ اہلِ یونان کو اپنی پیش کردہ شرائط ماننے پر مجبور کرے۔ جن کی رو سے ایتھنز کو اپنے تمام مقبوضات سے (جو انہی ایام میں تراسی بلوس نے دوبارہ تسخیر کئے تھے) دست بردار ہونا پڑا۔ تمام متخاصمین کے وکلا سارڈیس میں طلب کئے گئے اور تری بازوس نے شہنشاہ کی مہر دکھا کے اس کا فرمان بہ آواز بلند انہیں سنایا۔ جس کا مضمون یہ تھا کہ

"شاہ اردشیر کے نزدیک مناسب ہے کہ جزایرِ کلازومنی اور قبرس دولتِ ایران سے وابستہ رہیں۔ باقی تمام یونانی ریاستیں بڑی ہوں خواہ چھوٹی اپنے اندرونی معاملات میں خود مختار رہیں گی۔ بجز لمنوس امبروس اور سکی روس کے جو پہلے کی طرح اب بھی ایتھنز کے مقبوضات تسلیم کئے جائیں گے؛ اِس فرمانِ امن کو اگر کسی نے قبول کرنے سے انکار کیا تو میں اپنی ہم خیال ریاستوں کے ساتھ اُس سے برّو بحر پر روپے اور جہازوں سے دونوں طرح جنگ کرونگا!"

یہ عہد نامہ جسے صلح نامہ بادشاہی کے نام سے موسوم کرتے ہیں پتھر پر کندہ کراکے یونانی ریاستوں کے خاص خاص مندروں میں نصب کردیا گیا۔ (سنہ ۳۸۷ و ۳۸۶ ق م) بہت سے یونانی دِل میں ضرور کہتے تھے کہ ایرانیوں کے فیصلے پر سر تسلیم خم کرنا یونان کی بڑی ذلت ہے۔ کیونکہ گو اسپارٹہ اور ایتھنز دونوں کو جب کبھی ایران سے مدد مل سکی انھوں نے اس سے فائدہ اُٹھایا تھا لیکن ہیلاس

کے اندرونی معاملات غیر یونانی ملیچھوں کے حکم سے کبھی فیصل
نہ ہوئے تھے ؛ اسپارٹہ کی بدولت یہ دن بھی دیکھنا پڑا۔ اور اب
یہ ریاست خود ہی شہنشاہ کی پیشکار بن کے اُس کے فرمان کی
تعمیل میں کوشش کرنے لگی تاکہ خود اپنا اقتدار ہاتھ سے نہ جائے؛
اور اُدھر ایشیائی یونانیوں کو مشرقی طریقِ حکومت کے مصائب
جھیلنے کے لئے اُس نے اُن کے حال پر چھوڑ دیا ٭

باب سیزدہم

ایتھنز کا دوبارہ فروغ اور دوسری ہیئتِ اتحاد

۱- اسپارٹہ کا جابرانہ طرزِ عمل

جب خاکنائے کورنتھ کا راستہ اسپارٹہ کے لئے کھل گیا اور دولت ایران اُس کی حلیف بن گئی تو اسے پھر فراغت حاصل ہوگئی کہ اپنی قوت کا جابرانہ استعمال کرے۔ چنانچہ **یونان** کے مختلف حصّوں میں اُس نے یہی کیا۔

جزیرہ نمائے **کالسی ڈیس** کے شہر اولن **تھس** کے گرد و نواح میں انہی دنوں ایک انجمنِ اتحاد قائم ہوئی تھی اور اس **تھونیہ** کے شہر اُس میں شریک تھے۔ (۳۸۵ ق م) **امن تاس** شاہِ مقدونیہ نے بھی اِس انجمن سے اتحاد کرلیا تھا اور جب اہل **اِلّیریہ** نے اُسے مقدونیہ سے جبراً نکال دیا تو اپنی ریاست کے جنوبی اضلاع

اس نے ہیئت اولن تھس کے حوالے کر دیئے تھے۔ اس وقت اولن تھس کے باشندوں کو اپنا حلقۂ اتحاد وسیع کرنے کا خیال پیدا ہوا جس میں تمام جزیرہ نماے کالسی ڈیس اور اس کے قریب کا علاقہ شامل ہوئے اور جن شہروں نے شرکت سے انکار کیا انھیں مجبور اور تنگ کرنا شروع کیا۔ حتیٰ کہ اکان توس اور اپالونیا کی ریاستوں نے جو شریک ہونا نہ چاہتی تھیں اسپارٹہ سے دستگیری کی استدعا کی اور امن تاس کو بھی اسی زمانے میں اپنے اضلاع واپس لینے کی خواہش ہوئی۔ ان حالات میں اسپارٹہ جس کا مقصود یہ تھا کہ یونان میں نفاق و افتراق کو قائم رکھے۔ خوشی سے اپالونیا اور اکان توس کو امداد بھیجنے پر آمادہ ہوگیا۔

مگر کالسی ڈیس کے خلاف جو مہم روانہ کی گئی تھی اس کے راستے میں ایک غیر متوقع واقعہ یہ پیش آیا کہ جب اسپارٹی سپہ سالار فی بی ڈس حسب الحکم علاقۂ بیوشیہ کے راستے اپنی فوجیں مقدونیہ لے جا رہا تھا تھبز کے ایک گروہ نے اپنے شہر میں انقلاب کی سازش کی۔ یہ گروہ اسپارٹہ کا طرفدار تھا اور اس کا سب سے ممتاز رکن لیون تیاڈس اُس زمانے میں اپنے وطن کے فوجی سپہ سالاروں میں شامل تھا۔ اُسی نے فی بی ڈس سے سازش کی کہ تھبز کے قلعے کادمیا پر، تھس موفوریا نامی تہوار کے دن قبضہ کر لیا جائے۔ کیونکہ اُس روز یہ قلعہ تہوار منانے کے لئے عورتوں کے حوالے کر دیا جاتا تھا۔ غرض یہ سازش پوری طرح کامیاب ہوگئی۔ اہل سازش کا بغیر کسی مزاحمت کے قلعے پر قبضہ ہوگیا۔ دوسرا سپہ سالار اس میناس گرفتار کر لیا گیا اور شہر میں اسپارٹہ کے

حامیوں کی حکومت قائم کردی گئی۔ (۳۸۲ سنہ ق م) ۔

تھیبز کے قلعے پر قابض ہوجانے سے اسپارٹہ کی سیادت محفوظ ومستقل ہوگئی تھی لیکن اس کی نظریں شمالی یونان کے خطرناک اتحاد پر لگی ہوئی تھیں کہ جس طرح ممکن ہو اُسے مغلوب و پامال کردیا جائے اور فی بی ڈس کی مہم جو بیوشیہ میں مذکورۂ بالا واقعہ پیش آجانے کی وجہ سے ملتوی ہوگئی تھی وو بارہ روانہ کی گئی اور تلیوتاس کو اُس کا سپہ سالار بنا کے بھیجا گیا۔ اور جب وہ اولن تھس کی شہرپناہ کے سامنے شکست کھا کے مارا گیا تو پولی بیاڈس مقرر ہوا جس نے اپنے مقصد میں کامیابی حاصل کی اور اہل اولن تھس کو امان مانگنے پر مجبور کیا اور اُن کی ہیئتِ اتحاد کو معدوم کردیا۔ (۳۷۹ سنہ ق م)

اسی زمانے میں خود جزیرہ نمائے پلوپنی سس میں لکدمونیوں کی چیرہ دستی کے یہ کرشمے ظاہر ہوئے کہ انھوں نے مان تینیا کو شہرپناہ گرا دینے کا حکم دیا اور جب اہلِ شہر نے انکار کیا تو اسپارٹہ کی فوجوں نے شہر کو گھیر لیا اور چھین کر اُس کی آبادی کو پانچ دیہات میں متفرق کردیا کہ اس کی مُدنیت اور شہری قوت نیست نابود ہوجائے ۔ اسی طرح شہر فلیوس کو انھوں نے بعض مخرو جینِ کی بازطلبی کا حکم دیا اور جب اس پر نزاع پیدا ہوئی تو فلیوس کے خلاف جنگ کا اعلان کردیا۔ اس کے بعد جبراً وہاں اپنی سپاہ متعین کردی کہ جس وقت تک عمائد شہر کی ایک جماعت نیا نظامِ حکومت مرتب کرے یہ فوج شہر کی نگران رہے۔ اور ان

عمائد کو اجسی لوس نے اپنی حسب منشا نامزد کر دیا تھا؛
غرض کچھ عرصے تک اہل اسپارٹہ جابر ڈایونی سیئس اور پلچھ اردشیر کے حلیف بن کر یونانیوں پر یہی جور و ستم کرتے رہے یہانتک کہ زینوفن بھی جو اسپارٹہ کے بادشاہ کا دوست اور وہاں کے آئین و قوانین کا مدّاح ہے۔ اسپارٹہ کی اس روش پر متاسّف و ناراض ہے اور تھبنز کے ہاتھوں اُس کی سرکوبی کو اُس کی واجبی سزا اور عینِ انصاف مانتا ہے۔

۲- ایتھنز اور تھبنز کا اتحاد

تھبنز میں جب سے ۱۵ سو لکدمونی سپاہی متعیّن ہوے تھے اُن کے زعم پر لیون تیاڈس اور اس کے رفقا وہاں جو چاہتے وہ کرتے تھے اور اُن کی حکومت نہایت ظالمانہ اور مطلق العنان تھی۔ خوف نے اربابِ حکومت کو اور بھی شکّی اور جابر بنا دیا تھا کیونکہ وہ جلاوطنوں کی اُس تعدادِ کثیر سے نہایت اندیشہ مند تھے جس نے ایتھنز میں پناہ لی تھی۔ اور جس طرح ایتھنز کے دورِ استبداد میں تھبنز نے تراسی بلوس اور اس کے رفقا کے ساتھ دوستانہ سلوک کیا تھا۔ اسی طرح اب تھبنز کے جلاوطنوں کے ساتھ اہلِ ایتھنز پیش آئے تھے۔ انہی مہجورینِ وطن میں سے پلوپی ڈس نامی ایک شخص نے وطن کو نجات دلانے کے لئے سر ہتیلی پر رکھا اور چھ جانباز اور اُس کے شریک ہو گئے خود شہر میں بہت سے لوگ اپنی حکومت سے بیزار تھے اور انہی میں پلوپی ڈس کا محبوب

دوست اپامننڈس تھا، ان میں سے اکثر کا خیال یہ تھا کہ ابھی انقلاب کا وقت نہیں آیا ہے۔ تاہم چند وطن پرست اپنی جان جوکھوں میں ڈالنے پر آمادہ ہوگئے اور ان میں فی لی ڈس خاص طور پر قابلِ ذکر ہے۔ وہ سپہ سالارانِ شہر کا دبیر تھا اور اس لئے اُس کی شرکت نہایت مفیدِ مطلب ثابت ہوئی، غرض منصوبے کے عمل میں آنے کا دن مقرر کرلیا گیا اور ایک رات پہلے پلوپی ڈس اور اُس کے ۶ رفیقوں نے کوہ سیتھی رُن کا راستہ طے کیا اور شکاریوں کے بھیس میں کھیتوں سے واپس آنے والے کاشتکاروں کے ساتھ مِل کر شہر کے اندر صحیح سلامت داخل ہوئے (۳۷۹ء ق م) آئندہ شب میں فی لی ڈس دبیر نے ضیافت کا سامان کر رکھا تھا اور اس میں سپہ سالاروں کو مدعو کیا تھا۔ اُس نے اس موقع پر بعض عالی خاندان خوبصورت عورتوں سے جن کی نظرِ التفات کے یہ سپہ سالار متمنّی تھے انھیں روشناس کرنے کا وعدہ کیا تھا۔ اور اسی لالچ میں وہ وہاں آئے اور مے کشی میں مصروف تھے کہ ایک ہرکارا ارگیاس کے نام خط لیکر آیا اور کہا کہ یہ نہایت اہم معاملات کے متعلق ہے ارگیاس نے کہا "معاملات کی بات کل ہوگی" اور خط کو تکیئے کے نیچے رکھ لیا۔ یہ بات بعد از وقت یعنی دوسرے دن معلوم ہوئی کہ اس خط میں سازش کا حال تحریر تھا، القصہ اب ان سرداروں نے عورتوں کو بُلایا جو پاس کے کمرے میں علٰحدہ بیٹھی تھیں۔ مگر فی لی ڈس نے بیان کیا کہ جبتک ملازمین نہ ہٹا دیئے جائیں وہ آنے سے

انکار کرتی ہیں پھر کھانے کے کمرے سے سب لوگ چلے گئے اور چند احباب اور سپہ سالاروں کے سوا کوئی نہ رہا تو عورتیں آئیں اور خداوندان تھبز کے پہلو میں بیٹھ گئیں۔ اُن کے چہروں پر نقاب تھی اور جب اُن سے نقاب اُٹھا کے حُسن عالم سوز کے دکھانے کی درخواست کی گئی تو اس کے جواب میں انہوں نے اپنے خنجر سپہ سالاروں کے جسم میں اُتار دیئے کیونکہ دراصل عورتوں کے بھیس میں یہ **پلوپی ڈس** اور اس کے رفقا تھے جنھوں نے ان ظالموں کا قصہ پاک کرنے کے بعد امرا کے اور دو بڑے بڑے سرگروہوں کو خاص اُن کے گھر میں جاکے قتل کیا اور سیاسی قیدیوں کو رہا کردیا۔ جب یہ سب کام ہوگیا تو اپامنن ڈس اور دیگر وطن پرستوں نے جو ابتدا میں خود ایسا کام کرنا نہ چاہتے تھے نہایت مسرت کے ساتھ انقلاب کی تائید کی اور صبح ہوتے ہی شہر کے چوک میں باشندوں کا عام جلسہ ہوا جس میں اہل سازش کے سر پر سہرے باندھے گئے اور انہی میں سے تین شخص سپہ سالاری کے واسطے منتخب ہوئے۔ جن میں **پلوپی ڈس** بھی شامل تھا۔ ساتھ ہی شہر میں جمہوری نظامِ حکومت قائم کردیا گیا۔

اس کامیابی کا مژدہ سُنتے ہی باقی ماندہ جلاوطن اور بعض ایتھنز کے جوان جو اپنی خوشی سے اُن کے ہمراہ ہوگئے تھے تھبز پہنچ گئے۔ اِدھر قلعے کی فوج کے اسپارٹی سردار نے امداد کے لئے ہرکارے دوڑا دیئے تھے۔ لیکن کوئی کُمک آئی بھی تو اہلِ شہر نے اُسے پسپا کردیا۔ اور اب فتح کے تازہ جوش میں وطن پرستوں نے کاومیا پر قبضہ کرنے کا عزم کیا حالانکہ یہ نہایت مستحکم قلعہ تھا لیکن لکدمونی عمّال نے فوراً

اطاعت قبول کرلی اور جب یہ سردار واپس اپنے وطن پہنچے تو اہلِ اسپارٹہ نے دو کا سر قلم کرادیا اور ایک کو جلاوطنی کی سزا دی۔ انھوں نے شاہ کلیومبروتس کو بھی بلا تاخیر فوج دیکر بیوشیہ روانہ کیا تھا مگر وہ کچھ نہ بنا سکا۔ البتہ ایتھنز سے جو مطالبہ کیا گیا تھا کہ وہ اپنے شہریوں کو جنھوں نے تھیبز کو مدد دی، سزا دے اس مطالبے کو کلیوم بروتس کی فوج کی موجودگی سے اور تقویت ہوگئی۔ واضح ہو کہ اسوقت تک رسمی طور پر ایتھنز اور اسپارٹہ میں صلح تھی بایں ہمہ ایتھنزی رضاکاروں کے ساتھ دو سپہ سالار بھی اپنے عہدے کا خیال کئے بغیر تھیبز گئے تھے۔ ان میں سے ایک کو ایتھنز نے موت کی سزا دی اور دوسرے کو جلاوطن کردیا اور انصاف کا مقتضیٰ بھی یہی تھا۔ لیکن جب اسی قسم کا ایک اور معاملہ پیش آیا تو اسپارٹہ نے ایسی انصاف پسندی نہ دکھائی۔ اس کی شرح یہ ہے کہ تھسپیہ کے اسپارٹی عامل سفودریاس نے بندرگاہ پیریئس پر اسی طرح قبضہ کرلینے کی تجویز سوچی جس طرح فی بی ڈس، تھبز پر قابض ہوگیا تھا اس غرض سے وہ ایک جمعیت لیکر ایٹی کا میں داخل ہوا مگر اس قزاقانہ حملہ کا اس بری طرح منصوبہ بنایا گیا تھا کہ وہ ابھی آدھا راستہ ہی طے کرنے پایا تھا کہ دن نکل آیا اور اسے واپس ہونا پڑا اور واپسی میں وہ غارتگری کرتا گیا۔ اس واقعے پر اہل ایتھنز کو بہت طیش آیا لیکن اسپارٹہ نے حملے سے بے تعلقی ظاہر کی اور سفودریاس کو سزا دینے کا وعدہ کیا مگر اجسی لوس نے مداخلت کی اور سفودریاس کو بھی بچالیا۔ اس وقت اہل ایتھنز علانیہ تھبز کے ساتھ ہوگئے اور انھوں نے اسپارٹہ کے خلاف

اعلانِ جنگ کر دیا۔

۳- ایتھنز کی دوسری ہیئت اتحاد اور اصلاحات تھمبز

جنگ نیدوس کے بعد سے اہل ایتھنز دوبارہ تھریس، جزائرِ ایجین اور سواحلِ ایشیا کی ریاستوں سے رشتہ اتحاد قائم کرتے جاتے تھے لیکن جب اسپارٹہ سے پھر مخاصمت پیدا ہوئی تو اُنہوں نے الگ الگ سب سے تعلق رکھنے کی بجائے ایک "ہیئت اتحاد" بنانی چاہی جسمیں تمام ریاستیں ایک دوسرے کی شریک ہوں۔ لیکن اس اتحاد کے جو خالص مدافعانہ اغراض کے لئے قائم ہوا تھا، دو حصے کئے گئے ایک میں تو صرف ایتھنز کے وکیل تھے اور دوسرے میں باقی متحدین شریک کئے گئے تھے۔ اور ان متحدین کی اپنی مجلس بالکل علٰحدہ تھی جس کے اجلاس ایتھنز میں ہوتے تھے مگر خاص اہل ایتھنز کو اُن میں کوئی دخل نہ تھا۔ اتحاد کے واسطے مشترکہ سرمایہ ضروری تھا اور شرکا ایک سالانہ رقم دیتے تھے مگر اس کا نام "سین تاکسیس" (یعنی چندہ) تھا اور "فوروس" (خراج) کے لفظ کو قصداً چھوڑ دیا گیا تھا کہ اس سے اتحادِ دلوس کی ناگوار یاد تازہ ہوتی تھی۔ پھر بھی متحدین کے سرمائے کا انتظام اور متحدہ افواج کی قیادت ایتھنز ہی کے سپرد کی گئی تھی۔ حسنِ اتفاق سے خاص وہ لوح جو قیام اتحاد کا گویا محضر تھی، باقی رہ گئی ہے اور اگرچہ اس پتھر کے قریب بیس ٹکڑے ہو گئے ہیں تاہم اس پر شرکائے اتحاد کا یہ مقصد صاف لفظوں میں کندہ کیا ہوا موجود ہے کہ وہ لکدمونیوں کو مجبور کریں گے کہ یونانیوں کے

امن و امان سے آزاد و خود مختار رہنے میں رخنہ نہ ڈالیں۔

بڑی بڑی ریاستیں جنہوں نے سب سے پہلے اس اتحاد میں شرکت کی خیوس، بای زنطہ، متی لنہ، ہتیمنا اور رودس تھیں۔ ان کے بعد اور بہت سے شہر شریک ہوگئے اور سب سے زیادہ عجیب اور قابلِ لحاظ واقعہ یہ ہے کہ تھبنز نے بھی اپنا نام اتھینز کے حلیفوں کی فہرست میں درج کرانا گوارا کرلیا۔ حلیفوں کی کل تعداد ۷۰ کے قریب تھی۔ تھبنز میں اُن دنوں حکومت کی توجّہ فوجی معاملات پر مبذول تھی ۳ سو پیادوں کا ایک نیا دستہ تیار کیا گیا تھا اور اس میں شریف سے شریف خاندانوں کے چیدہ امیر زادے بھرتی کئے جاتے تھے۔ اس فوج کا نام "مبارک دستہ" تھا اور اس میں ہر جنگ آزما کا ایک جگری دوست اس کے ہم دوش رہتا تھا۔ گویا کُل ۱۵۰ جوڑیاں ہوتی تھیں جو لڑنے مرنے میں آخر تک ایک دوسرے کا ساتھ نہ چھوڑتی تھیں میدانِ مصاف میں یہی دستہ سب پیادوں سے آگے رکھّا جاتا تھا اور یہ تقدیر کی یاوری تھی کہ اس وقت شہر تھبنز کو بامراد بنانے کیلئے اُسے رہنما بھی ایسا مل گیا جو قابلیت میں اپنی نظیر نہ رکھتا تھا اس سے ہماری مراد پلوپی ڈس کے دوست اپامنن ڈس سے ہے۔ وہ نہایت شرمیلا اور بے نفس آدمی تھا لیکن انقلاب حکومت نے اس کے دل میں وہ جوش پیدا کیا کہ وطن پرستی کی دبی ہوئی چنگاری بھڑک اُٹھی اور اُس نے فوجی معاملات میں حصّہ لینا شروع کیا اِس میدان میں رفتہ رفتہ اُس کی قابلیت کے جوہر کھُلے اور آٹھ سال کے اندر اندر وہ شہر میں سب سے زیادہ صاحب اثر شخص ہوگیا۔

اپامنن ڈس فلسفیانہ خیالات و آرا کا شیدائی تھا اور ایک مدت تک فن موسیقی اور جسمانی ورزشوں کی بھی اُس نے تعلیم حاصل کی تھی وہ عادتاً بہت کم گو شخص تھا لیکن ضرورت کے وقت بولتا تو اُسکی تقریر نہایت پُر اثر ہوتی تھی۔ جس طرح اسے شہرت و جاہ حاصل ہونیکی پروا نہ تھی اسی طرح وہ مال و دولت سے بھی مستغنی تھا۔ اور مرتے وقت تک مفلس رہا، اس کا ایک اور غیر معمولی وصف یہ ہے کہ فرقہ بندی کے تعصّب سے قطعاً پاک تھا حالانکہ یہ وہ بلا ہے جس نے یونان میں بیسیوں آفتیں بپا کرائی تھیں مگر اپامنن ڈس کو خانہ جنگی سے جس قدر نفرت تھی اُس کی ایک مثال ہماری نظر سے گزر چکی ہے کہ محض اسی باہمی کُشت و خون سے الگ رہنے کی خاطر اُس نے پلوپی ڈس کی کامیاب بغاوت میں کوئی حصہ نہیں لیا،

۴۔ جنگ نکسوس اور عہد نامہ کالیاس

چار سال کے اندر اُرکومنوس اور شیرونیہ کے سوا بیوشیہ کی تمام ریاستیں، تھبنر کے حلقۂ اتحاد میں آگئیں اور اسپارٹہ کے عمّال ہر جگہ سے نکال دیئے گئے۔ مزید برآں پلوپی ڈس اور دستۂ مبارک نے اپنے سے دُگنی لکدمونی فوج کو تنگیرا کے تنگ درے میں ایک شکست بھی دی جس میں دونوں اسپارٹی سپہ سالار مارے گئے؛ اسپارٹہ پر فتح پانے کا حسبِ معمول اس مرتبہ بھی لوگوں کے دل پر بڑا اثر ہوا،

ادھر سمندر میں بھی اہل اسپارٹہ کو ہزیمت نصیب ہوئی جسکی

تفصیل یہ ہے کہ اسپارٹہ کا سردار پلیس ساٹھ جہاز لئے سمندروں میں گشت لگا رہا تھا اور بحیرۂ افشین سے جو غلّے کے جہاز پیرئیوس آتے تھے اُن کا راستہ روکتا تھا حتی کہ ایتھنز میں اُس کی وجہ سے قحط کا اندیشہ پیدا ہوگیا؛ پس اہل ایتھنز نے کاب ریاس کو اسّی جہاز دے کے روانہ کیا کہ سمندر کو دشمن سے صاف کردے اور نیز جزیرہ نکسوس کو دوبارہ مطیع کرے کہ اُس نے اتحاد کے خلاف علمِ سرکشی بلند کیا تھا۔ اسی جزیرے کو بچانے کی غرض سے پلیس بھی اِدھر روانہ ہوا اور جزیرہ پاروس و نکسوس کے درمیان کی آبنائے میں ایک بحری جنگ ہوئی (۳۷۶ ق م) جس میں پلیس کو سخت شکست ملی اور گیارہ جہازوں کے سوا باقی سب جہاز تلف ہو گئے اور اگر کاب ریاس اُن کو چھوڑ کر اپنے آدمیوں کو غرقابی سے بچانے میں مصروف نہ ہوجائے تو یہ گیارہ بھی سلامت نہ جاتے لیکن کاب ریاس کو ارگی نوسی کا واقعہ یاد تھا۔

سال آئندہ بحری تفوّق کے اظہار کی غرض سے ایتھنز نے کونن کے فرزند تیموتیوس کے ماتحت اپنا بیڑا روانہ کیا کہ جزیرہ نمائے پلوپنیسس کے گرد گشت لگائے۔ اُس نے مغرب میں مولوسی، سفالینا اور بعض اکرنانی ریاستوں کے علاوہ کرکایرا کو بھی ایتھنز کے اتحاد کا شریک بنالیا؛ اسپارٹہ سے اسی زمانے میں صلح کی شرائط طے ہوئی تھیں لیکن کرکایرا کی شرکت اتحاد سنتے ہی پھر جنگ چھڑ گئی اور اہل اسپارٹہ نے اس جزیرے کو دوبارہ لینے کی غرض سے فوراً ناسی پوس کو روانہ کیا؛ اُس نے شہر کو گھیر کے گرد و نواح کا

علاقہ لوٹ لیا اور بے فکر محاصرہ کئے پڑا تھا کہ اُس کی غفلت سے محصورین کو حملے کا موقع ملا اور انہوں نے باہر نکل کے اس کی فوج کو شکست دی۔ خود ناسی پوس اسی معرکے میں کام آیا (۳۷۳ ق م)

چند روز کے بعد ہی اتھنزی بیڑا جس کا مدت سے انتظار تھا آپہنچا مگر اس کے آنے سے کچھ ہی پہلے اہل اسپارٹہ جزیرہ خالی کر چکے تھے اس تاخیر کا سبب یہ ہوا تھا کہ مجلسِ ایتھنز نے تیموتیوس کو ساٹھ جہاز لیکر کرکایرا جانے کا فرمان تو دیا مگر غلطی سے آدمی اور روپے کی منظوری نہیں دی۔ اور وہ ان کی فراہمی کا سامان کر رہا تھا کہ پھر محصورین کی درخواست اعانت پہنچی اور تیموتیوس کو سپہ سالاری سے برطرف کردیا گیا۔ جب وہ واپس آیا تو اُس پر مقدمہ بھی قائم ہوا اس میں اُس کی کوئی خطا نہ ثابت ہوئی۔ وہ بری ہوگیا۔ لیکن اپنی رسوائی دیکھکر اُس نے وطن کو خیرباد کہی اور مصر جاکر شاہ اردشیر کی ملازمت کرلی ؛

اسپارٹہ میں مسلسل زلزلوں کے آنے سے لوگوں کی بد دلی اور بڑھ گئی تھی اور وہ صلح کے متمنی تھے۔ اِدھر ایتھنز کو بھی جنگ بارِ گراں معلوم ہونے لگی تھی دوسرے تھبنز سے حسد پیدا ہوگیا تھا جس نے اسی زمانے میں ایتھنز کے حلیف اہل فوکیس پر حملہ کیا اور اہل پلاٹیہ کو اچانک جا دبایا تھا ؛

واضح ہو کہ یہ بستی جنگ پلوپنی سس میں تاراج ہونے کے بعد اب حال میں پھر آباد ہوئی تھی اور وہاں کے لوگ اُسے ایٹی کا سے ملحق کر دینے کا منصوبہ کر رہے تھے کہ اہل تھبنز نے بے خبری میں

اُن پر حملہ کیا اور تمام باشندوں کو نکال دیا۔ اُن میں سے اکثر خانماں بربادوں نے ایتھنز میں پناہ لی۔ غرض ان واقعات کے بعد اہلِ ایتھنز نے صلح کی سلسلہ جنبانی کی اور لکدمونی اتحاد کی مجلس میں اپنے تین سفیر بھیجے جن میں **کالیس تراتوس** اور **کالیاس** زیادہ مشہور ہیں۔ **تھنبز** نے بھی اپنے سفیر روانہ کئے تھے اور ان میں ایک **اپامنن ڈس** تھا اہل مجلس نے ایک عام صلح کی شرائط منظور کرلیں اور **صلحنامہ کالیاس** پر دستخط ہوگئے (۳۷۱ ق م) جس میں ہر یونانی ریاست کی خود مختاری تسلیم کی گئی تھی گویا ایتھنز اور اسپارٹہ کے علیحدہ علیحدہ اتحاد اب منسوخ ہو گئے کیونکہ کوئی بھی اپنے کسی حلیف پر اتحاد کی شرکت کے لئے جبر نہ کرسکتا تھا اگرچہ اپنی خوشی سے ہر ریاست جسکے ساتھ چاہے اتحاد و شرکت کرسکتی تھی۔

جب یہ شرائط طے ہوگئیں تو اس کے ساتھ یہ سوال پیدا ہوا کہ آیا اس عام خود مختاری کے اصول کی رو سے، **اتحادِ بیوشیہ** بھی کالعدم ہو جائے گا یا نہیں؟ ظاہر ہے کہ اسپارٹہ اور ایتھنز اُسے کالعدم کرنے کے خواہاں تھے۔ لیکن اس کے جواب میں یہ عذر پیش کیا جاسکتا تھا کہ **لقونیہ** اور **اپٹی کا** کی طرح **بیوشیہ** بھی ایک واحد علاقہ ہے جس کے تمام باشندوں کو سیاسی اعتبار سے متحد اور ایک ہی ملکی حکومت کے تابع ماننا چاہئے۔ کل علاقے کی جانب سے **اپامنن ڈس** اس مجلس میں بہ حیثیت نائب کے شریک تھا۔ اور جب **اجسی لوس** نے بطور قول فیصل اُس سے دریافت کیا کہ "بیوشیہ کے ہر شہر کو تم خود مختار مانتے ہو؟" تو اُس نے پلٹ کر پوچھا کہ "تم بھی

لقونیہ کے تمام شہروں کو خود مختار مان لوگے ؟“ اسی سوال جواب پر گفتگو ختم ہوگئی اور تھنبز کا نام عہدنامے کی فہرست سے خارج کردیا گیا۔

اس قرار داد نے جسے اکثر ”عہدنامہ کالیاس“ کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے اتھینز اور اسپارٹہ کے درمیان جنگ کا سلسلہ موقوف کردیا اور اس میں شک نہیں کہ یہ لڑائی ان دونوں کے حق میں سراسر مضر تھی لیکن اتنا فرق ضرور ہے کہ گو اتھینز کو سخت مالی نقصان برداشت کرنا پڑا تاہم اس جنگ کی بدولت وہ دوبارہ اسپارٹہ کا ہمسر بن گیا۔ کیونکہ اس کا مرتبہ جس قدر بڑھا تھا اسی قدر اسپارٹہ کی وقعت کم ہوگئی تھی اور نکسوس و تگیرا کی شکست اور گھر کا یرا کی ناکامی نے اسپارٹہ کو نظروں سے گرادیا تھا، گویا عہدنامہ شاہی کے بعد اسپارٹہ نے یونان پر مسلط ہوجانے کی جو سعی دوبارہ شروع کی تھی اُسمیں کامیابی نہ ہوئی اور عہدنامہ کالیاس اس ناکامی کا نامہ تھا شہادت

۵- جمہوریۂ اتھینز کا دوسرا دورِ فروغ

ایک مشہور تقریر میں پریکلیس نے دعوی کیا تھا کہ شہر اتھینز تمام یونان کی درس گاہ ہے؛ لیکن سچ پوچھئے تو اُس نے یونان کے افکار و خیالات پر نمایاں اثر صرف اُس وقت ڈالنا شروع کیا جب کہ اُس کی سلطنت چھن گئی یعنی بیرونی مقبوضات قبضے سے نکل گئے؛ یہ اثر زیادہ تر تو حکیم افلاطون اور ایسوکراتیس کی تعلیم کا تھا جن کے باقاعدہ حلقۂ درس میں دور دور کے لوگ آکر شریک ہوتے تھے۔ لیکن اسکا دوسرا سبب وہ تغیر ہے جو خود اتھینز

کی حالت میں پیدا ہوگیا تھا۔ کیونکہ اب یہ شہر تمام یونان بلکہ دنیا بھر کے لوگوں کی بستی بن گیا تھا اور جیسا کہ اُس زمانے کی تصانیف سے ظاہر ہے اُس کے مقامی معاملات کی وقعت کم ہوگئی تھی۔ چنانچہ **ارستوفان** اور اس کے ہم نشینوں کی قدیم **کومڈی** کی اب نوعیت بدل گئی تھی۔ اُن پُرانے ناٹکوں کا موضوع عام طور پر **اِٹی کا** کے مقامی معاملات ہوتے تھے مگر اب جس **کومڈی** نے اُن کی بجائے فروغ پایا اس کا مبحث اتنا محدود نہ تھا۔ بلکہ نئے ناٹکوں میں عام انسانی معاملات سے بحث کی جانے لگی؛ اور **ٹریجڈی** پر **یوری پید** (یوری پڈیز) کا رنگ چھایا ہوا تھا جو تقلید کا دشمن اور تمام مروّجہ مراسم و عقائد کا بے باک نکتہ چیں تھا۔ اس کے علاوہ آزادیٔ رائے کی بدولت اہلِ ایتھنز کا ذہنِ رسا فلسفیانہ غور و تفحّص پر متوجہ ہوا تو اُن میں اِس قسم کے خیالات پھیل گئے جنھیں شخصیت یا **فردیت** کے ساتھ منسوب کیا جاتا ہے: اس کے معنی یہ ہیں کہ اب شہر یا قوم کا کوئی فرد اپنی ذات کو اس شہر سے مخصوص نہیں سمجھتا اور محض شہری ہونے کی حیثیت سے بیرونی دنیا پر نظر نہیں ڈالتا۔ بلکہ تمام نوعِ انسان اس کی نگاہ میں یکساں ہیں اور ایتھنز نہیں بلکہ ساری دنیا اُس کا وطن ہے؛ محض اس بنا پر کہ وہ کسی خاص مقام میں پیدا ہوا، وہ اُس مقام یا ریاست کے مذہبی احکام کی پابندی اپنا فرض نہیں سمجھتا اور محض تقلیداً وہاں کے خاص خاص عقائد ماننے سے یا پرستش کی مروّجہ رسمیں ادا کرنے سے انکار کرتا ہے۔ اِس طرح چونکہ اُس کی ذات شہر سے وابستہ اور

کل جماعت کے ماتحت نہیں رہی لہذا بہت ممکن ہے کہ بعض موقعوں پر اُس کے شہری اور ذاتی فرائض میں (جنھیں وہ بہ حیثیتِ انسان اپنے اوپر واجب جانتا ہے) تضاد واقع ہو۔پس یہاں جذبۂ وطنیت اور فردیٔت میں کشمکش پیدا ہوتی ہے اور حُبِّ وطن کی عظمت و برگزیدگی باقی نہیں رہتی؛ اس کے بعد ایک اور سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آیا افراد، ریاست یا شہر کے لئے ہیں یا شہر افراد کے لئے بنا ہے؟ اور اس مسئلہ کے بحث میں آتے ہی افراد کو اپنا ذاتی نفع مقدم نظر آنے لگتا ہے اور یہ جائز معلوم ہوتا ہے کہ مثلاً کسی سپاہی کو جہاں زیادہ فائدہ نظر آئے وہیں ملازمت اختیار کرلے۔چنانچہ ایتھنز کے بعض نامور باشندے جیسے کونن زینوفن اور افی کراٹیس وغیرہ ریاستہائے غیر کے تنخواہ دار ملازم تھے۔

خلاصہ یہ ہے کہ اس اصول کو ماننے کے بعد کوئی شخص آزادی کی اُن حدود میں بھی مقید رہنا پسند نہ کرے گا جو آزاد سے آزاد ملک نے قائم کردی ہوں بلکہ اپنے منشاء کے مطابق آزاد ہونا چاہیگا حکیم افلاطون نے ایک جگہ اس قسم کی بے مہار آزادی کا مضحکہ کیا ہے اور گھوڑے اور گدھوں کی مثال دی ہے کہ جب راستہ صاف نہیں دیکھتے تو وہ بھی ایک دوسرے کو ڈھکیل کر آزادیٔ مطلق کی شان دکھاتے ہیں؛ لیکن واقعہ یہ ہے کہ خود افلاطون اور اس کے ہمنشین حکما کی تعلیم سے مذکورۂ بالا خیالات کو تقویت پہنچی اور یوری پیڈ کے بعد اگر فلسفۂ فردیٔت کو سب سے زیادہ کسی نے رواج دیا تو وہ افلاطون کا اُستاد اور سوفرونیس کوس کا بیٹا

حکیم سقراط تھا۔

سقراط پہلا شخص ہے جس نے اس اصول کی بنا رکھی کہ ہر شخص کو اپنے طریقِ زندگی کا رہ نما اپنی عقل کو بنانا چاہیے۔ اور اپنے افعال میں جبتک عقل نہ مان لے کسی غیر کے احکام کی پروا کرنی چاہیے نہ وقتی جذبات کی۔ گویا سقراط خود حکومت سے باغی تھا اور اپنی حکیمانہ تعلیم میں نتائج وعواقب کا مطلق خوف نہ کرتا تھا۔ اُسے یہ ثابت کرنے میں کچھ باک نہ ہوتا تھا کہ کوئی سن رسیدہ شخص اگر عقل و دانش سے بہرہ مند نہ ہو تو محض زیادہ سن ہونیکی وجہ سے قابلِ عزت نہیں ہوسکتا۔ یا یہ کہ ایک جاہل باپ محض باپ ہونیکی وجہ سے قابلِ اطاعت نہیں مانا جاسکتا۔ اُس کے نزدیک صرف علم اور حقیقت ہی دو ایسی چیزیں تھیں جن کے سامنے زانوے ادب تہ کرنا فرض ہے۔

مگر **علم** سے کیا مراد ہے اور **حقیقت** کیا شئے ہے؟ اس پیچیدہ مسئلہ کی سقراط نے جس طرح عقدہ کشائی کی ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ کسی نتیجے پر پہنچنے کے لئے ہمیں دو قسم کے خیالات کا موازنہ کرنا ہوتا ہے اور یہ ظاہر ہے کہ ان میں صحیح فیصلہ ہم اسی وقت کرسکتے ہیں جب کہ یہ خیالات بالکل واضح اور صاف ہوں۔ پس حقیقت تک پہنچنے کے لئے سب سے ضروری شرط اشیا کی صحیح تعریف معلوم کرنا ہے۔

مذکورۂ بالا طریقے کے مطابق اخلاق کے اصول کو پرکھنا، حکیم سقراط کی زندگی کا خاص مشغلہ رہا۔ اُسی نے **مذہب افادیین** کی بنیاد

ڈالی۔ کیونکہ خیر و نکوئی کی ماہیت کی بحث میں تجزیہ کرتے کرتے وہ اس نتیجے پر پہنچا کہ خیر وہ ہے جو مفید ہو؛ اسی سے ملا ہوا اُس کا دوسرا اصول یہ تھا کہ نیکی ہی مسرت ہے۔ اور انہی پر اس کا یہ مشہور منطقی معما مبنی ہے کہ کوئی شخص عمداً بدی کا ارتکاب نہیں کرتا بلکہ اس کا سبب جہل ہوتا ہے۔ کیونکہ کوئی شخص ایسا نہیں جو بالارادہ مسرت کا خواہاں نہ ہو؛

ایسے شخص کی (جسے حکومت کا پاس نہ ہو) نکتہ چینی کے دایرے سے دیوتاؤں کا بچنا بھی دشوار تھا اور ظاہر ہے کہ عوام الناس کے عقائد، عقلی تحقیقات کی تاب نہ لا سکتے تھے؛ اس میں کوئی کلام نہیں کہ سقراط وجودِ باری تعالیٰ کا قائل تھا۔ لیکن ربانی صفات کے متعلق غالباً اُس کا عقیدہ اُس قسم کے لوگوں سے ملتا ہوا تھا جنھیں ہم "لا ادری" کہتے ہیں۔ اور روح کی ابدیت کے متعلق تو وہ یقیناً اسی گروہ کا ہم عقیدہ تھا؛

سقراط نے کوئی شے تحریر نہیں کی۔ وہ صرف مکالمہ کیا کرتا تھا لیکن یہ مکالمہ اُس زمانے کے ایسے ایسے ہونہار نوجوانوں کے ساتھ ہوتا تھا جنھیں آئندہ حکمت اور فلسفے کی بدولت بقائے دوام کا خلعت نصیب ہوا؛ درحقیقت **افلاطون**، **ارس تیپو** اور **یوکلید** کے قالب میں اُسی معلمِ کامل نے اپنی روح پھونکدی تھی لیکن واضح رہے کہ اُس نے وعظ کی صورت میں کبھی اپنے خیالات کی اشاعت نہیں کی۔ وہ ہمیشہ تبادلۂ خیالات کے طریق پہ گفتگو کیا کرتا تھا اور اسی مکالمے یا منطقی طریقِ تعلیم کا نام سقراطیسی طریقہ ہے۔ اور اُس نے

کبھی کسی کو درس نہیں دیا کیونکہ وہ ہمیشہ علم سے اپنی بیگانگی کا اعتراف
کرتا تھا۔ اور صرف اس نکتۂ خاص کے جاننے کا مقر تھا کہ "وہ کچھ نہیں جانتا"
یہ اُس کی خاص ستم ظریفی تھی؛ شہر میں وہ ہر طرف گشت لگاتا
اور یہ ثابت کرتا پھرتا تھا کہ نہایت مقبول و مطبوع عقائد بھی جب وقت
عقل کی کسوٹی پر کسے جاتے ہیں تو بالکل غیر مدلل اور خلاف عقل
نکلتے ہیں؛ اور اس طرح اگرچہ سقراط کی تعلیم جس قدر دلنشین تھی
کبھی کسی معلم کی نہ ہوئی ہوگی تاہم وہ صحیح معنی میں نہ معلم تھا
نہ اُس نے کبھی باقاعدہ کوئی سلسلۂ درس جاری کیا اور اسی لئے
کبھی کسی سے کوئی حقِ خدمت بھی نہیں طلب کیا۔ اُس میں اور
سوفسطائیوں میں یہی فرق ہے کہ ہرچند اپنی فلسفیانہ اور مذہبی مؤشگافی
بحث و استدلال کی قدرت اور نیز نوجوانوں پر اپنے اثر کے اعتبار
سے وہ سوفسطائی ہے اور بالعموم اسی گروہ میں شمار کیا جاتا تھا۔
لیکن اپنے بلا معاوضہ اور خاص طریق تعلیم کی بدولت ان سب میں
ممتاز ہے۔ قدرت نے بھی اسے سب سے نرالا بہت بدنما حلیہ
عنایت کیا تھا اور ان سب خصوصیات کی بدولت اُسے
تھوڑے ہی دن میں شہر کا بچّہ بچّہ پہچاننے لگا تھا؛

اور چیزوں کی طرح "جمہوریت" بھی اپنے محبوب نام کی آڑ میں
سقراط کی بے پناہ نکتہ چینی سے محفوظ نہ رہی مثلاً قرعہ اندازی سے
عمال کے طریق انتخاب کی وہ ہجو کرتا تھا حالانکہ یہ آئین اتھینز کی
جمہوریت کا محافظ تھا؛ پس جمہوریت کے سچّے دلدادہ جیسے تراسی لوبس
یا انی توس اور اُن کے ہم مشرب، اُس کی آزاد خیالی کو

نہایت مخدوش سمجھنے لگے تھے۔ وہ سقراط کے ہمنشینوں میں سب سے
لائق نوجوانوں کی مثال پیش کرتے اور کہتے کہ "اُس کے سب سے محبوب
رفیق الکی بیادیز ہی کو دیکھئے کہ اپنے وطن کو جتنا نقصان اُسنے
پہنچایا کسی نے نہ پہنچایا تھا۔ اسی طرح کری تیاس کو لیجئے تو
معلوم ہوگا کہ ایتھنز کے بدترین عہدِ ظلم و استبداد کا بانی مبانی
وہی تھا"، اس میں شک نہیں کہ ایسی خاص خاص مثالیں چُن کر
سقراط کی تعلیم کو بدنام کرنا، بیجا نظر آتا ہے۔ لیکن معمولی کاروباری
آدمی زیادہ غور و فکر کے عادی نہیں ہوتے اور ہر شخص سمجھ سکتا ہے
کہ اُن پر مذکورۂ بالا نظایر کا کیا اثر ہوتا ہوگا، وہ سقراط اور
اُس کی روش سے بد گمان ہوگئے۔ اور اس میں کلام نہیں کہ جس
نظر سے وہ اُس کی تعلیم کو دیکھتے تھے اُس نظر سے دیکھا جائے
تو اُن کی بدگمانی بالکل بجا تھی؛ اس کی غایت تعلیم اور وہ
خیالات جنھیں اُس نے لوگوں میں پھیلایا تھا نظامِ معاشرت کے
چھپے ہوئے دشمن تھے اور اس نظام کا کوئی پہلو ایسا نہ تھا جس پر
سقراط نے حرف گیری نہ کی ہو؛ درحقیقت وہ فردیت کا پُرجوش
ہادی تھا۔ اور یہی وہ مذہب ہے جس نے آیندہ نشو و نما پاکر
اُس شہری حُبِ وطن کا تار و پود بکھیر دیا جو یونان کے عہد عروج
میں اُس کا سب سے زیادہ ولولہ انگیز جذبہ تھا؛

بایں ہمہ، ڈلفی کی مذہبی برادری نے ازراہ قدرشناسی سقراط
کو وہ پروانۂ امتیاز عنایت کیا جو آجتک کسی کو نہ دیا تھا۔ یعنی
حکیم موصوف کی نسبت یہ "ندائے غیب"، سنادی کہ دنیا میں کوئی

فرد بشر سقراط سے زیادہ عاقل و فرزانہ نہیں ہے؛ یہ بات صحت کے ساتھ معلوم نہیں ہوئی کہ سقراط کی زندگی کا کونسا زمانہ تھا جس میں وہ اس ربانی ستائش کا مستحق سمجھا گیا مگر حق یہ ہے کہ اپالو کی مُرلی نے تختِ کہانت پر بیٹھکر اتنے سچے الفاظ کبھی نہ کہے ہوں گے اور اگر وہ واقعی غور و فکر کے بعد اُس کی زبان سے نکلے تھے تو اُس کی غیر معمولی رسائی اور وسعتِ نظر کا قایل ہونا پڑتا ہے۔ حالانکہ ڈلفی کی درگاہ کے مجاوران اوصاف سے کم ہی متصف پائے جائینگے؛

سلطنت ایتھنز کے خاتمے کے پانچ سال بعد سقراط ہلاک ہوا اور جس طرح اُس نے جان دی وہ اس کی عظمت و صداقت پر گواہ ہے؛ انی توس نے سقراط پر کج روی کا الزام لگایا تھا۔ جمہوریت کا یہ سچا شیدائی ایتھنز کے جمہوری نظام حکومت کی بحالی میں نمایاں حصہ لے چکا تھا اور وہی اب چند رفقا کے ساتھ مذہب و حکومتِ وقت کا حامی بن کر مدعی ہوا کہ سقراط کو سزائے موت دی جائے۔ الزام کے الفاظ یہ تھے "سقراط مجرم ہے کیونکہ وہ شہر کے مسلّمہ دیوتاؤں پر ایمان نہیں رکھتا اور اپنی طرف سے بعض عجیب مافوق الفطرت قوتوں کو پیش کرتا ہے؛ اس کا دوسرا جرم یہ ہے کہ وہ نوجوانوں کو گمراہ کرتا ہے"

اگرچہ الزام دینے والوں نے مجرم کے لئے سزائے موت تجویز کی تھی لیکن وہ درحقیقت اُس کی ہلاکت کے خواہاں نہ تھے۔ اور یہ سمجھے ہوئے تھے کہ جس وقت عرضی آرکن کی کچہری میں پہنچے گی سقراط ایٹکا سے باہر چلا جائے گا۔ لیکن جب سقراط جوابدہی کیلئے

رہ گیا تو سارے شہر کو حیرت ہوگئی۔ مقدمہ ۵۰۱ ارکان کی عدالت میں شروع ہوا؛ وہ آرکن جو ابتک رسمی طور پر "بادشاہ" کے لقب سے یاد کیا جاتا تھا، عدالت کا صدر نشین تھا اور آخر ۶۰ رائے کی کثرت سے یہ کہن سال فلسفی مجرم ثابت ہوا۔ لیکن اتھنزی قوانین کی رو سے ملزم کو اس بات کی اجازت تھی کہ ثبوتِ جرم کے بعد وہ خود اپنے لئے کوئی ہلکی سزا تجویز کرے اور عدالت کو اختیار تھا کہ مستغیث کی پیش کردہ سزا منظور کرے یا خود ملزم کی؛ سقراط کو ایک معقول سزا تجویز کر کے اپنی جان بچا لینے کا موقع تھا لیکن اُس نے اپنی طرف سے جرمانے کی بہت ہی قلیل رقم پیش کی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ارکان کی زیادہ تعداد نے مستغیث ہی کی مجوزہ سزا کی رائے دی اور فیصلے کے ایک مہینے بعد وہ موت کا قدح پی کر دنیا سے چل بسا۔ اور دمِ آخر تک اُسی شوق و اطمینان کے ساتھ اپنے شاگردوں سے بحث و مکالمت میں منہمک رہا، جو اُس کی زندگی کا سب سے عزیز مشغلہ تھا؛

خود سقراط نے عدالت میں قرار واقعی جو بیان دیئے، وہ محفوظ نہیں رہے۔ لیکن اُس کا ہمنشین حکیم افلاطون مقدمے کے وقت موجود تھا اور اُس نے سقراط کی حمایت میں **اپالوجی اوف سوک ریٹیس** کے نام سے جو رسالہ تحریر کیا ہے اُس کے شاعرانہ پیرایے میں اصل بیان کے خاص خاص پہلو نظر آجاتے ہیں اور یہ بات بھی عیاں ہو جاتی ہے کہ درحقیقت سقراط سے اُن الزامات کی تردید ممکن نہ تھی؛ تقریر میں وہ پہلے اپنی طرز زندگی اور ذاتی اغراض

کے متعلق جواب دیتا ہے اور اس بات کے ثابت کرنے میں اُسے کوئی وقت نہیں پیش آتی کہ عوام الناس میں اُس کی نسبت بہت سی بے سروپا باتیں مشہور ہیں؛ لیکن جس وقت اصلی الزام یعنی ملحدانہ خیالات اور اُن کی اشاعت کی بحث آتی ہے تو ہم اس کے جواب کو بہت ناکافی اور مختصر پاتے ہیں؛ اور اسی لئے اس تمام غمناک فسانے میں سب سے زیادہ بے بسی کی بات یہی ہے کہ سقراط کو جو سزا ملی وہ قانونِ نافذالوقت کی رو سے بالکل منصفانہ تھی! بے شک سقراط سے افضل کوئی شخص نہ تھا۔ لیکن جہانتک الزام کی صداقت کا تعلق ہے اُس کے مخالفین کی بات بھی حرف بہ حرف صحیح تھی۔ گویا قدیم جذبۂ وطن پرستی پر جدید مذہب فردیّت نے جو حملہ کیا تھا، اسی کے جواب میں سقراط مدافعین وطن پرستی کے ہاتھ سے مارا گیا؛

لیکن جب مخالفت کی نوبت یہاں تک پہنچ جاتی ہے تو تاریخ شاہد ہے کہ جس نے ظلم کیا وہ خود بھی ظلم سے نہ بچا؛ سقراط کی موت فراموش ہونے والی چیز نہ تھی۔ اُس کے رفقا نے جمہوریت کی اس زیادتی کو آخر تک معاف نہ کیا۔ اور زندگی بھر اسی کام کی تکمیل میں مصروف رہے جو اُن کے اُستاد نے شروع کیا تھا؛

اس زمانے میں جس سے جنگ **اگوس پتامی** کے بعد کی نصف صدی مُراد ہے، ایتھنز میں فن نثر نگاری پورے کمال کو پہنچ گیا تھا اور اُسے یہ ترقّی بہت کچھ جمہوری عدالتوں کے طفیل حاصل ہوئی تھی جن میں فریقین لکھکر یا لکھواکر مقدمات کی پیروی کرتے تھے؛ اس زمانے میں فنِ خطابت کا سب سے نامی استاد

السوکراتیس تھا۔ لیکن اُس کا حلقۂ درس محض فقروں کی روانی اور مباحث کی ترتیب سکھانے تک محدود نہ تھا۔ بلکہ اس کا دائرہ مقاصد بہت ارفع اور زیادہ وسیع تھا:۔ اُس میں تہذیب و شایستگی سکھائی جاتی تھی۔ لوگوں کو وہ آداب و ضوابط بتائے جاتے تھے جو انھیں قومی معاملات میں شرکت و رہنمائی کا اہل بنادیں فنِ سیاسیات کے مسائل کا مطالعہ کیا جاتا تھا اور السوکراتیس کی خوشی یہ تھی کہ اس کا سلسلۂ درس "فیلوسوفی" (یعنی "طلبِ علم") کے نام سے موسوم کیا جائے۔ لیکن اصطلاحی معنی میں "فیلوسوفی" یا فلسفے کی اصلی تعلیم کے طالبِ علم حکیم افلاطوں کے مدرسۂ اکادمی سے رجوع کرتے تھے۔ اِن دونوں مدرسوں کے مقاصد ایک دوسرے سے جداگانہ تھے مگر ان میں باہم چشمک رہتی تھی۔ اور ہمارے زمانے کی تعلیم یونیورسٹی کے مقابلے کی اتھنز میں اگر کوئی شے تھی تو وہ یہی دو حلقۂ درس اور اُن کے قواعد تعلیم تھے۔ اسی کے ساتھ السوکراتیس ایک اعلیٰ اخبار نویس کی خدمات بھی انجام دیتا تھا قدرت نے اُسے بہت پست آواز عنایت کی تھی اور تقریر کرنے میں گھبراجایا کرتا تھا۔ پس جب کبھی کسی اہم معاملے کے متعلق اُسے جوش آتا تو مجلس میں تقریر کرنے کی بجائے وہ تقریر کے پیرائے میں ایک رسالہ شائع کرتا کہ لوگوں کے خیالات پر اُس کا اثر پڑے۔

مگر کسی عہد کی خصوصیات اور نمایاں خطّ و خال دیکھنے ہوں تو اس کے صناعت و فن کا مطالعہ کرنا چاہیے کہ یہی شے اُس

عہد کی تہذیب اور دماغی ترقی کا سچا آئینہ ہے۔ اور چوتھی صدی
(ق م) کی حالت کا صحیح احساس بھی بہترین طریقے پر اسی طرح
ہوسکتا ہے کہ ہم پراکسی تلیس کی صناعی کے نمونے پیش نظر رکھیں
اور ان کا مقابلہ اُن مورتوں سے کریں جو فیدیاس کے کارخانے
سے ترش ترش کر نکلتی تھیں، گذشتہ صدی میں ایسے چند
عظیم الجثہ بتوں کے سوائے جیسے کہ فیدیاس نے ایتھنز اور اولمپیہ کے
واسطے تیار کئے تھے، صنعت بت تراشی کے بے بہا نمونے وہ ہیں
جن سے عمارات کے پیل پائے یا حاشیئے مزین ہوئے اور جس طرح
یہ فن رفتہ رفتہ فن عمارت کی غلامی سے آزاد ہوا تھا اسی طرح
اب مذہب کے ہمہ گیر دایرے سے بھی باہر ہوتا جاتا تھا۔فیدیاس
کے زمانے میں جب کوئی صناع کسی دیوتا کی مورت گھڑتا تھا
تو گو اس کی صورت انسانی ہوتی تھی لیکن اعضا اور خط وخال
میں کسی قسم کی تبدیلی یا حرکت نہ دکھائی جاتی تھی تاکہ اس کے
ربانی وقار وتمکین میں کوئی فرق نہ آئے؛ لیکن چوتھی صدی
میں دیوتاؤں کی یہ متانت اور اسی کے ساتھ وقار وتمکین رخصت
ہوگئے اب یہ ربانی ہستیاں معمولی ذکور واناث کی مثل انسانی
جذبات سے متاثر تصور کی جانے لگیں۔ گو آلام اور جذبات غم
سے وہ اب بھی ماورا تھیں لیکن انسانوں کی طرح اُن میں باہم
فرق اور امتیاز ہوسکتا تھا اور صورت میں بھی اُن کے بُت،
شکیل وتندرست مرد و عورت کی تصویر ہوتے تھے؛ اس طرح
اس فن پر بھی "فردیت" کا دوگونہ اثر پڑا تھا کہ اول تو

ہر صاحبِ کمال کو اس بات کا اختیار حاصل ہوگیا کہ وہ چاہے تو اپنے واسطے ایک علٰحدہ وضع ایجاد کرے، اور دوسرے عام طور پر اس بات کا میلان پیدا ہوگیا کہ مرد کی تصویر ہو یا عورت کی، صورتوں کا عام نمونہ چھوڑ کر کسی خاص حلیئے کی مورت تیار کی جاسے اور اس میں بھی معمولی انداز کی بجائے کسی خاص کیفیت اور حالت کی تصویر دکھائی جائے۔

مذکورہ بالا تغیّر کو اُس عام رُجحان کا ایک عکس سمجھنا چاہیے جو سیاسی معاملات کے متعلق وہاں پیدا ہو گیا تھا۔ یعنی لوگ رفتہ رفتہ اس خیال میں راسخ ہوتے جاتے تھے "کہ" حکومت، محض افراد کی ضروریات بہم پہنچانے کا ذریعہ ہے" جس کے دوسرے لفظوں میں قریب قریب یہ معنی ہیں کہ اُن کے نزدیک حکومت ہاشرکائے تجارت کی ایک ایسی جماعت کا نام تھا جس کا کام منافع کی تقسیم کردینا ہو اور یہی وجہ ہے کہ ہم اس زمانے میں اہل ایتھنز کو بیرونی مہمّات کی طرف مایل نہیں پاتے اور اُن کی مساعی کو تجارت کی حفاظت و ترقی یا صرف ایسی مہمات تک محدود دیکھتے ہیں جن سے زرومال حاصل ہونے کی امید ہو۔ پس گو گزشتہ صدی کی نسبت چوتھی صدی میں ایتھنز کی ہوسِ جاہ و نام آوری کم ہوگئی تاہم اِس زمانے میں اُسے جو فراغت و آزادی نصیب ہوئی وہ گزشتہ صدی میں حاصل نہ ہوئی تھی؛

کیونکہ ہرچند ایتھنز کے مقبوضات چھن گئے، مگر اُس کی بیرونی تجارت میں فرق نہ آیا تھا؛ بے شبہ ایٹیکا کی آبادی گھٹ گئی تھی

اور اس کے آزاد ذکور کی تعداد جو کم سے کم ۳۵ ہزار تھی، جنگ اور وبا کے باعث ۲۱ ہزار رہ گئی تھی لیکن اس اعتبار سے کہ اب زائد آبادی کو بیرونی مقبوضات میں بسانے کا امکان نہ رہا تھا، یہ کمی چنداں قابلِ تاسف نہ تھی؛ ذکور کی تعداد ہمیں صحت کے ساتھ اس لئے معلوم ہے کہ اسی زمانے میں **مجلسِ عوام** کے ارکان کو زرِنقد دینے کا طریقہ جاری ہوا تھا۔ اوّل اوّل یہ حق خدمت اجلاس کے زمانے میں نصف درہم یومیہ کے حساب سے ملتا تھا مگر بعد میں ڈیڑھ درہم یومیہ تک ہوگیا؛ جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اجناس کی قیمتیں اور نیز عام آسودگی بڑھ رہی تھی۔ اسی زمانے کا ایک اور قابل ذکر دستور "زر تفریح" کی تقسیم ہے۔ یہ رسم تو بہت پہلے سے غالباً **پری کلیس** نے جاری کی تھی کہ غریب شہریوں کو تماشا گاہوں کے ٹکٹ سرکاری خرچ سے دلوادئے جاتے تھے لیکن چوتھی صدی میں مذہبی میلے تہوار کے موقعوں پر ایسا روپیہ بار بار اور کثیر مقدار میں بانٹا جانے لگا۔ ریاست کی تمام بقایا اسی کے سرمائے میں کام آنے لگی اور اس مد کا رفتہ رفتہ اتنا کام بڑھا کہ ایک وزیرِ خزانہ خاص اس کام کے لئے مامور کیا جانے لگا۔ اسی ضمن میں سرکاری محصولات بھی بڑھانے پڑے تاکہ دولتمندوں کے روپے سے غربا کی راحت رسانی کا سامان کیا جاسکے؛ اِس طرح مذکورۂ بالا سرمایہ گویا اُسی اصول کی ایک عملی صورت تھا جس کی رو سے "ریاست" یا "حکومت" کا مقصد صرف یہ ہے کہ اپنے افراد کی راحت و مسرت کا سامان بہم پہنچائے؛

ان اصول پر ریاست کا انتظام کرنے کے لیے' ایتھنز کو لائق اشخاص کی تو ضرورت تھی مگر طباع و جدت طراز مدبرین کا اب وہاں کچھ کام نہ تھا۔ یہی وجہ ہے کہ اس زمانے میں ہم کوئی ایسا مدبر نہیں پاتے جو تاریخ میں اپنا نقش قائم کر جاتا ؛ فنِ حرب کی حالت یہ تھی کہ سال بہ سال وہ ایک مخصوص فن ہوتا جاتا تھا اور سوائے اُن سرداروں کے جنھوں نے ساری عمر اس پیشے میں گزاری ہو اور کوئی شخص میدان میں ناموری حاصل نہ کرسکتا تھا۔ اس قسم کے ماہرین میں تیموتیوس ، کابریاس اور ایفی کراتیس مشہور ہیں ؛ پہلا سپہ سالار آسودہ حال آدمی تھا۔ اور اُسے اپنے وطن سے باہر جانے کی ضرورت نہ تھی لہذا اُس کی خدمات اور کاروانی سے صرف ایتھنز متمتع ہوسکتا تھا۔ لیکن باقی دونوں سرداروں نے پردیس میں ملازمت کرکے خوب دولت کمائی تھی اور ایفی کراتیس نے تو یہانتک جائز رکھا کہ اپنے خسر یعنی تھریس کے بادشاہ کی طرف سے خود اہلِ وطن کے مقابلے میں آیا ؛

اصل یہ ہے کہ ان سپہ سالاروں کو اپنے وطن سے استغنا اسلیے ہوگیا تھا کہ اُن کے ہم وطن بیرونی لڑائیوں میں خود نہ جاتے تھے بلکہ کرایے کے سپاہیوں سے کام لینے لگے تھے۔پس اہل وطن کی بجائے اب سپہ سالار کا انہی پردیسیوں سے سابقہ ہوتا تھا انہی کی بھرتی اور ترتیب کی خدمت اُسے انجام دینی پڑتی تھی بلکہ اکثر اوقات ان کی تنخواہیں ادا کرنے کا کام بھی اُسی پر چھوڑ دیا جاتا تھا حقیقت میں یہ اُس قدیم نظم و نسق کا بہت بڑا نقص ہے کہ

اس بات کا کوئی ضابطہ مقرر نہ تھا کہ جب لوگ کسی کام کی منظوری دیں تو اس کے ساتھ اُس کے مناسب مصارف کی بھی منظوری دے دیں۔ نتیجہ یہ تھا کہ کوئی شخص بھی اُٹھ کے مجلس میں ایک تجویز پیش کر دیتا اور اِس بات سے مطلق سروکار نہ رکھتا کہ اس کی تعمیل کی صورت کیا ہوگی۔ اور تجویز کو منظور کرنے کے بعد کسی آئندہ جلسے میں مصارف کی منظوری طلب کی جاتی تو بہت ممکن تھا کہ مجلس انکار کر دے۔ اس طرح دورانِ جنگ میں اگر ضروری رقوم کی منظوری نہ ملی تو مصارف جنگ کا کوئی انتظام نہ ہو سکتا تھا۔ واضح رہے کہ اِس خرابی کا پانچویں صدی (ق م) میں کوئی نمایاں اثر ظاہر نہیں ہوا۔ جس کا سبب یہ تھا کہ اُس دور کے سپہ سالار ہمیشہ ریاست کے نظم و نسق میں بھی ذی اختیار ہوتے تھے اور مجلس میں اُن کا بہت اثر ہوتا تھا۔ برخلاف اِس کے اب فنِ سپہگری ایک علیٰحدہ پیشہ ہو گیا تھا اور سپہ سالاروں کو ریاست کے حکام مامور کرتے تھے۔ پس مذکورہ بالا نقص کی وجہ سے اکثر خرابیاں پیدا ہوتی تھیں۔ چنانچہ **عہدنامۂ کالیاس** کے بعد ہی ایتھنز اپنی غاصبانہ ہوس کی بدولت دس سال تک بہت سی بیرونی مہمات میں پھنسا رہا اور ان میں محض اس وجہ سے کہ کسی مرتبہ اُسے جنگی ساز و سامان خاطر خواہ نہ ملا، اُسے بہت کم نفع حاصل ہو سکا۔

باب چہار دہم

ریاست تھبز کی سیادت

جاسن شاہ فرایہ۔ جنگِ لیوک ترا

سو برس سے قوّت و اقتدار، اسپارٹہ اور ایتھنز کی ریاستوں میں بٹا ہوا تھا اور انہی دو حریفوں میں سے کبھی ایک کا پلہ جھک جاتا تھا اور کبھی دوسرے کا۔ لیکن اب شمال میں نئی قوتوں نے سر ابھارا اور تھبز اور فرایہ کی ریاستوں نے وہ برتری حاصل کی جو خطرے سے خالی نہ تھی؛ تھسالیہ کے شہروں میں ہمیشہ جھگڑے ہوتے رہتے تھے لیکن اب اُن کو متحد کرلیا گیا تھا اور اس لئے یہ وسیع علاقہ یونان کی ایک بڑی طاقت بن گیا تھا؛ یہ کام شخصِ واحد کی کوشش کا نتیجہ تھا اور اس سے ہماری مراد جاسُن ہے جو ریاست فرایہ کا مطلق العنان رئیس تھا۔ اُسے اپنی ہوسِ اقتدار و ناموری کے لئے زیادہ وسیع میدان درکار تھا اور

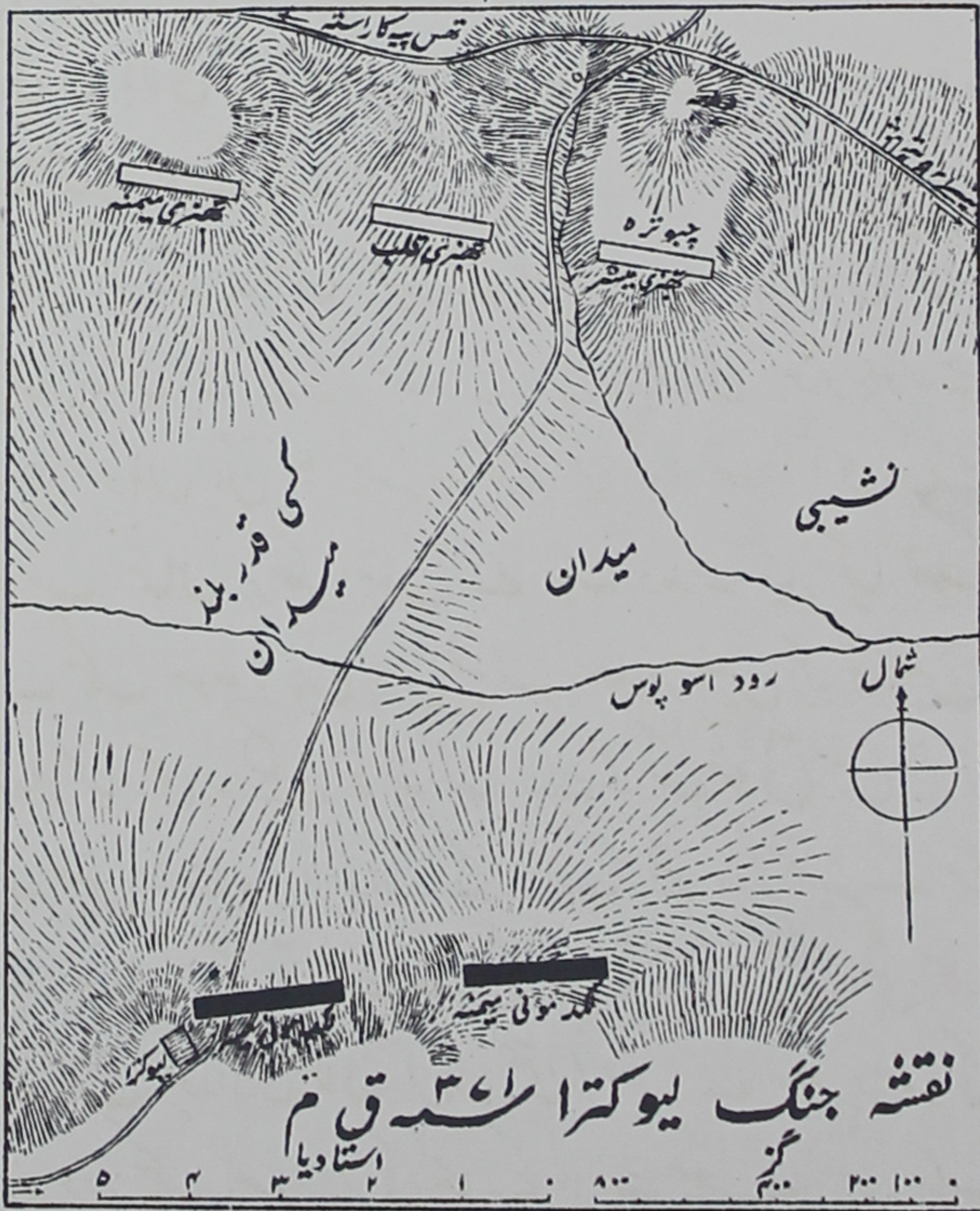
اُس نے ۶ ہزار اجیر سپاہیوں کی ایک عمدہ اور قواعد داں فوج فراہم کرلی تھی جس کی مدد سے رفتہ رفتہ اس نے تمام تھسالیہ کو ایک حلقۂ اتحاد میں وابستہ کرلیا اور خود اس علاقہ کا "تاگوس" (یعنی سردار) بن گیا مگر اسمیں کچھ شبہ نہیں کہ یہ کامیابی فوجی قوت کے علاوہ اس کی سیاسی تدابیر اور موقع شناسی کے طفیل حاصل ہوی تھی اور اب مقدونیہ سے اپیرس تک تمام علاقہ اسی مطلق العنان بادشاہ کی قلمرو میں تھا؛

اسپارٹہ کے قوت و اقتدار میں جو کمی ہوی وہ سب پر ظاہر تھی۔ بایں ہمہ یونان میں سب سے بلند مرتبے کی ریاست اُسی کو تسلیم کیا جاتا تھا؛ جاسُن کا پہلا مطمح نظر یہی تھا کہ اس ریاست کو اور کمزور و ذلیل کردیا جائے؛ جنوبی یونان کی کلید یعنی درۂ تھرموپلی پر قبضہ حاصل کرنا، اس کا دوسرا مقصود تھا اور چونکہ یہ درہ اسپارٹہ کے قلعے، ہراکلیہ کی زد میں تھا لہذا یہ دونوں مقصد لازم و ملزوم نظر آتے تھے۔ اور اُن کے حصول کی صریح تدبیر یہ تھی کہ اسپارٹہ کے دشمن تھبنز کو اپنا حلیف بنالیا جائے۔ عہد نامۂ کالیاس میں شریک نہ ہونے کی وجہ سے تھبنز پہلے ہی سب ریاستوں سے الگ اور تنہا رہ گیا تھا۔ جاسن کی تحریک اتحاد پر لبیک کہتا ہوا دوڑا اور تھسالیہ کا حلیف بن گیا؛

عہد نامۂ کالیاس کے رو سے فریقین کا فرض تھا کہ بیرونی ممالک سے اپنے اپنے بیڑے اور غیر شہروں سے اپنے متعینہ دستے واپس بلالیں۔ چنانچہ ایتھنز نے بلا تاخیر ایفی کراتیس کو جزیرۂ کرکایرا سے واپس طلب کرلیا تھا لیکن اسپارٹہ نے اپنی طرف سے معاہدے کی شرائط پوری نہ کیں اور شاہِ کلیوم بروتوس کو جس نے کچھ عرصے قبل

فوکیس پر چڑھائی کی تھی، فوج منتشر کرنے کی بجائے یہ حکم بھیجا گیا کہ تھبز پر فوج کشی کر کے جبراً بیوشیہ کی تمام ریاستوں کو آزادی دلائے۔

کلیوم بروتوس سیدھا تھبز روانہ ہوا تھا کہ راستے میں لیوک ترا کے بلند مقام پر تھبز کی فوج ملی۔ (جولائی ۳۷۱ ق م)؛ لیوک ترا ان پہاڑیوں پر واقع ہے جو لفظ ہیل سے کچھ زیادہ چوڑے میدان کی جنوبی حد بناتی ہیں۔ اس چھوٹے سے میدان میں اسوپوس ندی کی بالائی گزرگاہ ہے اور ساحل سے تھبز جانے کا جو راستہ ان پہاڑیوں کے شمالی گوشے تک آتا ہے وہ اسی ندی پر سے گزرتا ہے؛ اسی شمالی گوشے پر اہل تھبز نے صفِ جنگ آراستہ کی تھی اور جہاں ایک نیچی پہاڑی کی چوٹی مشرق میں چوڑی ہوکر ہموار چبوترہ سا بن گیا ہے؛ وہاں اُن کا میسرہ قایم کیا گیا تھا۔ اسی کی پشت پر کسی قدر جانب شمال بڑھکر انہوں نے ایک دمدمہ تیار کیا تھا جس کے آثار اب تک موجود ہیں۔ یہ ٹھیک معلوم نہیں کہ فریقین کے سپاہیوں کی تعداد کیا تھی۔ لیکن قرینہ کہتا ہے کہ لکدمونی جن کی کثرت میں کوئی شبہ نہیں، شاید ۱۱ ہزار کے قریب تھے اور تھبز کے جنگ آزماؤں کا شمار ۶ ہزار کے قریب تھا۔ مگر اپامنن ڈس کی جنگی کاردانی اور ذہانت نے قلتِ تعداد کی تلافی کردی تھی؛ اس نے عام دستور کی پابندی نہ کی اور دور تک پھیلانے کی بجائے اپنے میسرے میں ایک دوسرے کے عقب پچاس گنجان صفیں جمع کردی تھیں اور انہی میں پلوپی ڈس کے زیر علم سب سے آگے "مبارک دستے" کے من چلے جوان تھے؛ یہ فوج لمبائی میں کم تھی مگر اس کی مثلث نا پیوستہ صفوں کا ریلا کوئی


تمس پہ کا راستہ
تھبزی میمنہ
تھبزی قلب
چبوترہ
تھبزی میسرہ
کسی قدر بلند میدان
میدان
نشیبی
شمال
رود اسوپوس
لکدمونی میمنہ
لیوکترا
نقشہ جنگ لیوکترا ۳۷۱ ق م
گز
استادیا

نہ روک سکتا تھا۔ اور اسے غنیم کے میمنے کے بالمقابل آراستہ کیا تھا جہاں خود شاہ کلیوم بروتوس اپنے سپاہیوں کو لڑا رہا تھا۔ اپنے میسرے پر ہی اپامنن ڈس کی تمام امیدیں منحصر تھیں اور وہ جانتا تھا کہ اسی بازو کے پہلے تصادم پر لڑائی کا فیصلہ ہے؛

سواروں کے مقابلے سے جنگ کا آغاز ہوا۔ سوار فوج کے مقابلے میں لکد مونی ہمیشہ کمزور مشہور تھے اس موقع پر بھی اُن کے سواروں کو غنیم نے بہ آسانی پسپا کردیا اور انہوں نے ہٹنے میں پیادوں کی صف میں بے ترتیبی پیدا کردی اور شاید اسی وجہ سے میسرہ اور قلب کی فوجوں کے بڑھنے میں دشواری پیش آئی۔ مگر کلیوم بروتوس جسے اپنی فتح کا پورا یقین تھا میمنہ لئے ہوئے پہاڑی کی ڈھلانوں سے اترا اور اُدھر سے اپامنن ڈس صرف میسرہ لے کر اپنی پہاڑیوں سے چلا۔ اور عمداً باقی فوج کو اُس نے پیچھے رہنے دیا، اور حقیقت میں اپامنن ڈس کی اپنی جنگی چالوں نے لڑائی کا فیصلہ کردیا۔ اہل اسپارٹہ نے جو آگے پیچھے بارہ صفوں میں تھے اس مرتبہ بھی جاں بازی دکھانے میں کوئی کمی نہ کی تھی لیکن وہ اس مستحکم مثلّث کے سامنے جسے پلوپی ڈس آگے بڑھا ہوا لڑا رہا تھا مقاومت کی تاب نہ لاسکے۔ کلیوم بروتوس مارا گیا۔ اور دونوں طرف سے سخت خوں ریزی ہونے کے بعد آخرکار اہل تھبنز نے دشمن کو میدان سے ہٹاتے ہٹاتے پہاڑی کی ڈھلانوں تک جہاں اُن کی لشکرگاہ تھی دھکیل دیا؛

جنگ میں ایک ہزار لکد مونی سپاہی مارے گئے۔ جن میں سے

چارسو خاص اسپارٹ کے شہری تھے؛ پھر انہی کی طرف سے مقتولین کو دفن کرنے کی مہلت طلب کی گئی جو حسب دستور شکست کا اعتراف سمجھی جاتی تھی تاہم ان کی فوج پہاڑیوں پر خندقیں بنا کے وہیں مقیم رہی اور تازہ کمک پہنچنے کے انتظار میں تھی کہ اس ناکامی کی تلافی کرلے؛ اہل اسپارٹہ نے بھی جس قدر سپاہی شہر میں باقی تھے بہ عجلت انہیں مجتمع کیا اور اجیسی لوس کے بیٹے آرکی داموس کی سپہ سالاری میں امداد کے واسطے روانہ کردیا؛

ادھر حکومت تھبنز نے یہ اطلاع تھسالیہ بھیج دی تھی جسے سنتے ہی جاسن اپنی سوار و پیادہ فوج لئے ہوئے میدان جنگ کی طرف چل کھڑا ہو۔ اور کیس کے علاقے کو اتنی جلدی طے کرگیا کہ اہل فوکیس جو اوس کے سخت دشمن تھے اُس کی آمد سے پوری طرح خبردار ہونے بھی نہ پائے تھے کہ وہ ان علاقے سے سے گذر گیا؛ پھر بھی جنگِ لیوک ترا کے کم از کم چھ سات دن بعد وہ میدان کارزار تک پہنچ سکا ہوگا؛ بہر حال اس کے آتے ہی اہل تھبنز لکدمونیوں کی خندقوں پر حملہ کرنے کی تجویزیں کرنے لگے اور اس تازہ فوج کی مدد سے اپنی کامیابی کا پورا یقین رکھتے تھے۔ لیکن دشمن کو بالکل تباہ کردینا یا تھبنز کی کامیابی کو مزید قوت و وسعت دینا بھی جاسن کو اپنی مصلحتوں کے خلاف نظر آتا تھا لہذا اس نے اپنے حلیفوں کو اس اولوالعزمی سے باز رکھا اور اس بات پر رضامند کرلیا کہ وہ دشمن کو بلا گزند پہنچائے اپنے علاقے سے نکل جانے کی اجازت دے دیں؛

اپنی واپسی میں جاسن ہراکلیہ کے جنگی استحکامات کو منہدم کر گیا اور اپالو دیوتا کے آئندہ تہوار پر اپنی شان و شوکت دکھانے کی بڑے پیمانے پر تیاریاں کر رہا تھا تاکہ اس موقع پر وہاں کی دینی مجلس کے اختیارات سلب کر کے خود میلے کا صدر نشین بن بیٹھے (۳۷۰ ق م) لیکن ایک دن جب داد خواہوں کی عرضیاں اس کے سامنے پیش ہو رہی تھیں سات نوجوان باہم جھگڑتے ہوئے اس کے قریب پہنچے گویا کسی تنازعہ کا فیصلہ چاہنے آئے ہیں اور وہ بیٹھا ہوا تھا کہ اس پر دفعتاً حملہ کر دیا؛ جاسن کے قتل کے بعد اس کے بھائی جانشین حکومت ہوئے مگر ان میں کوئی قابلیت نہ تھی۔ گویا خود قضا و قدر نے فیصلہ کر دیا کہ اسپارٹہ کے زوالِ قوت کے بعد یونان کی سیادت تھسالیہ کو نہ ملے گی بلکہ بیوشیہ کا علاقہ اُس کا وارث ہوگا۔

۲۔ ایتھنز کی حکمت عملی جنوبی یونان میں

کھلے میدان میں کم تعداد دشمن سے لکدمونیوں کی ہزیمت کا اثر اس واقعے سے اور بھی زیادہ ہو گیا تھا کہ شاہ کلیومبروتوس جنگ میں کام آیا لیونی ڈس کے بعد اسپارٹہ کا کوئی بادشاہ لڑائی میں نہیں مارا گیا تھا؛ پس پلوپنی سس کی ہر ریاست میں اس شکست کی خبر سے کھلبلی پڑ گئی؛ تین ہفتے پہلے عہد نامۂ کالیاس پر دستخط کرتے وقت اسپارٹہ نے اپنے عمال اور قومی دستوں کو غیر شہروں سے واپس بلانے کا عہد کیا تھا؛ اب خود ان شہروں نے

اُن کے عمال کو نکال دیا۔ اور خواص کی مقامی حکومتوں سے ہر جگہ مخالفت پیدا ہوگئی۔ لیکن جنگ لیوک ترا کے سب سے زیادہ وسیع نتائج ارکیدیہ کے علاقے میں رونما ہوئے یعنی مان تینیا کے باشندے لیکوملیس نے اتحاد کی کوشش کی اور منتشر مواضع کے لوگ اپنے گانوں چھوڑ چھوڑ کے پھر ایک شہر میں مجتمع ہو گئے اور از سر نو اپنی شہر پناہ تعمیر کرلی۔ اس نعمت سے اسپارٹا نے انہیں محروم کیا تھا۔ خدا نے اُسے سرنگوں کردیا اور اب وہ جابر انکا کچھ نہ بگاڑ سکتا تھا۔

اس شکستگی سے بحالی پانے کے بعد مان تینیا نے دوسری بستیوں کے ساتھ مل کر تمام علاقۂ ارکیدیہ کو ایک حلقۂ اتحاد میں متحد کردیا۔ البتہ تگیا، ارکومنوس اور ہرائیا کی بادقعت ریاستیں اتحاد میں شریک نہ ہوئیں۔ چونکہ تمام علاقے میں کوئی بڑا شہر ایسا نہ تھا جو متحدہ ریاستوں کا صدر مقام بنایا جاتا۔ اور دوسرے کسی شہر کے انتخاب میں باہمی حسد اور رقابت کا بھی اندیشہ تھا لہذا قرار پایا کہ مغربی ارکیدیہ کے میدان میں مقدس کوہ لکایون کے قریب ایک نئے شہر کی بنیاد رکھی جائے۔ (۳۷۰ ق م)۔ اس شہر کا میگالوپلس (یعنی "بڑا شہر") نام رکھنا اس اعتبار سے بالکل موزوں تھا کہ اس کی شہری فصیل کا بہت بڑا دور تھا اور گرد و نواح کے تمام دیہات کی آبادی کو اس میں آبسنے پر رضامند کرلیا گیا تھا۔ محلِ وقوع کے لحاظ سے بھی یہ شہر لقونیہ کی شمال مغربی سرحد پر ارکیدیہ کا ایسا ہی مضبوط مورچہ تھا جیسا کہ

جنوب میں شہر تگیا، لیکن تگیا اپنے قدیم حلیف اسپارٹہ کی دوستی میں ثابت قدم رہا تھا۔ اور ارکیدیہ کے نئے اتحادیوں کو ضرورت تھی کہ اُسے بھی حلقۂ اتحاد میں شامل کیا جائے۔ چنانچہ انہوں نے مان تینیا کے چند سپاہیوں کی مدد سے شہر میں انقلاب کرادیا اور اسپارٹہ کے حامی جان بچاکر اسپارٹہ بھاگ گئے۔ اہل اسپارٹہ اب خاموش نہ رہ سکتے تھے اور انھوں نے مان تینیا کی فصلیں پامال کرنے کی غرض سے اجسی لوس کو روانہ کیا۔ اہل اتحاد نے ایتھنز سے مدد مانگی اور وہاں سے جواب مل گیا تو بیوشیہ سے درخواست کی۔ اہل تھبز کے نزدیک اسپارٹہ پر دباؤ رکھنے کی اس سے بہتر تدبیر اور کوئی نہ ہوسکتی تھی کہ ارکیدیہ میں اُن کا ایک طاقتور حریف پیدا کردیا جائے۔ پس اُنہوں نے استمداد کی درخواست منظور کرلی۔

جس وقت تھبز کی فوج اپامنن ڈس کے زیر علم ارکیدیہ میں پہنچی تو سردی کا موسم آگیا تھا اور انہیں یہاں پہنچنے پر معلوم ہوا کہ اجسی لوس میدان سے ہٹ گیا، مہم کا جو کچھ مقصد تھا وہ تو اس طرح بر آیا۔ لیکن اہل ارکیدیہ نے اپامنن ڈس کو آمادہ کرلیا کہ مراجعت سے پہلے غنیم پر ایک ضرب ضرور لگادی جائے۔ اس میں شک نہیں کہ لقونیہ پر فوج کشی اور خاص شہر اسپارٹہ پر حملہ کرنا بہت بڑی جسارت تھی۔ کم سے کم یہ خیال آنا ہی کچھ معمولی بات نہ تھی۔ کیونکہ انسان کی یاد میں یہ نوبت کبھی نہ آئی تھی کہ کسی دشمن کے نامبارک قدم سے لقونیہ کی زمین

آلودہ ہوئی ہو؛ شہر اسپارٹہ کے گرد کوئی فصیل نہ تھی اور آج تک کسی دشمن کا وہاں گزر نہ ہوا تھا کہ جس سے شہر کو بچانے کی ضرورت پڑتی؛ بہر کیف، حملہ آور سپاہ چار راستوں سے بڑھی جو آگے جاکر سلاسیہ پر مل جاتے تھے؛ اس پیش قدمی میں اُن کی کوئی مزاحمت نہ ہوئی۔ سلاسیہ کو انہوں نے آگ لگادی اور اب مل کر یہ فوج یوروتاس ندی کے بائیں کنارے کے میدان میں بڑھی۔ اُن کے اور اسپارٹہ کے درمیان ندّی حایل تھی اور موسم سرما کی بارش سے اُس کا پانی چڑھا ہوا تھا۔ شاید اسی وجہ سے اسپارٹہ اُن کے حملے سے بچ گیا کیونکہ ندی کے پل کی اہل شہر اس جمعیت اور قوت کے ساتھ حفاظت کر رہے تھے کہ اس پر حملہ کرنا دور اندیشی کے خلاف تھا؛ اپامنن ڈس جنوب میں امیکلہ تک چند میل اور آگے بڑھا اور آخر یہاں ایک پایاب مقام سے ندّی کو عبور کرگیا۔ لیکن اس تاخیر نے اسپارٹہ کو بچالیا۔ حملے کی اطلاع ہوتے ہی پلوپنی سس کے تمام شہروں کو جو اب تک اسپارٹہ کے ہواخواہ تھے، ہرکارے دوڑ گئے تھے اور اُن کی امدادی فوجیں فوراً روانہ ہوگئی تھیں؛ اُن کے عین وقت پر آجانے سے اسپارٹہ کی دفاعی قوت اس قدر بڑھ گئی کہ پھر اپامنن ڈس نے شہر پر حملہ نہیں کیا لیکن شہر کی حدود تک ضرور بڑھا کہ گویا ٹوک کر دشمن کو مقابلے پر بلاتا ہے اور حقیقت میں اسپارٹہ کے گزشتہ جبر و قہر کا یہ بھی کچھ کم سخت عوض نہ تھا۔ وہاں کے باشندوں پر صدیوں سے اس قسم کی مصیبت نہ پڑی تھی اور اُن کے تصوّر میں بھی یہ بات نہ آئی تھی کہ دشمن

اُن کے اس قدر قریب پہنچ سکتا ہے پس جب یہ بلا انہیں اپنے سر پر آتی نظر آئی تو وہاں اس درجے خوف و سراسیمگی طاری ہوی کہ بیان سے باہر ہے۔ اسپارٹہ کی عورتیں اپنی اولاد اور شوہروں کے جنگ میں مارے جانے کا حال سن کر جذباتِ غم کو ضبط کرنیکی عادی بنائی جاتی تھیں لیکن اس موقع پر ہراس و مایوسی نے انہیں بالکل بے تاب کر دیا۔ کیونکہ گو یونان کے اکثر شہروں کی عورتوں کو اِس قسم کی مصیبت کا بار ہا سابقہ پڑ چکا تھا، لیکن زنانِ اسپارٹہ نے آج تک غنیم کی صورت اپنی آنکھوں سے نہ دیکھی تھی ؛

جنوبی لقونیہ کو تاخت تاراج کرنے کے بعد اتحادی ارکیدیہ میں لوٹ آئے۔ اب وسطِ سرما کا زمانہ تھا لیکن اُن کا کام پورا نہ ہوا تھا اور وہ اسپارٹہ کو ایک اور صدمہ پہنچانے کی فکر میں تھے جو پہلے نقصانات سے بھی کہیں زیادہ سخت تھا۔ کیونکہ اب انہوں نے اسپارٹہ کے ایک اور علاقے یعنی قدیم مسینیہ کا رخ کیا اور اُن کے پہنچتے ہی اُس نیم غلام رعایا نے جو قدیم مسینوی نسل سے تھی اسپارٹہ کا طوق حکومت اتار کے پھینک دیا۔ (سنہ ۳۷۰،۶۹ ق م)۔ پھر کوہ اتیھومہ کی ڈھلانوں پر اپامننڈس نے ایک نئے شہر مسینہ کی بنیاد رکھی۔ اس قوم کے قدیم سورماؤں کی یاد پھر تازہ کی گئی اور ایک وسیع دور میں شہر کی نیو کھود کر بانسری کے دلکش ترانوں کے ساتھ پہلا ردّا رکھ دیا گیا اتیھومہ کا قدیم قلعہ بھی شہر کے احاطے میں ایک طرف آ گیا تھا۔ اور اس کی پختہ شہر پناہ پہاڑی کی ڈھلان ڈھلان نیچے کے میدان تک بنائی تھی ؛ اس بدنصیب ملک کو جب آزادی مل گئی اور یہ مستحکم مامن

تیار ہوگیا تو اُن مسنوی جلا وطنوں کو بھی جو دنیائے یونان میں دربدر پڑے پھرتے تھے پھر ایک مرتبہ رہنے کا ٹھکانا مل گیا؛

اس طرح نہ صرف ایک نیا قلعہ تیار ہوگیا بلکہ خاص اسپارٹہ کے علاقے میں اسپارٹہ کا دشمنِ قوی پیدا ہوگیا۔ لقونیہ کے مغربی علاقے اس کی قلمرو سے نکل گئے اور وہاں کے ہلوٹ و پیری اویکی ایک ایسی ریاست کے آزاد باشندے بن گئے جو اسپارٹہ سے صدیوں کا بغض و کینہ رکھتی تھی؛

اس اثنا میں اسپارٹہ کی التجائے امداد پر اہل ایتھنز نے اپنے شہر کی تمام فوج ایفی کراتیس کے ماتحت مدد کے لئے روانہ کی تھی اور وہ ارکیدیہ تک بڑھ آیا تھا۔ لیکن یہاں آکر معلوم ہوا کہ اہل تھیبز اور اُن کے اتحادی لقونیہ سے چلے گئے اور اب اسپارٹہ پر حملے کا خطرہ نہیں رہا؛ اس طرح یہ کوچ تو رائیگاں گیا۔ لیکن مجلس ایتھنز نے عجلت میں پہلے صرف مدد بھیجنے کی منظوری دی تھی۔ اب غور و فکر کے بعد اُس نے اسپارٹہ سے باضابطہ اتحاد کا عہد کرلیا؛

سال آئندہ بھی ارکیدیہ کے اتحادیوں سے اسپارٹہ کے حلیفوں کی لڑائی جاری رہی اور چند مہینے کے بعد پھر بیوشیہ کی فوج لے کے اپامننڈس پلوپنی سس میں داخل ہوا۔ راستے میں اسپارٹہ اور ایتھنز کی فوجوں نے اُسے روکا تھا مگر وہ اُنکی صفیں توڑ کے اپنے اتحادیوں سے آملا اور سکیان اور پلینہ کو بھی اپنے اتحاد میں شامل کرلیا؛ عین اس نازک وقت میں

اسپارٹہ کو سمندر پار سے کمک آئی یعنی اس کے قدیم حلیف شاہ سیر اکیوز نے ۲۰ جہاز بھیجے جن میں ۲ ہزار قلطی اور آئی بیری سپاہیوں کی فوج تھی؛ اور غالباً انہی کی آمد سن کر ایامِنن ڈس نے جو ابھی تک کوئی خاص کام کرنے نہ پایا تھا وطن کو لوٹ جانا مناسب خیال کیا؟

واضح رہے کہ جو طریق عمل اسپارٹہ کا تھا وہی اب اپنی سیادت قایم کرنے کے لئے تھبنز نے اختیار کیا تھا۔ اُس نے سکیان میں ایک عامل کو مامور کیا۔ اور جس طرح پہلے بوتیہ کے شہروں میں اسپارٹی فوجیں متعین رہتی تھیں اسی طرح اب پلوپنی سس کے شہروں میں تھبنز کے دستے متعین کردئے گئے ارکیدیہ اور مسنیہ اپنے معاملات میں خود مختار ریاستیں تھیں لیکن اہل تھبنز کو اصرار تھا کہ اس خود مختاری کا باعث اور محافظ انہیں تسلیم کیا جائے۔ بُعد مسافت کی وجہ سے اس بات کا بھی چنداں احتمال نہ تھا کہ تھبنز کی سیادت ایسی ناگوار صورت اختیار کرلے گی جیسی کہ اسپارٹہ کی تھی جس کا علاقہ ارکیدیہ سے ملا ہوا تھا۔ بریں ہمہ ارکیدیہ کی متحدہ ریاستیں حقیقی معنی میں آزادی کی طالب تھیں اور ہم آئندہ اُنہیں تھبنز کی سیادت ماننے سے انکار کرتا دیکھیں گے لیکن اس وقت انہیں ارخومنوس اور ہرائیہ کو اپنے اتحاد میں جبراً شامل کرنا مدنظر تھا۔ چنانچہ جب یہ مقصد حاصل ہوگیا تو پھر انکا اتحاد صحیح معنی میں "بین الارکیدیئین،، ہوگیا۔ لقونیہ کے بعض شمالی دیہات کا بھی انھوں نے الحاق کرلیا اور دوسری طرف

تری فیلیہ کی بستیاں جو ایلیس کی حکومت سے بیزار تھیں۔ اُن کے سایۂ حمایت میں آگئیں۔

اہل ارکیدیہ تو یہ سرگرمی دکھا رہے تھے اور اہل اسپارٹہ کو اپنا کوئی زور چلتا نظر نہ آتا تھا۔ حتیٰ کہ سیراکیوز کے حاکم جابر نے دوبارہ جہاز بھیجے اور یہ کمک پا کے اُنہوں نے مگالوپولس کے میدان کا رخ کیا۔ لیکن یکایک سیراکیوزی فوج کو مقابلہ واپس آنے کے احکام پہنچے اور راستے ہی میں مہم سے ہاتھ اٹھا لینا پڑا۔ واپسی کے وقت دشمنوں نے انہیں پہاڑی دروں میں الگ الگ گھیر لینا چاہا تھا لیکن اسپارٹی سپہ سالار بہ عجلت مدد کو پہنچ گیا اور سخت نقصان کے ساتھ ارکیدیوں کو تتر بتر کر دیا (۳۶۸ء ق م) اس معرکہ میں ایک لکدمونی سپاہی بھی ضایع نہیں ہوا اور یہ "جنگِ بلا گریہ" کی فتح مشہور ہوی۔ اسپارٹہ میں اس معمولی کامیابی پر جس مسرّت و شادمانی کا اظہار کیا گیا اُس سے ثابت ہوتا ہے کہ اب اسپارٹہ کس قدر ذلیل و پست ہو گیا تھا؛

اِدھر دولت ایران کے ایک کارندے کی تحریک سے عام امن و صلح کی کوششیں بھی جاری ہو گئی تھیں۔ پہلے ولفی میں ایک مجلسِ مصالحت منعقد ہوی لیکن یہاں باہمی گفتگو کا کوئی نتیجہ نہ نکلا اور ہر ایک ریاست نے علٰحدہ علٰحدہ اپنے وکیل پایۂ تخت سوس میں بھیجے۔ اور وہیں سے پلوپی ڈس وہ شاہی فرمان لے کے یونان آیا جس میں سب شرطیں اس کے وطن کی خواہش کے مطابق تھیں:۔ ریاست مسنیہ اور شہر امفی پولس کی خود مختاری تسلیم کی گئی تھی

حالانکہ امفی پولس جیسے کار آمد شہر پر اہل ایتھنز پھر قبضہ کرنے کے منصوبے سوچ رہے تھے۔ ان شرطوں کے علاوہ تری فیلیہ کے متعلق یہ فیصلہ کیا گیا تھا کہ یہ علاقہ ارکیڈیہ سے ملحق نہ ہوگا بلکہ الیس کا محکوم رہے گا۔ مگر اہل ارکیڈیہ نے اپنا قبضہ اٹھانے سے انکار کیا اور تھبنر کی سیادت سے بھی علی الاعلان منحرف ہو گئے۔ اسی کے جواب میں اہل تھبنر نے تیسری مرتبہ پلوپنی سس پر فوج کشی کی اور اپامنن ڈس نے علاقہ اکائیہ سے رشتۂ اتحاد قایم کیا (۳۶۶ ق م) لیکن یہ علاقہ اتحاد میں آنے کے بعد بہت جلد اُن کے ہاتھ سے نکل گیا۔ کیونکہ اپامنن ڈس کی مصالحانہ روش کے خلاف اُس کے ہم وطنوں نے وہاں کے ہر شہر سے حکومت خواص کو دفع کر دینے پر ضد کی اور ہر جگہ کے عمایدین کو شہر بدر کر دیا۔ مختلف شہروں کے یہ جلا وطن بہت جلد یک جا ہو گئے اور انہوں نے ایک ایک کرکے ہر شہر پر دوبارہ قبضہ کرلیا اور جمہوری حکومتیں توڑ کر تھبنر کے مامور کردہ حکام کو وہاں سے نکال دیا اس کے بعد یہ علاقہ آئندہ سے اسپارٹہ کا پرجوش حلیف بن گیا۔

غرض اپامنن ڈس کی یہ فوج کشی کچھ سازگار نہ ہوی اور اس کے نتائج تھبنر کے حق میں مضر ثابت ہوے۔ ارکیڈیہ سے تعلقات روز بروز زیادہ کشیدہ ہوتے جاتے تھے اور ادھر ایتھنز کو تازہ نقصان یہ پہنچا تھا کہ اسی سال تھبنر کی فوج قصبۂ اروپوس کو اس سے چھین کر خود قابض ہوگئی۔ لہذا جب لیکومدیس ایتھنز آیا اور ریاست ہاے ارکیڈیہ سے متحد ہو جانے پر ابھارا تو اہل ایتھنز

جو اُن کے تھیبز سی دوستوں کی طرف سے پہلے ہی بھرے بیٹھے تھے فوراً آمادہ ہوگئے اور اس طرح ایک طرف تو وہ اسپارٹہ کے حلیف تھے اور اب دوسری طرف ارکیدیہ کے حلیف ہوگئے حالانکہ ارکیدیہ اور اسپارٹہ میں باہم مخاصمت تھی؛ اسی طرح ارکیدیہ کا تھیبز اور ایتھنز دونوں کے ساتھ اتحاد ہوگیا حالانکہ ان دونوں میں لڑائی جاری تھی؛ لیکومدیس کی سفارت تو کامیاب ہوی لیکن وہ خود واپس آتے وقت چند جلا وطنوں کے ہاتھ پڑگیا اور مارا گیا (۳۶۶ ق م) بے شبہ اس کی یہ ناگہانی موت ارکیدیہ کے لئے بہت بڑا نقصان تھی؛

جس طرح تھیبز کا ارُوپوس پر غاصبانہ قبضہ کرلینا مذکورۂ بالا جدید معاہدات کا سبب ہوگیا تھا اسی طرح جب ایتھنز نے کورنتھ پر اچانک قبضہ کرلینے کی سازش کی تو یونانی ریاستوں کے باہمی تعلقات میں ایک اور تبدیلی وقوع پذیر ہوی؛ کورنتھ کو چھین لینے سے مقصود یہ تھا کہ جزیرہ نمائے پلوپنی سس کے راستے پر قبضہ ہوجائے لیکن سازش کا راز کھل گیا اور وہ ناکام رہی۔ اس موقع پر چونکہ اسپارٹہ مدد دینے کے قابل نہ رہا تھا لہذا اہل کورنتھ نے مجبوراً تھیبز سے صلح کرلی اور اس مصالحت میں اس کی ہمسایہ ریاست فلیوس اور ساحلِ ارگولس کے اور شہر بھی شریک ہوگئے ان ریاستوں نے مسینہ کی خود مختاری کو تسلیم کرلیا۔ اور تھیبز اور اس کے اتحادیوں سے اُن کی صلح ہوگئی۔ لیکن اس کے معنی صرف یہ تھے کہ وہ تھیبز اور اسپارٹہ کی جنگ میں آئندہ غیر جانب دار رہیں گی ورنہ انہوں نے خود تھیبز کے ساتھ کوئی جنگی اتحاد

نہیں کیا تھا؛

اس زمانہ میں جنوبی یونان کی صورتِ حالات کا خلاصہ یہ ہے کہ تھبنز کی ریاست، اسپارٹہ اور اُس کے حلیف انتھنز سے برسرِ جنگ ہے۔ ریاستِ ارگوس، تھبنز کی طرفدار ہے۔ مگر علاقہ اکائیہ سرگرمی سے اسپارٹہ کا ساتھ دے رہا ہے۔ دوسری طرف الیس اور ارکیدیہ میں دشمنی ہے اور گو ارکیدیہ اسپارٹہ سے برسرِ پیکار ہے لیکن تھبنز کے ساتھ اس کے تعلقات کشیدہ ہوگئے ہیں اور مقتول لیکومدیس کی رہنمائی سے محروم ہونے کے بعد خود اس کی اندرونی ریاستوں میں باہمی نفاق کی مہلک وبا پھیلنے لگی ہے؛

کورنتھ اور دوسری مخالف ریاستوں کے ساتھ صلح ہو جانے کے معنی یہ تھے کہ اب تھبنز کے اربابِ حلّ و عقد کو پلوپنی سس کے معاملات پر زیادہ توجّہ کرنے کی ضرورت نہ ہوگی۔ اسپارٹہ پست و سرنگوں ہوچکا ہے اور بیوشیہ کے فرماں روا کو معلوم ہے کہ اب صرف انتھنز ایسا مقام ہے جس کے ساتھ، سیادتِ یونان کے واسطے اُسے آئندہ شمشیر آزمائی کرنی پڑیگی۔

۳۔ تھبنز کی مداخلت شمالی یونان کے معاملات میں

جس سال جاسن شاہ فرایہ نے موت کا ذائقہ چکھا اسی سال اس کے حلیف و ہمسایہ امین تاس شاہِ مقدونیہ نے وفات پائی اور اُس کے جانشین الکزنڈر نے لارلیسہ اور چند اور شہروں پر

اس بہانے قبضہ کرلیا کہ اگر اُن کی حفاظت نہ کی جائے گی تو اس کا
ہم نام شاہ الکزندر انہیں چھین لے گا جو تھسالیہ میں جاسن کا جانشین
ہوا تھا۔ غرض ان مظلوم شہروں نے اپنے دونوں دشمنانِ آزادی
کے خلاف تھبنز سے فریاد کی اور یہاں سے پلوپی ڈس کو فوج
دے کے روانہ کیا گیا، جس نے لاریسہ اور شمالی تھسالیہ کے
متعدد شہروں کو تھبنز کے دامنِ حمایت میں لے لیا۔ (۳۶۹ ق م)
شاہِ مقدونیہ اس تھبنزی مہم کی کوئی مزاحمت نہ کر سکا
کیونکہ اس کی ریاست خود اندرونی خلفشار میں مبتلا تھی یعنی شہر
الورُوس کا ایک امیر تولمی نوجوان الکزندر کی اطاعت سے
منحرف ہوگیا تھا اور اس کی بغاوت میں خود بادشاہ کی سنگدل
ماں یوری دیکہ اس سے مل گئی تھی۔ فریقین نے نزاع کا فیصلہ
کرنے کے لئے پلوپی ڈس کو بلایا جس نے سرسری طور پر فساد کو
رفع دفع کرکے مقدونیہ کے ساتھ معاہدۂ اتحاد کرلیا۔ لیکن وہ
شاید سرحد سے باہر جانے نہ پایا ہوگا کہ یہاں تولمی نے الکزندر کو
قتل کردیا اور یوری دیکہ سے شادی کرلی۔ اس کے بعد سلطنت کا
ایک اور مدعی پیدا ہوا۔ اور اب یوری دیکہ کو یہ فکر ہوی کہ
کسی طرح اپنے بیٹے پردکاس کی وراثت کا اطمینان ہوجائے
اسی غرض سے اُس نے ایتھنزی بیڑے کی مدد طلب کی جو
ایفی کراتیس کے ماتحت تھا۔ مگر اہل تھبنز نے ٹھان لی تھی کہ
مقدونیہ میں اپنے رقیب ایتھنز کے قدم نہ جمنے دیں گے۔ چنانچہ
ایک مرتبہ پھر پلوپی ڈس نے شمال میں فوج کشی کی اور تولمی کو

جو نائب السلطنت تھا تھبنز سے متحد ہونے پر مجبور کیا اور بطریقِ ضمانت بہت سے یرغمال اپنے ساتھ لے آیا۔(۳۶۸ ق م)۔ انہی نوجوان امیرزادوں میں جو معاہدۂ اتحاد کی ضمانت میں تھبنز بھیجے گئے تھے وہ لڑکا **فیلپ** (یا **فیلقوس**) بھی شامل تھا جس کے نصیب میں مقدونیہ کو عروج دینا لکھا تھا۔ گویا اسی کام کی تربیت حاصل کرنے، وہ اب خاص **اپامنن ڈس** کی نگرانی میں بیوشیہ کی جنگی ورس گاہ میں داخل ہوا؛

مقدونیہ کو تھبنز کے زیر سیادت لانے کے بعد **پلوپی ڈس** واپسی میں **الکزنڈر** شاہ فرایہ سے ملنے گیا۔ لیکن یہ مطلق العنان جابر اسی زمانے میں ایتھنز سے پیمانِ اتحاد کرچکا تھا۔ اور اُس نے اپنے ملاقاتی کو بطور یرغمال حراست میں لے لیا؛ فوراً بیوشیہ سے فوج روانہ ہوی کہ اپنے نامور قیدی کو اس ناگہانی بلا سے چھڑائے لیکن سمندر کی راہ سے ایک ہزار ایتھنزی جوان الکزنڈر کی مدد کو پہنچ گئے۔ اور حملہ آوروں کو پسپا ہونا پڑا؛ **اپامنن ڈس** اس وقت معمولی پیادے کی حیثیت سے شریک جنگ تھا لیکن محض اُس کی موجودگی نے فوج کو تباہی سے بچا لیا۔ سپاہیوں نے بالاتفاق درخواست کی کہ اس وقت فوج کی سپہ سالاری وہ اپنے ہاتھ میں لے۔ چنانچہ وہی نہایت ہنرمندی کے ساتھ انہیں ایک خطرناک موقع سے نکال کر کسی نہ کسی طرح صحیح سلامت واپس ہٹا لایا۔ اس کارنمایاں کے صلے میں عہدۂ سپہ سالاری پر دوبارہ اسی کا انتخاب ہوا اور وہ ایک تازہ دم

فوج لے کے پھر اپنے دوست کو چھڑانے تھسالیہ کی طرف روانہ ہوگیا؛ اس وقت ضرورت یہ تھی کہ الگزنڈر پر سخت دباؤ ڈالا جائے لیکن ساتھ ہی اُسے اتنا عاجز بھی نہ کر دیا جائے کہ وہ غضب ناک ہوکر اپنے قیدی پر کوئی ایسی سختی کر گزرے جس کی تلافی ممکن نہو مگر اپامننڈس کی چالاکی اور جنگی چالوں سے یہ دشوار مقصد برآیا اور ایک مہینے کی ہنگامی صلح کے عوض میں پلوپیڈس کو رستگاری حاصل ہو گئی؛

لیکن اب ہمیں ایتھنز کی طرف توجہ کرنی چاہئے جو پھر مشرقی ایجین میں مداخلت کر رہا تھا اور اُسے یہ موقع اپنے دوست آریوبرزنیس والئ افرجیہ کی بغاوت کے طفیل حاصل ہوا تھا؛ جزیرۂ ساموس پر پہلے دولت ایران نے عہد نامہ بادشاہی کے خلاف قبضہ کرلیا تھا۔ اب ایتھنز نے اپنے تجربہ کار سپہ سالار تیموتیوس کو ۳۰ جہاز اور ۸ ہزار سپاہی دے کے بھیجا (۳۶۶ ق م) اور دس مہینے کے محاصرے کے بعد اسے مسخّر کرلیا اسی کے ساتھ اُس نے ایران کے باغی صوبے دار آریوبرزنیس کو بھی مدد دی اور اس کے معاوضے میں قلعۂ سستوس اُسے واپس مل گیا (۳۶۵ ق م) اس قلعہ کا قبضہ خاص طور پر ایتھنز کے مفید مطلب تھا کیونکہ وہ آبنائے دردانیال پر عین اُن جہازوں کی گزرگاہ پر واقع تھا جو سواحلِ اکسینین سے غلّہ لے کر ایتھنز آتے تھے؛ اس سے بھی بڑھکر یہ کہ اب ایتھنز کا پھر خرسونیس (علاقہ تھریس یعنی موجودہ جزیرہ نمائے گیلی پولی) میں تسلط

ہوتا جاتا تھا۔ بہ الفاظ دیگر، وہ اپنی قدیم سلطنت کی از سر نو
تعمیر کررہا تھا اور اُس کی نیّت ساموس کے واقعات سے
بخوبی ظاہر ہوگئی تھی کہ اس جزیرہ کو محکوم اتحادی بنانے کے
بجائے اُس نے وہاں اپنے باشندے بھیج کر آباد کردئے۔
اور نو آبادیوں کا (یعنی کلرو کی یا قطعہ واری کا) پھر وہی طریقہ
جاری کیا جو اتحادِ دلوس کے زمانے میں حلیفوں کی سخت
بیزاری کا سبب ہوا تھا اور دوسرے اتحاد کے وقت صراحت
کے ساتھ اُس کی تجدید ممنوع قرار دی گئی تھی۔

ادھر تیموتیوس کو شمالی یونان میں بھی برابر کامیابی حاصل
ہوتی رہی۔ اُس نے متھونہ اور پیدنہ کو جبراً اتیھنز کا حلیف
بنایا۔ اور اس کے بعد جزیرہ نمائے کالسی ڈیس میں بھی پتی دیہ
اور ترون پر قابض ہوگیا۔ (۳۶۴ تا ۳۶۲ ق م)۔

اتیھنز کی یہ کشور کشائیاں دیکھ کر تھبز کسی طرح خاموش
نہ رہ سکتا تھا۔ اُسے نظر آرہا تھا کہ اگر تیموتیوس کی فتوحات کا
سلسلہ اسی طرح جاری رہا تو کچھ عجب نہیں کہ تھوڑے ہی دن میں
یوبیہ پر بھی دوبارہ اتیھنز کا تسلط ہو جائے۔ اور یہ جزیرہ بیوشیہ
سے اس طرح ملا ہوا تھا کہ اس پر حریف کا قبضہ تھبز کے لئے کچھ کم
قابلِ تردد بات نہ تھی، لیکن اپنے ہمسایہ رقیب کی چیرہ دستی
روکنے کے لیے ضروری تھا کہ اُس کے ساتھ اُسی کے ہتیار سے
مقابلہ کیا جائے۔ پس اپامننڈس کی تحریک سے اہل تھبز
نے بحری میدان میں آنے اور جنگی جہاز تیار کرنے کا فیصلہ کیا

چنانچہ ۳۶۴ء میں سو جہاز (سہ طبقہ) تیار ہو گئے اور انہیں بحری سپاہ فراہم کر کے بحیرۂ مرمورہ کی طرف روانہ کر دیا گیا۔ اس بیڑے کا یہ گشت اتھنز کے حق میں نہایت مضر ثابت ہوا۔ کیونکہ اُس نے اُن ریاستوں کی قوت اور ہمت بڑھائی جو اتھنز کے حلقہ اتحاد سے نکلنے کا موقع تلاش کر رہی تھیں۔ نتیجہ یہ ہوا کہ بای زنطہ نے علانیہ بغاوت کی۔ رودس اور خیوس نے اپامنن ڈس کے ساتھ نامہ و پیام شروع کر دیئے اور جزیرہ کیوس نے بھی جو اٹی کا سے بہت قریب ہے تمرّد اختیار کیا۔ لیکن اسے کاب ریاس نے بہت جلد دوبارہ مطیع کر لیا۔

ادھر تھیبز کی برّی فوج اتھنز کے حلیف الکزندر شاہ فرایہ پر چڑھائی کر رہی تھی؛ اس بادشاہ نے اجیر سپاہی بھرتی کر لیے تھے اور اُن کی مدد سے اہل تھسالیہ پر بہت سختیاں کر رہا تھا؛ غرض پھر ایک دفعہ اور اب کے آخری مرتبہ پلوپی ڈس تھسالیہ میں داخل ہوا۔ اور خاص فرایہ کی جانب بڑھا (۳۶۴ء ق م) اُدھر سے الکزندر بہت بڑی فوج لئے ہوئے نکلا کہ اُن بلندیوں پر قبضہ کرلے جو سینو سفالی (یعنی کتّوں کے سر) کہلاتی تھیں۔ کیونکہ فرسالوس سے جو راستہ فرایہ کو آتا ہے اس پر اہل تھیبز کی پیش قدمی روکنے کے لئے یہ نہایت باموقع مقام تھا۔ مگر اُس کے پہنچتے پہنچتے دشمن کی فوج بھی اس کانٹے کے مقام سے قریب آگئی تھی اور سامنا ہوتے ہی دونوں طرف کے سپاہی جھپٹے کہ بلندیوں پر خود قابض ہو جائیں۔ آخر پیادہ و سوار

دونوں کو لے کر پلوپی ڈس نے دھاوا کیا اور دشمن کو دھکیل کر چوٹی تک جا پہنچا۔ لیکن عین ظفرمندی کے عالم میں اس کی نظر اُس جابر ملعون پر پڑگئی جس نے اسے بہت دن تک زندانِ بلا میں ڈالے رکھا تھا۔ اُسے دیکھتے ہی وہ اس درجہ از خود رفتہ ہوا کہ فرائض سپہ سالاری بھی یاد نہ رہے اور بجلی کی طرح اپنے دشمن پر ٹوٹ کے گرا۔ الکزندر نے ہٹ کر فوج خاصہ کی پناہ کی اور پلوپی ڈس جو اُس کے پیچھے صفوں میں گھستا چلا جاتا تھا تعدادِ کثیر میں گھر کے بے بس ہوگیا۔ اس کی موت لڑائی کے حق میں کچھ مضر ثابت نہ ہوئی اور تھبنز کی فوج نے غنیم کو سخت شکست دی بایں ہمہ اس کا مارا جانا تھبنز کے دل پر بڑا داغ تھا اور تھسالیہ کو بھی اُس کا خمیازہ بھگتنا پڑا۔ یعنی دوسرے سال اہل تھبنز نے پلوپی ڈس کا انتقام لینے کے لئے فرایہ پر دوبارہ فوج کشی کی۔ الکزندر سے بجبر شہر فرایہ کا تمام علاقہ چھین لیا گیا اور اُسے تھبنز کی سیادت قبول کرنی پڑی؎

۴۔ جنگِ مان تینیا

ارکیدیہ کے اتحاد کی خیر نظر نہ آتی تھی کیونکہ اندرونی نفاق کے علاوہ الیس بھی درپئے تخریب تھا اور تری فیلیہ کا علاقہ دوبارہ لینے کی غرض سے اسپارٹہ کا حلیف ہوگیا تھا۔ اس کا بدلہ لینے کے لئے اہل ارکیدیہ نے قصد کیا کہ آئندہ اولمپی تہوار کی بازیوں کا اہتمام الیس کی صدارت میں نہ ہونے دیں۔ چنانچہ اس غرض سے

انھوں نے ریاست پیسزا کا قدیم دعویٰ از سر نو پیش کیا۔ حالانکہ یہ دینی خدمت انجام دیتے دیتے اب ایک زمانے سے منصب صدارت الیس کے ساتھ مخصوص ہوگیا تھا؛ بایں ہمہ اہل ارکیدیہ نے کچھ فوج بھیج کر پہلے تو اولمپیہ کے اوپر کرونوس نامی پہاڑی کو مورچہ بند کرلیا اور اس کے بعد جب تہوار کا زمانہ آیا تو اتحادیوں کا پورا لشکر جس میں اتھنز و ارگوس کے امدادی دستے بھی شامل تھے، حفاظت کے لئے آگیا اور بازیاں شروع ہوئیں۔ گھڑ دوڑ ہوچکی تھی اور "پنتا اتھلاں"، یعنی پانچ کرتب کا مقابلہ ہو رہا تھا (جس میں دوڑ، کشتی، سانگ[1] پھینکنا، چکر پھینکنا اور کودنا داخل ہے) کہ الیس کی سپاہ نمودار ہوئی اور بڑھکر اتحادیوں پر حملہ کیا۔ (۳۶۴ ق م) لڑائی میں اُن کی کچھ پیش نہ جاسکی اور پسپا ہونا پڑا لیکن ان متبرک ایام میں جدال و قتال حرام سمجھے جاتے تھے اور تمام یونان کو اس واقعے کا سخت صدمہ ہوا۔ ابتدا سے سب الیس کو برسرحق اور مظلوم سمجھے تھے اور جب ارکیدیہ والوں نے ایک تازہ ستم یہ کیا کہ اولمپیہ کے مذہبی خزانوں کو سپاہیوں کی تنخواہ پر صرف کرنے لگے تو اس وقت اُن سے لوگ اور زیادہ ناراض ہوگئے۔

اتحادیوں میں باہمی حسد پہلے سے موجود تھا۔ مذکورہ بالا اہانت مذہبی کا حیلہ ملا تو مان تینیا نے اتحاد کا ساتھ چھوڑ نے میں سبقت کی باہمی فساد کی ایک اور بنا یہ پیدا ہوئی کہ اتحادیوں کے ایک گروہ نے علانیہ تھبیز کی رفاقت چھوڑ کر اسپارٹہ سے

---

[1] سانگ (جیولن)۔ چھوٹی برچھی جسے ہاتھ سے پھینک کر مارتے تھے۔ م

مل جانے پر زور دینا شروع کیا اور بیوشیہ والوں نے پلوپنی سس میں
اپنا اقتدار قایم رکھنے کی غرض سے چوتھی مرتبہ فوج کشی کی۔(۳۶۲ق م)
اور اُن کا سپہ سالار اپامنن ڈس بڑھ کر تگیا تک آپہنچا۔ اتحادیوں
کی فوجیں تگیا کے حریف، شہر مان تینیا میں مجتمع ہو رہی تھیں لیکن
یہ سن کر کہ شاہ اجسی لوس فوج لے کر چل پڑا ہے، اپامنن ڈس
نے اسپارٹہ پر ایک اور ضرب لگانے کا ارادہ کیا اور اگر ایک
تیز پا کریتی ہرکارہ فوراً یہ خبر اجسی لوس کو نہ پہنچا دے تو اپامنن ڈس
شہر اسپارٹہ کو "چڑیا کے بے کس بچوں کے آشیانے" کی طرح بالکل
غیر محفوظ حالت میں آدباتا۔ لیکن اس کے ارادوں کا حال سنتے ہی
اجسی لوس الٹے پاؤں واپس پھرا اور جب راتوں رات سفر کر کے
دشمن اسپارٹہ پہنچا تو اہلِ شہر خبردار اور مدافعت کے لئے تیار تھے!
اس خلاف امید اور محض تقدیری ناکامی نے اپامنن ڈس کو ضرور
پریشان کیا لیکن اس نے فوراً ایک اور چھاپہ مارنے کی تجویز سوچ لی
اور بہ عجلت تگیا پہنچ گیا پیادہ فوج کو تو آرام لینے کے لئے یہیں ٹھیرایا
اور سواروں کو مانتینیا بھیجا کہ اس شہر پر بے خبری کی حالت میں
حملہ کریں۔ کیونکہ اُس نے سوچ لیا تھا کہ مان تینیا کی فوجیں اسپارٹہ کو
بچانے کے لئے شہر سے ضرور روانہ ہو چکی ہوں گی۔ اس کا قیاس
درست تھا ارکیدی فوج مان تینیا سے کوچ کر چکی تھی۔ شہر خالی تھا
اور باقی ماندہ باشندے بھی فصل کی تیاریوں میں مشغول اور اپنے
اپنے کھیتوں میں باہر چلے گئے تھے؛ لیکن تقدیر نے یہاں بھی
دغا دی۔ یعنی جس وقت تھبزی سوار جنوب سے شہر کے قریب پہنچے

اسی وقت اتھنزی سواروں کا ایک دستہ شہر میں داخل ہوا تھا اور یہ سوار ابھی کمر کھولنے بھی نہ پائے تھے کہ دشمن کے آنے کی اطلاع ہوی اور وہ اسی طرح بھوکے پیاسے پھر گھوڑوں پر چڑھ چڑھ کے دوڑے اور حملہ آوروں کو پسپا کر دیا؛

اسپارٹہ سے بلاٹل جانے کا حال سن کر اتحادی فوجیں بھی اپنے پہلے مستقر پر واپس آئیں اور اب اسپارٹہ اور اتھنز کے امدادی دستے اُن کی جمعیت میں اور مل گئے؛ ادھر اپامننڈس کو اچانک حملے کے ارادے میں دونوں دفعہ ناکامی ہوی تو اُس نے مجبور ہوکر دشمن کی متحدہ افواج سے میدانی لڑائی لڑنے کا قصد کیا اور مان تینیا پر پیش قدمی کی۔ اتحادی سپاہ نے شہر کے جنوبی میدان کے اُس حصے میں قدم جما رکھے تھے جہاں دونوں طرف سے پہاڑیاں آکر مل گئی ہیں اور میدان کا ایک تنگ کونا بن گیا ہے؛ اپامننڈس کے پیش نظر یہ تھا کہ اس فوج کو سامنے سے دھکیلتا ہوا شہر میں گھس جائے۔ لیکن سیدھا بڑھنے کی بجائے وہ شمال مغرب کی طرف پہاڑی کے اس مقام تک بڑھا جہاں آج کل تری پولٹ زا کی بستی بس گئی ہے۔ پھر پہاڑی کے کنارے کنارے اس طرح چلا کہ دشمن کے دائیں پہلو کے مقابل پہنچ جائے اور آخر اس رُخ پہنچ کر وہ ٹھیرا اور لڑائی کے لئے صفوں کو ترتیب دینے لگا۔ حالانکہ غنیم اُسے کترا کے پہاڑی کی طرف جاتا دیکھکر اس دھوکے میں آگیا تھا کہ وہ آج حملہ نہ کریگا؛

اس لڑائی میں بھی اپامننڈس نے وہی جنگی تدابیر اختیار کیں

جن سے وہ لیوک ترا کا معرکہ جیتا تھا۔ یعنی میسرے پر ایک دوسرے کے عقب میں پیادوں کی متعدد صفیں قایم کیں۔ اور ان کے لڑانے کا کام بھی خود اپنے ہاتھ میں لیا؛ اس ترتیب کا مدعا یہ تھا کہ باقی ماندہ فوجوں کے ملنے سے پہلے وہ ریلا دیکر غنیم کا میمنہ درہم برہم کردے ادھر حسن اتفاق سے دشمن جو اس کی ترچھی چال سے پہلے ہی دھوکے میں تھا، دیر تک اس کی صف بندی کا مقصد نہ سمجھ سکا۔ کیونکہ اپامنن ڈس کی فوج ایسے رخ پر پہنچ گئی تھی جہاں اوس کا میسرہ دشمن کے میمنے سے قریب تھا۔ لیکن اس کا میمنہ دشمن کے میسرے سے نسبتاً کہیں دور ہٹا ہوا تھا اور لکد مونی سپاہ اور اُن کے حلیفوں کی اس کوتاہ بینی پر حیرت ہوتی ہے کہ جب تک اپامنن ڈس صفیں درست کرکے ان کی طرف نہ بڑھا وہ کچھ بھی نہ سمجھ سکے اور صرف اس وقت جبکہ وہ سر پر ہی آتا ہوا نظر آیا، ہتیار سنبھال سنبھال کر غل مچاتے ہوے دوڑے؛ لڑائی میں سب صورتیں وہی پیش آئیں جن کو اپامنن ڈس نے پہلے سے سوچ لیا تھا یعنی اس کے سواروں نے دشمن کے سواروں کو پسپا کردیا اور پیادوں کی پیوستہ صفوں کا مثلثی گروہ جسے خود وہ لڑا رہا تھا مقابل کی صفوں میں گھس گیا۔ اور لکدمونیوں کے قدم اکھڑ گئے۔ حقیقت میں یہ بات تعجّب سے خالی نہین ہے کہ اہل اسپارٹہ نے لیوک ترا کا سبق اتنی جلدی بھلا دیا اور ٹھیک انھی چالوں سے یہاں شکست کھائی۔ بہر حال انہیں فرار ہوتے دیکھا تو اکائیہ، ایلس اور باقی ماندہ فوجوں کے بھی

جی چھوٹ گئے۔ اور صفِ مقابل سے ملنے کی نوبت بھی نہ آئی تھی
کہ وہ سب بھاگ کھڑے ہوئے ؛

یہ تھبنز کی بہت بڑی فتح تھی۔ لیکن تقدیر سے اسی جنگ میں
وہ اتفاقی حادثہ پیش آیا جس نے تھبنز کی سالہا سال کی محنت کو
خاک میں ملا دیا اور اس کے اقتدار کو ایسا صدمہ پہنچایا جس کی
پھر تلافی نہ ہو سکی۔ یعنی اپامنن ڈس نے جو اپنے سپاہیوں کے
آگے آگے دشمن کے تعاقب میں بڑھ رہا تھا، برچھی کا ایک کاری
زخم کھایا اور اس کی خبر عام ہوتے ہی فوجیں ٹھٹک کر رہ گئیں
فتح کا اثر غارت ہو گیا اور تعاقب کرتے کرتے تھبنزی فوج کسی
شکست خوردہ سپاہ کی طرح پیچھے ہٹنے لگی۔ کیونکہ اس کی جگہ
لینے والا کوئی نہ تھا۔ اس مہلک انی کے نکالے جانے سے قبل
اس نے یولے ڈس اور دے فان توس کو طلب کیا۔
جنہیں وہ اپنا جانشین بنانا چاہتا تھا۔ لیکن لوگوں نے بتایا کہ
وہ دونوں کام آ چکے ہیں یہ سن کر اُس نے کہا "تو تم دشمن سے
صلح کرلو"، چنانچہ ان شرائط پر انہوں نے صلح کرلی کہ جنگ سے
پہلے جو حالت تھی آئندہ بھی وہی رہے گی؛ بایں ہمہ تھبنز کی حکمت عملی
کی سب سے مستقل یادگار مٹنے والی نہ تھی۔ یعنی دشمن کو مسینہ
اور مگالوپولس کی آزادی تسلیم کرنی پڑی ؛

ہر چند اپامنن ڈس کی غیر معمولی ذہانت، پاکیزہ اخلاق اور کارہائے
نمایاں کی عظمت سے کسی کو انکار نہیں ہو سکتا۔ مگر اس نے کوئی
پائیدار یادگار نہیں چھوڑی: بیوشیہ کو بڑی ضرورت ایک ایسی منتظم

اور قابل جماعت کی تھی جو ممالکِ خارجہ کے معاملات کو خاطر خواہ سرانجام کرسکے۔ اپامنن ڈس نے اس کا کوئی بندوبست نہیں کیا۔ اور نہ اُس نے اس مسئلہ پر کچھ زیادہ توجّہ کی کہ آیا بیوشیہ کو ایک بحری طاقت بننے کی سعی کرنی چاہیئے یا نہیں؟ اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ وہ خود اہل بیوشیہ کو صحیح معنی میں ایک قوم نہ بنا سکا؛ اس نے جو کچھ کیا تھا وہ اس کی موت کے ساتھ ہی ختم ہو گیا اور خلاصہ یہ ہے کہ اپامنن ڈس ایک بڑا سپہ سالار تھا لیکن بڑا مدبّر نہ تھا۔

باب پانزدہم

۱۔ سلینوس اور ہیمرا (صقالیہ) کی بربادی

سلامیس اور ہیمرا کی فتوحات قریب قریب ایک ساتھ حاصل ہوئی تھیں۔ مشرق و مغرب کے دونوں معرکوں میں ایشیائی ملیچھوں کو یونانیوں نے پسپا کردیا تھا اور پھر یہ حملہ آور بہت دن تک یونان کے مقابلہ میں سر نہ ابھار سکے تھے۔ لیکن دولتِ ایران اور قرطاجنہ نے جب مشرقی اور مغربی یونان کی ریاستوں میں باہم خوں ریزی اور خانہ جنگی کا طوفان بپا دیکھا تو ایران کی طرح قرطاجنہ بھی پھر یونانی علاقوں پر ہاتھ بڑھانے لگا؛

لیکن واقعات کا سلسلہ درست رکھنے کے لئے ہمیں صقالیہ کی تاریخ کو پھر وہاں سے شروع کرنا چاہئے جہاں ہم نے اُسے چھوڑا تھا اور اہل قرطاجنہ کی شکست و ناکامی کے بعد اُس اندرونی انقلاب پر

نظر ڈالنی چاہئے جو سیراکیوز کے نظامِ حکومت میں واقع ہوا تھا۔ یعنی فتحِ سلامیس کے بعد جس طرح ایتھنز میں جمہوری تحریک پیدا ہوی اسی طرح سیراکیوز میں بھی ہیمرا کی جنگ کے بعد جمہوریت کا غلبہ ہوا اور وہاں کے سب سے نامور شہری ہرموکراتیس کو جب کہ وہ بیڑا لے کے اسپارٹہ کو مدد دینے وطن سے باہر گیا ہوا تھا، اُس کے حریف ڈایوکلیس کی تحریک پر خارج البلد کر دیا گیا کیونکہ اس میں شک نہیں کہ ہرموکراتیس حکومتِ خواص کا بڑا حامی تھا۔ خاص اسی زمانہ میں (سنہ ۴۱۰ ق م) سِگستا اور سلینوس کی ریاستوں میں باہمی نزاع ہوی اور اہل قرطاجنہ کو دوبارہ صقالیہ پر فوج کشی کا حیلہ ملا کیونکہ سِگستا نے قرطاجنہ سے فریاد کی تھی۔ وہاں اُس وقت ہنی بال "حاکمِ عدالت" تھا اور وہ اسی ہملکار کا پوتا تھا جو ہیمرا کی گذشتہ جنگ میں مارا گیا۔ قرطاجنہ میں ایسے حاکم عدالت یا قاضی شوفت کہلاتے تھے اور ان کا سلطنت میں بہت کچھ اقتدار ہوتا تھا۔ پس ہنی بال کی تحریک پر ایک بڑی مہم سلینوس کے خلاف روانہ کی گئی۔ (سنہ ۴۰۹)۔ اور یہ شہر جس کے جنگی استحکامات بھی کافی مضبوط نہ تھے، فتح کر کے بالکل منہدم کر دیا گیا اور اس کے باشندے قتل کرا دئے گئے۔ اس کام سے فراغت حاصل کر کے ہنی بال نے ہیمرا کا رُخ کیا کہ در اصل اس شہر سے اُس کو اپنے دادا کا انتقام لینا تھا، حملہ آوروں کے پہنچتے پہنچتے اہل شہر کو تیاری کا وقت مل گیا تھا۔ اور ڈایوکلیس کے ماتحت سیراکیوز سے بھی مدد آگئی تھی۔ لیکن اہل قرطاجنہ نے جنگی چال سے ڈایوکلیس کے جہازوں کو

تین دن تک دوسری طرف لگائے رکھا اور ٹھیک اس وقت جب کہ یہ جہاز واپس ہوکر ساحل کے سامنے پہنچ رہے تھے، جان پر کھیل کر ہلہ کیا اور شہر کو تسخیر کرلیا؛ دادا کی روح کو خوش کرنے کے لئے ہنی بال نے تین ہزار اسیرانِ جنگ کے سر قلم کرائے اور شہر کو تڑوا کے زمین کے برابر کرا دیا؛

۲— ڈایونی سیس کا اقتدار

اہل قرطاجنہ کو تمام یونانی صقالیہ کے فتح کرنے کی دُھن لگی ہوی تھی لہذا چند سال کے بعد ہی انہوں نے پھر فوج کشی کی اور اکرگاس پر حملہ کیا (۴۰۶ ق م) جو اُس زمانے میں اپنے انتہائے عروج پر تھا؛ اندرونی مدافعت کا انتظام اسپارٹہ کے ایک سردار دکسیپوس کے ہاتھ میں تھا اور محاصرہ شروع ہوے زیادہ مدت نہ گزری تھی کہ سیراکیوز کی فوج نجات دلانے آپہنچی اور حملہ آوروں کو شہر پناہ کے باہر شکست دی۔ قرطاجنہ کی فوج ہنی بال اور ہمیلکو کے ماتحت تھی اور کچھ اس شکست اور کچھ قلّتِ رسد کی وجہ سے اب اُس کی خیر نظر نہ آتی تھی۔ لیکن ہنی بال نے وہ جہاز جو محصورین کے لئے رسد لا رہے تھے راستے میں پکڑ لئے جس سے پانسہ پلٹ گیا اور اجیر سپاہی محصورین کا ساتھ چھوڑ چھوڑ کے بھاگنے لگے۔ اہل شہر بھی رات کے وقت شہر سے نکل گئے اور اکرگاس دولتِ قرطاجنہ کے قبضے میں آگیا؛

ان واقعات نے اہل سیراکیوز کو صقالیہ کی آئندہ سلامتی کی طرف سے

نہایت متردد و اندیشہ مند کردیا اور اسی ملکی خطرے کے وقت وہاں ڈایونی سیئس نامی ایک شخص کو اپنے حصول جاہ کے ارمان پورا کرنے کا موقع نظر آیا۔ یہ مجہول النسب شخص سرکاری دفتر میں معمولی منشی تھا۔ اور اکرگاس کی شہر پناہ کے سامنے اپنی سرگرمی اور بہادری کے جوہر دکھا چکا تھا؛ اُس نے تاڑ لیا تھا کہ اس کے وطن کی جمہوری حکومت میں کوئی قوت و اہلیت نہیں ہے۔ اور اُس نے اس کا خاتمہ کرنے کی ٹھان لی تھی۔ چنانچہ صورت حالات پر غور کرنے کے لئے اہل شہر کا ایک جلسہ منعقد ہوا تو ڈایونی سیئس اٹھا اور ایک تیز و تُند تقریر میں اپنے سپہ سالاروں کو غداری کا الزام دیا۔ اور جب انہیں معزول کرکے ایک نئی جماعت مامور کی گئی تو وہ بھی اس میں شامل تھا؛ مگر یہ اُس کی منزلِ مقصود یعنی شخصی بادشاہی کے راستے کا صرف پہلا مرحلہ تھا۔ اور اب اس نے بہت جلد اپنے ہم منصبوں کو رسوا کرنا شروع کیا اور اس قسم کی خبریں مشتہر کردیں کہ وہ سیراکیوز کے بدخواہ ہیں۔ پھر چند ہی روز میں علانیہ اُن پر الزام قائم کئے گئے۔ اور لوگوں نے سب کو ہٹا کر سپہ سالاری کے تمام اختیارات تنہا ڈایونی سیئس کو دے دئے کہ وہی آنے والے خطرے کا انسداد و دفعیہ کرے؛

حصولِ بادشاہی میں اب دوسرا مرحلہ اپنے لئے فوج خاصہ کی منظوری لینا تھا۔ اور بے شبہ سیراکیوزی مجلس حکومت جابرہ کی یہ چلتی چھری اُس کے ہاتھ میں کبھی نہ دیتی۔ مگر اُس نے فوج کو لیونٹینی چلنے کا حکم دیا۔ اس شہر کو اہل سیراکیوز نے اپنا محکوم بنا رکھا تھا

اور اسی کی فصیل کے باہر ڈایونی سیئس نے خیمے نصب کرائے۔ پھر رات کے وقت یہ افواہ اڑی کہ کسی نے سپہ سالار کی جان لینے کا ارادہ کیا تھا۔ اور دوسرے دن مجلس کا انعقاد ہوا جس میں ڈایونی سیئس نے اپنے دشمنوں کے منصوبے ظاہر کئے اور اپنی ذات کے واسطے ۶ سو سپاہیوں کی فوج خاصہ رکھنے کی اجازت حاصل کرلی۔ جب اس کی منظوری مل گئی تو پھر ان اجیر سپاہیوں کو اپنے سے ملا لینا ایک معمولی بات تھی۔

مطلق العنانی کے راستہ میں اُسے یہی تین منزلیں پیش آئیں جنہیں اُس نے طے کرلیا۔ جمہوری نظام حکومت کو علانیہ منسوخ کرنے کی چنداں ضرورت نہ تھی اور نہ ڈایونی سیئس نے بظاہر کوئی ایسا عہدہ حاصل کیا تھا جو اُس آئین کے خلاف سمجھا جاتا۔ اُسے اصلی حکومت سے غرض تھی اور ایتھنز کے جابر پی سیس تراتوس کے عہد حکومت کی طرح ظاہری طور پر کسی بات میں فرق نہ آیا تھا۔ مجلس کے اجلاس بھی ہوتے تھے۔ منظوریاں بھی دی جاتی تھیں اور پہلے کی طرح عمّال کا بھی وہی انتخاب کرتی تھی۔

ڈایونی سیئس کی اس غصب حکومت میں جواز کا پہلو صرف یہ ہوسکتا تھا کہ اس کے وطن کو ایک ایسے مرد میدان کی ضرورت ہے جو اس وقت قرطاجنہ کے مقابلہ میں سینہ سپر ہوجائے۔ اور اس کی اہلیت کا ثبوت دینے، وہ حکومت حاصل کرتے ہی ایک بڑا بیڑا اور فوج لے کے گلا کو چھڑانے بھی چلا جسے حملہ آور پہلے سے محصور کرچکے تھے۔ لیکن اُس کی بے دلی کے باعث حملے میں ناکامی ہوئی

اور اس نے لوگوں کو شہر خالی کرنے کا حکم دے دیا۔ اسی طرح واپسی میں اُس نے شہر کمارینا کو خالی کرا دیا۔ اور جب اہل سیراکیوز ان حرکتوں سے بیزار ہوکر اُس سے بگڑ بیٹھے تو وہ جبراً شہر میں داخل ہوگیا۔ اور اس کے بعد قرطاجنہ سے صلح کرلی جس کی یہ شرائط اندر ہی اندر غالباً پہلے ہی سے طے ہوگئی تھیں کہ قرطاجنہ کا اُس کے تمام مفتوحہ مقامات پر قبضہ برقرار رہے گا اور ڈایونی سئیس کو سیراکیوز کا بادشاہ تسلیم کرلیا جائے گا؛

غرض وقت کے وقت اس نے قرطاجنی دشمنوں کو دوست بنا کے اپنا مطلب نکال لیا اور شہر کے بنانے میں بھی جس سے آئندہ انہی کے خلاف کام لینا تھا اُن کی مدد حاصل کرلی اور اپنے عہد حکومت میں رفتہ رفتہ سیراکیوز کو سواحلِ متوسط (یا بحر روم) پر یورپ کی سب سے ممتاز سلطنت بنا دیا؛

اُس کی شخصی حکومت تازلیست ۳۸ برس رہی۔ اس مدت میں جمہوریت کے ظاہری آئین قایم رہے اور رسمی طور پر خود اُس کا بھی ہر سال انتخاب کرلیا جاتا تھا؛ بادشاہی کا اصلی دارو مدار مشاہرہ یاب فوج خاصہ پر تھا لیکن اس میں شک نہیں کہ ڈایونی سئیس اپنے اختیارات دور اندیشی کے ساتھ کام میں لاتا تھا اور اس کے اتنے عرصے تک بامُراد مطلق العنان رہنے کا خاص سبب یہی ہے۔ وہ صرف سیاسی اغراض کی خاطر ظلم وستم کرتا تھا۔ ذاتی خواہشات کے لئے اُس نے کبھی زیادتی نہیں کی اور کسی کو اس طرح نہیں ستایا کہ اُس کے وارث یا احباب ڈایونی سئیس کو مارنے پر آمادہ ہو جاتے؛

اُس کا پہلا کام اپنے لئے ایک محفوظ و مصئون حصار تیار کرنا تھا جزیرہ
سیراکیوز کو آبنائے پاٹ کے ساحل سے پہلے ملا دیا گیا تھا اس راستے کا
اُس نے بندوبست کیا اور فصیل کھینچ کر جزیرہ کو ایک علٰحدہ قلعہ بنا لیا
جس میں داخل ہونے کے لئے اب پانچ دروازوں سے گزرنا پڑتا تھا؛
چھوٹی بندرگاہ پر بیڑے کا سلاح خانہ تھا اسے بھی اس نے قلعے کے
اندر لے لیا۔ اور سمندر میں بند باندھ کر اتنا راستہ چھوڑ دیا کہ اُس
میں سے صرف ایک جنگی جہاز گزر سکتا تھا؛ اُس کے بعد ڈایونی سیئس
نے مخالفین کے مال ضبط کرکے اپنے ہوا خواہوں کو انعام اکرام اور
غلاموں کو آزادیاں دیں کہ وہ اس کے وفادار رہیں اور ان کاموں سے
فرصت پا کے وہ کشور کشائی کی طرف متوجہ ہوا؛ صقالیہ کی آیونی
بستیوں میں نکسوس اور کتانہ پہلے شہر تھے جن پر دغا سے اس کا
قبضہ ہوگیا۔ اُن کے باشندے لونڈی غلام بنا کے اُس نے فروخت
کردیئے اور نکسوس کو مسمار کرادیا؛ لیون ٹینی نے اطاعت قبول کی
اور اس کے باشندے سیراکیوز میں منتقل کرلئے گئے؛ یہ بات قرطاجنہ
کے خلاف منشا تھی اور اسی کے ساتھ جنگ کے حفظ ماتقدم میں
ڈایونی سیئس نے وسیع پیمانے پر شہر میں جنگی استحکامات تیار کرائے
اپی پولی کی پہاڑی کو شہر پناہ کے اندر لے لیا۔ اور یوریالوس
کے باموقع مقام پر ایک قلعہ تعمیر کرایا جس کے کھنڈر اب تک یونانی
سیراکیوز کے عہد عروج کی یاد دلاتے ہیں؛

ڈایونی سیئس کی فوجی تیاریاں بھی کچھ معمولی یا جدت سے خالی
نہ تھیں۔ بحری، بری، سوار و پیادہ اور مسلح و نیم مسلح غرض ہر قسم کی

فوج کو اس طرح باقاعدہ مرتّب و پیوستہ رکھنے کا طریقہ کہ وہ سب ایک کل کے پُرزوں کی طرح مل کر کام کرسکیں، اُسی نے اختراع کیا اور اپنے آدمیوں کو اس کی تعلیم دی۔ منجنیق کی ایجاد بھی اُسی کے ماہرینِ جرِّ ثقیل نے کی تھی اور سب سے پہلے ڈایونی سئیس نے اسے رواج دیا۔ اور جہاں تک محاصرے کا تعلّق ہے اس جدید آلۂ جنگ نے فنِّ حرب میں ایک انقلاب پیدا کردیا۔ یہ کل دو تین سو گز کے فاصلہ تک بیس تیس سیر وزن کا پتھر پھینک سکتی تھی اور زیادہ قریب سے اس کی مار یقیناً بہت خوف ناک تھی؛

۳ــــ ڈایونی سئیس کے فنیقی محاربات

جب یہ تیاریاں مکمّل ہوگئیں تو ڈایونی سئیس وہ کام کرنے چلا جو آج تک صقالیہ کے کسی یونانی سردار نے نہیں کیا تھا۔ یعنی وہ نہ صرف یونانی شہروں کو فنیقی (یا قرطاجنی) حکومت سے نجات دلانے کے لئے نکلا تھا بلکہ خاص قرطاجنہ کے صقالوی علاقوں کی فتح مرکوزِ خاطر تھی۔ چنانچہ ۸۰ ہزار پیادہ اور ۳۰ ہزار سوار سے اُس نے پہلے شہر موتیہ کو گھیر لیا۔ یہ آبادی ساحل سے متصل جزیرے پر آباد تھی اور بیچ کی آبنائے میں وہاں کے لوگوں نے ایک اونچی سڑک بنادی تھی۔ ڈایونی سئیس کی آمد پر انہوں نے اس سڑک کو توڑ دیا اور اُس نے اپنی منجنیقوں سے کام لینے کے واسطے وہاں ایک بہت چوڑا بند بنوانا شروع کیا۔ قرطاجنہ کی طرف سے

ہمیلکو بیڑا لے کے آیا تھا لیکن جب وہ سیراکیوزی جہازوں کے قریب پہنچا جو ساحل سے ملے ہوئے کھڑے تھے تو اِدھر سے۔ منجنیقوں نے پتھروں کی وہ باڑ چلائی کہ فنیقی ملّاحوں کے حواس جاتے رہے اور موتیہ کو خدا کے حوالے کر کے انہوں نے اپنی راہ لی۔ اِدھر شہر پناہ کے برابر بلندی تک شش منزلہ برج تیار کئے گئے اور فریقین کی زمین سے اوپر، گویا ہوا میں، جنگ ہوی۔ شہر والے گلی گلی اور کوچے کوچے پر لڑتے رہے۔ اور آخر اہل سیراکیوز کے ایک رات کے ہلّے نے یہ قصّہ فیصل کر دیا۔ (۳۹۸-۹۷ ق م)

مگر اب قرطاجنہ نے بھی ہاتھ پاؤں ہلائے۔ ہمیلکو نے دغا سے اریکس پر قبضہ کر لیا اور موتیہ کو پھر چھین لیا۔ اس کے بعد اُس نے مسانا کا رخ کیا اور گو باشندے بچ کے پہاڑیوں میں بھاگ گئے مگر شہر کو اس نے بالکل مسمار کرا دیا۔ سیراکیوزی بیڑا ڈایونی سیئس کے بھائی لیپ ٹینیس کے ماتحت مقابلہ کو نکلا تھا مگر کتانہ پر شکست کھا کے بھاگا اور چند ہی روز کے بعد ہمیلکو اپنے فتح مند بیڑے کو لئے ہوئے خاص سیراکیوز کی بڑی بندرگاہ میں داخل ہوا اور برّی فوج نے رودِ اناپوس کے کنارے ڈیرے ڈال دیئے۔ لیکن محاصرے نے طول کھینچا اور قرطاجنی لشکر میں جو سخت گرمی کے زمانہ میں دلدلی زمین پر مقیم تھا وبا نے تہلکہ ڈال دیا۔ اسی حال میں ڈایونی سیئس نے نکل کے یکبار گی بیڑے اور لشکر پر حملہ کیا اور کامل فتح پائی۔ قرطاجنہ کے تمام جہاز غارت ہو گئے اور خشکی کے تمام مورچے چھین لئے گئے۔ ایتھنز کی فوج کی طرح بہت

ممکن تھا کہ قرطاجنہ کی سپاہ بھی بالکل ہلاک اور تباہ کردی جاتی۔ لیکن
ڈایونی سیئس ہمیلکو سے تین سو تیلنت لے کے طرح دے گیا
کہ وہ اپنے ہم وطنوں کو بچالے جائے۔ (۳۹۶ء ق م) اصل میں
وہ سمجھتا تھا کہ اگر صقالیہ سے اہل قرطاجنہ کا نام و نشان مٹ گیا تو
خود اُس کی بادشاہی خطرے میں پڑجائیگی۔ پس انہیں جزیرے کے
مغربی مستقر سے نکالنے کی بھی اُس نے کوئی کوشش نہ کی؛ البتہ پانچ
سال کے بعد جب دوسری فنیقی جنگ چھڑی تو اُن کے سب سے مشرقی
شہر سولوس پر اُسے قبضہ مل گیا اور جب صلح کا معاہدہ ہوا تو اُس میں
بھی اہل قرطاجنہ کو تسلیم کرنا پڑا کہ صقالیہ کے تمام یونانی شہر اور نیز
قوم صقال کی سب بستیاں دولت سیراکیوز کے زیر اثر رہیں گی
(۳۹۲ء ق م)

۱۴۔ ڈایونی سیس کی سلطنت اور موت

یونانی صقالیہ پر اقتدار شاہانہ حاصل کرنے کے بعد ڈایونی سیس اطالیہ
کے یونانی علاقوں پر قابض ہونے کی تدبیریں سوچنے لگا اور ماورائے
بحر کشور کشائی کی بھی صقالیہ میں اُس نے سب سے پہلی مثال قایم کی؛
مسانا کو اس نے پہلے از سر نو تعمیر و آباد کیا تھا اب رگیوم پر
جو اس کے مقابل آبنائے کے دوسری طرف آباد تھا حملہ کیا۔ (۳۹۱ء ق م)
لیکن ساحلِ اطالیہ کی تمام حلیف ریاستیں مدد کے لئے آپہنچیں اور انہوں
نے اس کو شکست دی؛ ڈایونی سیس نے اُن سب کے خلاف جنگ کا
اعلان کیا۔ اور کولونیہ کے محاصرے کے وقت اتحادیوں پر (جو کروتن سے

نکل نکل کے مقابلے کے لئے آئے تھے) کامل فتح حاصل کی۔ ان کے دس ہزار سپاہیوں نے ایک بلند پہاڑی پر پناہ لی تھی مگر یہاں پانی میسّر نہ آیا اور انہوں نے بلا شرط ہتیار ڈال دئے۔ قیدیوں کو یقین ہوگیا تھا کہ اگر قتل نہ ہوے تو بھی غلامی قسمت میں لکھی ہے۔ لیکن ڈایونی سیس نے ایک چھڑی کے اشارے سے اُن سب کو آزاد کردیا اور بغیر کوئی فدیہ لئے انہیں اپنے اپنے گھر جانے کی اجازت دے دی؛ اس عفوِ کریمانہ کو دیکھکر لوگ دنگ رہ گئے اور اس کی مصلحت بھی بہت جلد ظاہر ہوگئی۔ وہ قیدی جن شہروں کے باشندے تھے اُن سب نے شکرئے میں ڈایونی سیس کو طلائی تاج بھیجے اور اس کے ساتھ الگ الگ معاہدہ صلح و اتحاد کرلیا؛ صرف رگیوم، کولونیہ اور ہیپونیئن حلقۂ اتحاد میں شریک نہ ہوے تھے لہذا ان میں سے دو چھوٹے شہروں کو اُس نے تسخیر کرلیا اور ان کے باشندے وہاں سے لاکے سیراکیوز میں بسادیے گئے۔ آخر میں رگیوم بھی دس مہینے کے محاصرہ کے بعد قبولِ اطاعت پر مجبور ہوا۔ اور اُس کے جو باشندے فدیہ نہ ادا کرسکے انہیں غلام بنا کے فروخت کردیا گیا؛ آبنائے کے دونو کنارے اب ڈایونی سیس کے تحت میں تھے اور یونانی اطالیہ کی سب سے مضبوط اور قلعہ بند چوکی (رگیوم) پر بھی اس کا قبضہ تھا؛ پھر آٹھ برس کے بعد جب کروتن فتح ہوا تو اطالیہ میں اُس کی حکومت اپنے انتہائی کمال کو پہنچ گئی؛

ادھر زیادہ بعید مبدا نوں میں بھی وہ پاوں پھیلاتا جاتا تھا۔ اور بحیرۂ اڈریاٹک کے دونوں ساحلوں پر نوآبادیاں بسا رہا تھا۔ انکونہ

اور الیسہ کے علاوہ شمال میں دریائے پو کے دہانے تک بڑھ کر اُس نے ہادریا کی بنیاد رکھی تھی۔ سیراکیوز کی سلطنت میں اب صقالیہ کا جزوِ اعظم، اور (غالباً شمال میں رود کراتیس تک) ملک اِطالیہ کا تمام جنوبی جزیرہ نما داخل تھا اور اس کے بھی اوپر اطالیہ کی گئی ریاستیں اگرچہ محکوم نہ تھیں مگر اُس کے حلقۂ اتحاد میں وابستہ تھیں اسی طرح شاہِ ملوسیہ اور اپیرس و الیریہ کی بعض ساحلی ریاستیں اُس کی حلیف تھیں؛ لیکن یہ ضرور ہے کہ اتنی وسیع سلطنت مصارف کثیر کے بغیر قایم نہ رہ سکتی تھی اور ان کا بار گراں اہلِ سیراکیوز کی گردن پر تھا پس اگر اپنے وطن میں یہ جابر بدنام و رسوا رہا تو یہ کچھ تعجب کی بات نہیں ہے؛

لیکن ڈایونی سیئس کی یہ سلطنت کچھ بہت دن تک قایم نہ رہ سکی بلکہ ریاست کروتُن کی فتح کے ساتھ ہی خود صقالیہ میں اس کی مغربی سرحدیں برقرار نہ رہیں اور کچھ علاقہ چھوڑنا پڑا (۳۸۳ ق م) قرطاجنہ کے ساتھ ایک اور جنگ چھڑ گئی اور پنرموس کے قریب جو لڑائی کرونین کے میدان میں ہوی اس میں ڈایونی سیس کو سخت نقصان اور شکست فاش نصیب ہوی، اور بہت دب کر صلح کرنی پڑی۔ (۳۷۸ ق م) اس معاہدے کے رُو سے یونانی سرحد مازاروس ندی سے ہٹ کر ہالی کوس ندی پر آگئی اور درمیان نئے علاقے پر دولتِ قرطاجنہ کا تسلّط تسلیم کرنا پڑا۔ جس کے معنے یہ تھے کہ خود سلینوس و نخرما کے فاتح نے ان شہروں کو اب پھر ملیچھوں کے حوالہ کردیا کہ جو چاہیں سلوک کریں؛

۳۴۵

دس سال کے بعد ڈایونی سئیس نے پھر فینقی علاقہ صقالیہ پر حملہ کیا اور سلینوس کو اُن کے پنجے سے نکال لیا۔ نیز اریکس اور اس کی بندرگاہ ورپانُن پر قابض ہوگیا؛ لیکن لیلی بیوم پر اس کا حملہ ناکام رہا

اور یہاں اسے بہت سے جہازوں کا نقصان اٹھانا پڑا۔ یہ وہ شہر ہے جسے اہل قرطاجنہ نے موتیہ کی جگہ آباد کیا تھا۔ اور اسی کی مہم "حاکم صقالیہ" کا آخری کارنامہ ثابت ہوی کیونکہ صلح ہونے سے پہلے اُس کی موت کا یہ عجیب سبب پیدا ہو گیا کہ وہ ناٹک نویسی کے مقابلے میں جیتا اور اس خوشی میں اتنی شراب پی کہ بُخار آگیا۔ واضح رہے کہ وہ شاعری کا بھی دم بھرتا تھا اور ایتھنز میں ناٹکوں کا جو انعامی مقابلہ ہوتا تھا اس میں برابر اپنے ناٹک بھیجتا رہتا تھا۔ لیکن اُسے پہلا انعام کبھی نہیں ملا۔ اس مرتبہ گویا شکستِ لیلی بیوم کے رنج کی تلافی میں یہ خبر آئی کہ لینہ کے تہوار میں اس کی ٹرا جڈی "فدیۂ ہکٹر" سب سے بہتر ثابت ہوی۔ پس ڈایونی سیئس خوشی سے پھولا نہ سمایا اور بے تکان شراب پیئے چلا گیا یہاں تک کہ بخار چڑھا اور اسی میں ایک خواب آور دوا نے اسے ہمیشہ کیلئے سلا دیا۔ (۳۶۷ ق م)

۵۔ ڈایونی سیئس اصغر اور ڈِیئون

ڈایونی سیئس اول کے بعد اُس کا بیٹا ڈایونی سیئس اصغر وارث سلطنت ہوا۔ اور گو یہ نوجوان بعض پسندیدہ اوصاف سے متصف تھا، لیکن اس کی سرشت میں یہ خامی تھی کہ بُرائی یا بھلائی دونوں کی طرف وہ آسانی سے مایل ہو جاتا تھا۔ اول اول وہ ڈیئون کے اثر میں رہا جو اُس کے باپ کے آخری عہد میں سب سے زیادہ معتمد علیہ وزیر اور اتنا با رسوخ تھا کہ اگر چاہتا تو بلا دقت خود بادشاہ بن سکتا تھا۔ لیکن ڈیئون کو شخصی بادشاہی سے نفرت تھی اور وہ اس بلا کو دفع کرنا چاہتا تھا۔

وہ حکیم افلاطون کا دوست تھا اور اس کی آرزو تھی کہ سیرا کیوز میں اُسی قسم کی حکومت قایم کی جائے جس کا افلاطون نے اپنی کتاب (ریپبلک) میں خاکہ کھینچا ہے اور یہ بات جمہوری انقلاب سے حاصل نہ ہوسکتی تھی بلکہ صرف بادشاہ پر اثر ڈال کر اُس کو عمل میں لانا ممکن تھا! خود افلاطون نے لکھا ہے کہ اگر ایسی ریاست مل جائے جہاں شخصی حکومت ہو اور اس کا بادشاہ بھی نوجوان، صاحب فہم، دلیر و فیاض ہو اسی کے ساتھ قسمت کسی اچھے مقنن کو اُس تک پہنچا دے .....،، تو کچھ شک نہیں کہ ایسی ریاست کا خوب انتظام ہوسکتا ہے؛

ڈیئون کو حسبِ منشا راہ پر لگانے کے لئے نوجوان ڈایونی سیئس کی طبیعت نہایت موزوں نظر آئی اور اس نے یہ کوشش شروع کی کہ نوجوان بادشاہ کو حکمت و فلسفہ کا کچھ ذوق اور اپنے اہم فرایض کا گہرا احساس پیدا ہو جائے؛ لیکن اسے کامیابی کا بہت کچھ یقین خود افلاطون کو سیرا کیوز لانے پر تھا؛

صقالیہ میں حکیم افلاطون کی تشریف آوری پر جس عزّت و عقیدت کے ساتھ اس کا استقبال ہُوا اُس سے بڑھکر حکیم موصوف کی قدر شناسی کا اظہار نہ ہوسکتا تھا۔ ڈایونی سیئس کے دل میں اس کی عظمت کا نقش جم گیا تھا۔ اور بہت آسانی سے یہ بات ذہن نشین ہوگئی تھی کہ مطلق العنانی نہایت شرمناک چیز ہے۔ حتیٰ کہ اب وہ آئینِ حکومت میں ردّو بدل کا مشتاق تھا؛ مگر افلاطون کو اصرار تھا کہ شاگرد کی باقاعدہ تعلیم میں کوئی کسر نہ رہے اور اُسے ہر مضمون کی تکمیل کرادی جائے۔ چنانچہ اُس نے باضابطہ علم ہندسہ کی

تعلیم سے آغاز کیا اور اول اول نوجوان جابر نے بڑے شوق سے اس علم کا مطالعہ شروع کیا۔ اس کے رفقا بھی شریک درس تھے اور تمام دربار علم ہندسہ میں مستغرق نظر آتا تھا؛ لیکن زیادہ مدت نہ گزری تھی کہ ڈایونی سیئس کا دل گھبرا گیا اور ساتھ ہی ڈیئون و افلاطون کے مخالفوں کی کوششیں اپنا اثر دکھانے لگیں؛

جو لوگ مجوزہ اصلاحات کے سراسر خلاف تھے وہ ڈیئون پر درپردہ یہ الزام لگاتے تھے کہ وہ اپنے بھانجے کو بادشاہ بنانے کی کوشش کر رہا ہے اور اتفاق سے اس کی ایک تحریر بھی ثبوت کیلئے ان کے ہاتھ آگئی۔ یعنی جس وقت قرطاجنہ اور سیراکیوز میں شرائط صلح کے متعلق گفتگو ہو رہی تھی ڈیئون نے بے احتیاطی سے ایک خط وہاں کے حکام کو لکھا تھا کہ میرے مشورے کے بغیر کوئی کام نہ کرنا" یہ خط راستے میں پکڑا گیا اور دشمنوں نے اسے غداری پر محمول کیا۔ ڈیئون کو صقالیہ سے جلا وطن کر دیا گیا۔ افلاطون کو بھی ایتھنز یاد آیا اور کچھ دن کے بعد آخرکار ڈایونی سیئس نے اسے جانے کی اجازت دے دی۔ اس طرح وہ خیالی تجویزیں کہ ایسی حکومت بنائی جائے جس کا جواب نہ ہو یہیں ختم ہو گئیں اور ان پر عمل کرنے کی نوبت ہی نہ آئی ورنہ سب سے پہلے ان پر دیسی سپاہیوں کو موقوف کرنا پڑتا جو محض روپے کے نوکر تھے اور ان کو رخصت کرنے کا لازمی نتیجہ یہ ہوتا کہ سیراکیوزی سلطنت بھی اسی وقت غائب ہو جاتی؛

جلا وطن ڈیئون یونان خاص آکر شہر ایتھنز میں مقیم ہو گیا؛ اس کے نکلتے ہی سیراکیوزی جابر نے بلا ضرورت اپنی مطلق العنانی کی شان یہ

دکھائی کہ ڈیئون کی بیوی ارتہ کی جبراً ایک دوسرے شخص سے شادی کردی؛ ادھر کچھ عرصہ کے بعد ڈیئون نے دیکھا کہ کام کرنے کا موقع آگیا ہے (۳۵۷ ق م) وہ چھوٹی سی جمعیّت لے کے چلا اور جنوب مغربی صقالیہ میں ایک فینقی بندرگاہ ہراکلیہ مینوٴہ پر لنگر انداز ہوا۔ اور جب اطلاع ملی کہ ڈایونی سئیس اسّی جہازوں کو لے کے اطالیہ گیا ہے، تو اُس نے بلاتاخیر سیراکیوز کی طرف کوچ کیا اور یونانی یا صقالی قوم کے جتنے سپاہی مل سکے انہیں راستے میں ساتھ لیتا ہوا پایۂ تخت تک آپہنچا۔ یہاں پہاڑی پر جو اجیر سپاہی پاسبانی کررہے تھے انہیں دھوکے سے دوسری طرف متوجہ کرلیا گیا اور ڈیئون اپنی جمعیت کے ساتھ سیراکیوز میں داخل ہوگیا۔ اس کے داخلے پر عام طور پر شہر میں خوشیاں منائی گئیں اور مجلس نے سلطنت کا تمام نظم ونسق بیئس فوجی سرداروں کو دینے کا فیصلہ کیا جن میں ڈیئون بھی شامل تھا۔ ایپی پولی کے قلعے پر بھی یہی لوگ قابض ہوگئے اور اب جزیرے کے سوا شہر کا کوئی حصہ ڈایونی سئیس کے تحت میں نہ رہا؛ خود یہ جابر انقلاب کی خبر سنکر سات دن بعد واپس آگیا اور ادھر ڈیئون نے چھوٹی بندرگاہ سے بڑی بندرگاہ تک ایک فصیل تیار کرائی کہ جزیرے پر سے شہر پر حملہ نہ ہوسکے؛

مگر ڈیئون لوگوں میں زیادہ عرصے تک ہردلعزیز نہ رہ سکتا تھا اس کی طبعی رعونت لوگوں کو بیزار کئے دیتی تھی اور اسی میں ایک اور حریف پیدا ہوگیا جو ڈیئون کی نسبت زیادہ خلیق تھا۔ یہ ہراکلید نامی سیراکیوز کا باشندہ تھا جسے شاہ جابر نے جلاوطن کردیا تھا۔ وطن کی اعانت کے لئے اب وہ ایک بیڑا اور فوج فراہم کرکے لایا اور امیرالبحر

منتخب ہوا۔ بحری معرکے میں اُس نے حریف کے بیڑے پر بھی فتح حاصل کی اور اس کے بعد ہی خود ڈابونی سئیس اپنے جنگی جہاز لے کے چل دیا اور اپنے بیٹے اپالوکراتیس کو فوج دے کر جزیرے کی حفاظت پر مامور کر گیا؛

ڈائیون کا رسوخ رفتہ رفتہ اس قدر کم ہوگیا کہ کچھ عرصے کے بعد اہل سیراکیوز نے اُسے سرداری سے معزول کردیا اور پلوپنی سس کے جن سپاہیوں کو وہ نجات دلانے کی غرض سے لے کر آیا تھا انہیں بھی کوئی اُجرت نہ دی؛ اس وقت ڈائیون اشارہ کرتا تو یہ لوگ خوشی سے خود اہل سیراکیوز کو اپنا ہدف بناتے لیکن خود رائی کے باوجود ڈائیون سچا محبِّ وطن تھا اور اسے اپنے شہر پر حملہ کرنا گوارا نہ ہوسکتا تھا۔ پس خاموشی سے ۳ ہزار جاں نثار ساتھ لے کے شہر لیون تینی میں چلا آیا۔ (۳۵۶ ق م)؛

اس اثنا میں اہل سیراکیوز نے جزیرے کے قلعے کا محاصرہ کر رکھا تھا اور قریب تھا کہ قلعے کی فوج اطاعت قبول کرلے کہ اتنے میں نیپ سیوس نامی نیپلز کا ایک کمپانی باشندہ کمک لے کر آپہنچا اور مصالحت کی گفت و شنید منقطع ہوگئی، آئندہ جنگ میں اوّل اوّل قسمت نے اہل شہر کا ساتھ دیا۔ ہراکلید نے ایک اور بحری معرکہ جیتا اور اس خوشی میں شہر کے لوگ آپے میں نہ رہے اور تمام رات مے گساری کرتے رہے مگر صبح ہونے نہ پائی تھی کہ نیپ سیوس اور اس کے سپاہی جزیرے کے دروازوں سے نکلے اور ڈائیون کی جوابی فصیل پر سیڑھیاں لگا لگا کے چڑھ گئے۔ فصیل کے پہرے والوں کو انہوں نے قتل کردیا اور آگ رادینا اور چوک پر قابض ہوگئے۔ شہر کے اس

تمام حصّے کو انہوں نے جی بھر کے تاراج کیا۔ سپاہیوں کو بالکل آزادی دے دی گئی تھی کہ جو کچھ دل میں آئے کریں۔ اور اہل شہر کے زن و فرزند، مال و اسباب غرض جس شئے پر ہاتھ پڑ سکا وہ اوٹھا کے لے گئے۔ دوسرے دن شہر والوں نے جو پہاڑیوں پر پناہ گزیں تھے بالاتّفاق قرار دیا کہ اس مصیبت سے بچانے کے لئے پھر ڈیئون کو بلایا جائے۔ ساتھ ہی سوار دوڑ گئے۔ اور شام ہونے سے پہلے لیون ٹینی پہنچ کر مجلس سیر اکیوز کا پیام پہنچایا۔ ڈیون نے اپنے رفیقوں کے سامنے نہایت پر اثر تقریر کی اور بیان کیا کہ انجام جو کچھ ہو خود وہ ضرور سیر اکیوز جائے گا اور اپنے وطن کو نجات نہ دلا سکے تو بھی انہی کھنڈروں میں اُس کی قبر ہوگی۔ البتہ پلوپنی سس کے سپاہیوں کو اختیار ہے کہ وہ ایسے لوگوں کی مدد کرنے سے انکار کردیں جنہوں نے ان کے ساتھ ایسا بُرا سلوک کیا تھا؛ مگر سپاہی ایک زبان ہوکر چلّائے کہ سیر اکیوز کو بچانا فرض ہے؛ اور ڈیئون پھر وطن کو نجات دلانے روانہ ہوا؛

ڈیئون کی فوج نے سخت کشمکش کے بعد اپنی فصیل دوبارہ چھین لی اور غنیم کو اس کے جزیرے ارتیجیا میں ڈھکیل کر پھر محاصرہ کرلیا۔ اس محاصرے نے کچھ زیادہ طول نہ کھینچا تھا کہ ڈایونی سئیس کے بیٹے نے تنگ آکر اطاعت قبول کرلی اور اب ڈیئون اور اہل سیر اکیوز میں پھر اختلاف پیدا ہوا۔ اہل شہر اپنی جمہوریت کو دوبارہ زندہ کرنا چاہتے تھے۔ اور ڈیئون جو آزادی دلانے آیا تھا، حکومت امرا کا حامی تھا اور اسپارٹہ کی طرح بعض آیئنی شرائط کے ساتھ یہاں بھی ایک یا چند بادشاہوں کو مسلّط کرنا چاہتا تھا؛ اہل شہر کی تمنا تھی کہ استبداد کی یادگار یعنی ڈایونی سئیس کا

قلعہ مسمار کردیا جائے۔ لیکن ڈیئون نے اسے رہنے دیا حالانکہ اُس کا وجود صریحًا اہل ہوس کو جبر و مطلق العنانی کی طرف بلاتا تھا؛ اس کے علاوہ خود ڈیئون کی مطلق العنانی میں اب کوئی کسر باقی نہ تھی بجز اس کے کہ ہراکلید سپہ سالاری میں اس کا شریک تھا، اور آخر کار رفیقوں نے اس بات پر بھی اُسے رضامند کرلیا کہ اس اکیلے رقیب کا خفیہ طور پر کام تمام کردیا جائے۔ چنانچہ ہراکلید کے قتل کے بعد گوزبان سے وہ شخص بادشاہی کی کتنی ہی مذمت کیوں نہ کرے عملًا اُس کے شخصی بادشاہ یا جابر ہونے میں کوئی شبہ نہ تھا۔ حتیٰ کہ خود اسی کے اُن رفیقوں میں سے جو سیر اکیوز کو نجات دلانے یونان سے آئے تھے کالی پوس نامی افلاطون کے ایک شاگرد نے اُسے قتل کرادیا اور خود بادشاہ بن بیٹھا۔ (۳۵۴ء ق م)۔

اس نئے جابر کی حکومت سال بھر کے قریب رہی۔ اور اس کے بعد وہ کتانہ پر فوج کشی میں مصروف تھا کہ ڈایونی سئیس کی دوسری بیوی سے دو بیٹے ہیپاری نوس اور نیسائیوس سیر اکیوز پہنچے اور جزیرۂ ارتیجیا پر قابض ہوگئے۔ دو سال تک ہیپاری نوس کی یہاں حکومت رہی (۳۵۳ء تا ۳۵۱ء ق م)۔ اور جب وہ عالم سرشاری میں قتل کردیا گیا تو پانچ سال تک اُس کے چھوٹے بھائی نیسائیوس نے بادشاہی کی اور آخر ڈایونی سئیس جو اب تک شہر لوکری میں جبر و ستم کی مشق کرتا رہا تھا، بیڑا لے کے آیا اور بیٹے کو نکال کے اُرتیجیا پر مسلّط ہوگیا (۳۴۶ء ق م)

۶ — تیمولین

صقالیہ کے یونانی، شخصی بادشاہی کے اس عذاب میں گرفتار تھے

کہ پھر قرطاجنہ کے ایک بیڑے نے ادھر کا رخ کیا۔ اور اس تازہ خطرے کی حالت میں انہوں نے مجبور ہوکر کورنتھ سے دستگیری کی درخواست کی۔ اس ریاست نے مدد کے لئے اپنے سردار تیمولین کو صقالیہ روانہ کیا (۳۴۴ ق م) اور یہ وہ شخص ہے جس نے لڑائی میں اپنے بھائی کی جان بچائی اور پھر اسی بھائی نے شخصی بادشاہی کیلئے سازش کی تو تیمولین نے اپنے ہاتھ سے اُس کی جان لی تھی! وہ دس جہاز لے کے صقالیہ آیا اور بدرالنوم پر لنگر انداز ہوا۔ اس کے آتے ہی ایک ایک ریاست اُس کی شریک ہوتی گئی اور تھوڑے ہی دن میں خود ڈایونی سیس جزیرہ حوالے کردینے پر آمادہ ہو گیا بشرطیکہ اپنا ذاتی مال و اسباب کورنتھ لے جانے میں اس سے تعرّض نہ کیا جائے۔ یہ شرط منظور ہوی اور ڈایونی سیئس نے زندگی کے باقی دن بحالتِ گمنامی گزار دئے۔ ادھر خاص شہر سیرا کیوز پر لیون تینی کا حاکم جابر ہی کتاس قابض ہوگیا تھا۔ اور امیر البحر ماگو کے ماتحت قرطاجنہ کا بیڑا اس کی مدد کو پہنچ گیا تھا۔ لیکن ماگو کو اپنے یونانی سپاہیوں میں غدر و بغاوت کا شبہ ہوا اور اس کے واپس ہوتے ہی ہی کتاس شہر سے جبراً نکال دیا گیا۔ سیرا کیوز نے پھر آزادی کی نعمت پائی اور اعلان کر دیا گیا کہ تمام جلاوطن شہری واپس آئیں اور نیز صلائے عام دے دی گئی کہ جو لوگ چاہیں شہر میں آکر آباد ہوں۔ جبر و استبداد کی وہ یادگار یعنی ڈایونی سیئس کا قلعہ گرا کے زمین کے برابر کر دیا گیا۔ اور اس کے بعد تیمولین دوسرے صقالوی شہروں کی طرف متوجہ ہوا۔ کہ وہ بھی آزادی کی اس نعمت سے محروم نہ رہیں۔

مگر دولتِ قرطاجنہ نے اس مرتبہ وسیع پیمانے پر تیاریاں کی تھیں اُن کا لشکر عظیم لیلی بیوم پر جہازوں سے اُترا اور اسی میں خاص قرطاجنہ کے ۱/۲ ۲ ہزار جواں بھی شامل تھے جنہیں "قشونِ مبارک" کے نام سے موسوم کیا جاتا تھا (۳۳۹ ق م)۔ انہوں نے صقالیہ کے وسط سے گذرنے کا ارادہ کیا اور ادھر سے مقابلے کے لئے تیمولیئن چلا جس کے پاس کل نوہزار سپاہی تھے۔ کری می سوس ندی پر فریقین کا سامنا ہوا اور پہلے قرطاجنہ کی جنگی رتھیں اور قشونِ مبارک ندی کو عبور کر چکے تھے کہ تیمولیئن نے ان پر حملہ کیا۔ یونانی فوج بلندی پر تھی اور تیمولیئن نے حملے کے لئے اسی موقع کو پسند کیا تھا کہ دشمن کی فوج دو حصوں میں بٹی ہوئی تھی۔ یونانی سواروں کا قرطاجنی رتھوں نے منہ پھیر دیا لیکن پیادہ فوج قشونِ مبارک تک جا پہنچی اور جب اُن کی ڈھالوں پر برچھیوں نے کام نہ دیا تو تلواریں لے لے کے حملہ آور ہوئی جس میں پھرتی اور مہارت کی جیت تھی قشونِ مبارک کے پاؤں اکھڑ گئے اور باقی ماندہ لشکر کو مینہ اور اولے کے طوفان نے بدحواس کر دیا کہ ہوا کی زد اُن کے منہ پر پڑتی تھی۔ اس ناگہانی بارش کے باعث ایک تو شکست خوردہ فوج کے عقب میں ندی چڑھ آئی۔ دوسرے کیچڑ نے انہیں اور مشکل میں پھنسا دیا اور یونانیوں کے نیم مسلح ہلکے سپاہیوں کی بن آئی۔ قرطاجنہ کے دس ہزار آدمی مارے گئے۔ پندرہ ہزار گرفتار ہوئے اور سونے چاندی کا بیش بہا مالِ غنیمت یونانیوں کے ہاتھ آیا۔ تیمولیئن کی یہ ایسی عظیم فتح تھی کہ اسے گلُن کی فتح ہیمرا کا ہم پایہ کہا گیا تو

کچھ بیجا نہ تھا؛

صقالیہ کو اندرونی جابروں اور بیرونی دشمنوں سے نجات دلانے کے بعد تیمولین تمام اختیارات سے جو اُسے دئے گئے تھے دستکش ہو گیا۔ اور یہ ایسی بات ہے کہ تاریخ یونان میں اس کی نظیر ملنی دشوار ہے؛ اہل سیراکیوز نے شہر کے قریب اسے جاگیر دی تھی اور یہیں وہ اپنی یادگار فتح کے دو سال بعد تک زندہ رہا۔ جب لوگ مشورہ چاہتے تو وہ کبھی کبھی شہر میں آجاتا تھا لیکن آخر میں بصارت جاتی رہی تو یہ آمد رفت بھی بہت کم ہو گئی تھی۔ اس کی وفات پر تمام یونانی صقالیہ میں ماتم ہُوا اور سیراکیوز میں اُس کی یاد تازہ رکھنے کے لئے سرکاری عمارات کا ایک پُورا محلّہ اُس کے نام سے موسوم کر دیا گیا؛

باب شانزدہم

مقدونیہ کا عروج

ا۔ فیلقوس ثانی شاہِ مقدونیہ

اپامننڈس کی موت اور ریاست تھیبز کے زوال کے بعد، ایتھنز ملک یونان کی سب سے ممتاز ریاست رہ گیا تھا۔ اور اگر مقدونیہ اور کاریہ کے دو بعید اور نیم یونانی رقیب پیدا نہ ہوجائیں تو اس میں شک نہیں کہ ایتھنز دوبارہ اپنا شہنشاہی اقتدار قایم کرلیتا۔ کیونکہ ایک طرف آبنائے دردانیال کی کنجی یعنی خرسونیس کا علاقہ پھر اس کے تحت میں آگیا تھا اور دوسری طرف اپامننڈس کی وفات کے پانچ سال بعد جزیرۂ یوبیہ کو اس نے وابستۂ اتحاد کرلیا تھا (۳۵۷ ق م) قراین کہ رہے تھے کہ شہر امفی پولس بھی دوبارہ اُس کی آغوشِ حکومت میں آجائے گا لیکن ان کوششوں نے اُسے ریاست مقدونیہ کا مدِ مقابل بنا دیا۔ اور یہیں سے تاریخ یونان کا

ایک نیا باب شروع ہوتا ہے۔

نسل ہا نسل سے شاہانِ مقدونیہ اپنے قلعہ ایجی سے خلیج تھرما کے شمالی اور شمال مغربی ساحلوں پر مطلق العنانی کے ساتھ حکومت کرتے رہے تھے اور "مقدونیہ" کا اصلی علاقہ یہی تھا۔ یہ بادشاہ اور اُن کی مقدونوی رعایا یونانی نسل سے تھی اور اُن کی قدیم رسوم اور زبان کی رہی سہی یادگاروں سے اس کی شہادت ملتی ہے۔ طبعاً یہ لوگ جنگ جُو تھے اور انہوں نے رفتہ رفتہ شمال اور مغرب کے کوہستانی قبایل کو مغلوب کر کے اپنی ریاست کی سرحدیں بہت آگے بڑھالی تھیں یہاں تک کہ اب مغرب میں الّیریہ اور شمال میں پیونیہ تک تمام علاقہ مقدونیہ کہلانے لگا تھا حالانکہ اندرونی طور پر اس میں اب بھی دو حصۂ مُلک علیحدہ تھے اور اُن پر مقدونوی بادشاہوں کے طرزِ حکمرانی میں بھی فرق تھا۔ یعنی یونانی مقدونیہ کے ساحلی علاقے پر تو بادشاہ کی براہ راست حکومت تھی اور یہاں کے باشندے اُس کے اپنے آدمی یا "رفیق" کہلاتے تھے اور الّیری نسل کے پہاڑی باشندوں سے اس کا تعلّق شہنشاہانہ تھا یعنی وہ اپنے شیوخِ قبایل کے ماتحت تھے اور یہ سرکش شیوخ شاہ مقدونیہ کے خراج گزار سمجھے جاتے تھے۔ اور سچ یہ ہے کہ جب تک یہی قبایل براہ راست بادشاہ کے زیر حکم نہ آگئے اور جب تک الّیریہ اور پیونیہ کے ہمسایوں کی بھی سخت گوشمالی نہ کردی گئی اُس وقت تک مقدونیہ کو کوئی وقعت اور عظمت حاصل نہ ہو سکی۔

خود شاہانِ مقدونیہ نے اپنی ریاست میں یونانی تمدّن کو رواج دینے کی کوشش ضرور کی تھی اور پایہ تخت پیلّہ میں شاہ آرکلوس کا دربار اہل کمال کا مرجع ہوگیا تھا۔ یوری پڈیز جیسے شعرا اور زیوکسیس جیسے صناع اس کی زینت بڑھاتے تھے۔ بایں ہمہ مقدونیہ نے تمدن انسانی میں کوئی حقیقی ترقی نہ کی تھی اور اُن کا بادشاہ کسی قانون و آئین کا پابند نہ تھا۔ اس کی رعایا صرف ایک حق رکھتی تھی۔ وہ یہ کہ کسی سنگین جرم کی سزا میں بادشاہ کسی مقدونوی باشندے کی جان اس وقت تک نہ لے سکتا تھا جب تک کہ پنچایت اس کی اجازت نہ دے دے؛ ان جفاکش لوگوں کا پیشہ زیادہ تر جنگ وصید افگنی تھا اور جس شخص نے ایک دشمن کو بھی قتل نہ کیا ہو اس کی کمر میں ڈوری بندھی رہتی تھی اور جب تک کوئی شخص ایک جنگلی سوّر کو نہ مار لے اس وقت تک وہ مَردوں کے ساتھ دسترخوان پر بھی نہ بیٹھ سکتا تھا؛

اب ہم اپنی تاریخ کو پھر تولمی کے ذکر سے شروع کرتے ہیں۔ جس نے نیابت کے بہانے سلطنت غصب کرلی تھی مگر زیادہ عرصہ نہ گزرا تھا کہ نوجوان پردِکاسؔ نے جس کا یہ شخص اتالیق تھا اُسے قتل کردیا (۳۶۵ ق م) اور ۶ برس حکومت کرنے کے بعد خود اہل الّیریہ کے ساتھ لڑتا ہوا مارا گیا جنہوں نے مقدونیہ پر یورش کی تھی (۳۵۹ ق م) مقدونیہ کے لئے یہ بڑا نازک موقع تھا کہ ایک طرف تو اہل پیؤنیہ آمادۂ فساد تھے۔ اور دوسری طرف علاقۂ تھریس کی فوج پیش قدمی کررہی تھی کہ مصنوعی دعوے دار کو تخت پر بٹھا دے۔

بادشاہی کا اصلی وارث اور مقتول بادشاہ کا بیٹا امین تاس، بچہ تھا.
اور صرف ایک شخص اس وقت سلطنت کو مصائب وخطرات سے بچانے
کی قابلیت رکھتا تھا۔ یہ آمین تاس کا چچا فیلقوس یا فیلفوس (فیلپ) تھا
جس نے صغیر سن بھتیجے کی طرف سے اب عنانِ حکومت اپنے ہاتھ میں
لی؛ یاد ہوگا کہ وہ بطور یرغمال تھبنز بھیجدیا گیا تھا جہاں چند سال تک
اُس نے اپامنن ڈس اور پلوپی ڈس جیسے نامی سرداروں سے
فن جنگ وسیاسیات کا سبق سیکھا۔ اب اُس کی عمر ۲۴ سال کی
تھی اور عنانِ حکومت ہاتھ میں لیتے ہی اُس نے پہلا کام یہ کیا کہ
اہل پیونیہ کو زرِ خطیر دے کر اپنا دوست بنالیا اور پھر مدعیانِ بادشاہی
کی سرکوبی پر متوجہ ہوا۔ ان میں سے ایک شخص ارگیوس نامی کے
پاس بڑا بیڑا تھا مگر فیلقوس نے اُسے شکست دی اور اسی ضمن میں
ہر ممکن طریقے سے اہل ایتھنز کو اپنا حلیف بنانے کی کوشش کی۔ چنانچہ
جنگ میں جو ایتھنزی باشندے اسیر کئے تھے انہیں بغیر فدیہ لئے چھوڑ دیا
اور شہر امفی پولس پر مقدونیہ کو جو دعویٰ تھا اُس سے بھی دست بردار
ہوگیا۔

لیکن ابھی الیریہ کی فوجوں سے ملک پاک نہ ہوا تھا اور وہ
متعدد مقدونوی شہروں کو گھیرے ہوئے تھیں۔ دوسرے خود اہل پیونیہ
صرف چند روز کے لئے خاموش ہو گئے تھے۔ انہوں نے پھر سر اٹھایا؛
غرض دشمن پر مقدونیہ کی فوجی قوت کا سکہ بٹھانا ضروری تھا اور اسی
غرض سے جاڑے بھر فیلقوس اپنی فوج کی ترتیب و تعلیم میں منہمک رہا
اور جب موسم بہار آیا (۳۵۸ ق م) تو اُس نے پہلے اپنے شمالی

ہمسایوں پر فوج کشی کی اور ایک ہی لڑائی میں اُن کا جوش و خروش فرو کردیا۔ اس کے بعد اہل الیریہ کی طرف مڑا اور ایسی سخت شکست دی کہ ایک ہی معرکے میں ان کے سات ہزار آدمی مارے گئے۔ اپنا علاقہ دشمن سے پاک کرنے اور اس پر پھر تسلط جمانے کے بعد، فیلقوس نے بلا تاخیر مشرق میں تھریس کا رخ کیا۔ اُس کی مشرقی سرحد پر کوہ پان گیوس تھا جس میں سونے کی بیش قیمت کانیں نکلی تھیں اور اسی کے اشارے سے پہاڑ پر جزیرۂ تھاسوس کے بہت سے کان کنوں نے ایک بستی بسالی تھی لیکن کان پر اطمینان سے تصرف اُس صورت میں ہوسکتا تھا جب کہ دریائے سترمُن کا مستحکم قلعہ امفی پولس بھی قبضے میں آجائے۔ اس کار آمد مقام کی ریاست ایتھنز اور فیلقوس دونوں کو تمنا تھی اور یہاں اپنی اپنی غرض کیلئے ان کی باہمی مخالفت یقینی نظر آتی تھی۔ لیکن اس موقع پر فیلقوس کی حکمت عملی کا یہ کمال ظاہر ہوا کہ جس وقت اُس نے ایتھنزی اسیرانِ جنگ کو رہا کیا اُس وقت خفیہ طور پر یہ معاہدہ کرلیا تھا کہ وہ امفی پولس کو فتح کر کے ایتھنز کے حوالے کردے گا اور اس کے صلے میں اہل ایتھنز پیدنہ کے آزاد شہر کو اُس کے سپرد کردیں۔ چنانچہ اسی معاہدے کے دھوکے میں اہل ایتھنز صورت معاملات کو اچھی طرح نہ سمجھ سکے اور جب فیلقوس نے امفی پولس پر حملہ کیا (۳۵۷ ق م) اور شہر والوں نے ایتھنز سے امداد کی التجا کی تو انہوں نے کوئی مدد نہ دی۔ اور شہر پر قبضہ ہونے کے بعد فیلقوس نے اپنا وعدہ ایفا نہ کیا یعنی اہل ایتھنز ہزار شور مچاتے رہے اُس نے امفی پولس کو

اُن کے حوالے نہ کیا؛ مگر سچ یہ ہے کہ خود اہل ایتھنز نے جس طرح اپنے آزاد حلیف پیدنہ کو بے وجہ اس کے حوالے کر دینے کا خفیہ اقرار کرلیا تھا وہ فیلقوس کی وعدہ خلافی سے زیادہ شرمناک اور غدّارانہ فعل تھا؛

امفی پولس کی تسخیر کے بعد فیلقوس نے اس بستی کو جہاں اہل تھاسوس آبسے تھے نہایت مضبوط قلعہ بنادیا اور اُسے اپنے نام پر فلپّی موسوم کیا۔ سونے کی کانوں سے اُسے کم سے کم ایک ہزار تیلنٹ سالانہ کی آمدنی ہونے لگی تھی۔ اور اب اُس کے برابر کوئی یونانی ریاست متموّل نہ تھی؛ اس کے بعد اُس نے ایجی کے پرانے پایہ تخت کو بالکل ترک کردیا اور حکومت کا مستقر پیلّہ بنا لیا گیا؛

کچھ عرصے کے بعد فیلقوس نے پیدنہ بھی لے لیا۔ پھر پٹی دیہ کو فتح کیا گر اسے خود رکھنے کی بجائے اہل اولن تھس کے حوالے کردیا اور شہران تموس بھی انہی کو دے دیا (۳۵۶ ق م) اور اس طرح کمال عیاری سے اولن تھس کو اپنا دوست بنالیا کہ آئندہ اطمینان سے اُس کا لقمہ کرجائے۔ اس وقت صرف ایتھنز کا اثر دفع کرنا منظور تھا اور یہ بات حاصل ہوگئی کیونکہ اب سواحل تھرطا پر سوائے متھونہ کے اور کہیں اہل ایتھنز کا عمل دخل نہ رہا۔

فلپّی کی تعمیر کے بعد فیلقوس بھتیجے کا حق دباکر خود بادشاہ مقدونیہ بن گیا اور اب اپنی سلطنت کے استحکام کی اور ایک قومی فوج بنانے کی تیاریاں کررہا تھا۔ اس کی مصروفیت کے یہی وہ سال ہیں جن میں اس نے مقدونیہ کو مقدونیہ بنایا اور کوہستانی قبایل اور ساحل کے

خاص مقدونوی باشندوں کو ایک قوم کی صورت میں متحد کرنے کا بیڑا اٹھایا اس دشوار مقصد کی تکمیل فوجی تنظیم و ترتیب ہی سے ہوسکتی تھی اور گو سوار و پیادہ دونوں قسم کی فوج کے دستوں میں علٰحدہ علٰحدہ علاقوں کی تخصیص موجود تھی تاہم تمام کوہستانی قبایل اب باقاعدہ سپاہی بن گئے تھے اور اُن کا ایک فوج میں ساتھ رہنا اور مل کر جنگ کرنا، سب اختلافات کو دُور کرتا جاتا تھا چنانچہ فیلقوس کے بیٹے کے زمانے تک ان کا بالکل نام و نشان باقی نہ رہا؛ زرہ پوش سواروں کی فوج رفقائے شاہی کے لقب سے ممتاز تھی اور پیادوں میں "ہی پاس پیتی" یعنی سرہنگانِ شاہی کا ایک خاص دستہ تھا جس کے سپاہیوں کی ڈھالیں چاندی کی ہوتی تھیں ؛

وہ مشہور مقدونوی پرا (فیلانکس) جسے فیلقوس نے بنایا تھا حقیقت میں معمولی یونانی صف کی ترقی یافتہ صورت کا نام ہے۔ مگر اس میں سپاہی دُور دُور کھڑے کئے جاتے تھے کہ آسانی سے حرکت کرسکیں اور ان کے پاس برچھے بھی کسی قدر لمبے ہوتے تھے۔ لہذا جس وقت یہ فوج حملہ کرتی تو نہ صرف اُس کا ریلا سنبھالنا دشوار ہوتا تھا بلکہ سپاہی اسلحہ سے کام لینے میں اپنا پُورا ہنر دکھا سکتے تھے اور انہیں آسانی سے ہر طرف ہٹایا اور بڑھایا جاسکتا تھا؛ لیکن واضح رہے کہ اپامننڈس کی پیوستہ قطاروں کی طرح، مقدونوی پرے کا مقصد یہ نہ تھا کہ وہی لڑائی کا فیصلہ کردے۔ بلکہ اُس کا کام صرف یہ ہوتا تھا کہ سامنے کی قطار کو اس وقت تک اُلجھائے رکھے کہ پہلو سے مقدونوی سواروں کی مثلث نما صفیں نکل کے بازوؤں پر حملہ کریں ؛

مقدونیہ میں جو کچھ ہو رہا تھا اُس پر یونان کی ریاستیں کوئی توجہ نہ کرتی تھیں۔ فیلقوس کی اپیرس کی شہزادی اولم پیاس کے ساتھ شادی ہوئی تو اس واقعے کا وہاں کوئی چرچا نہ ہوا اور ایک سال کے بعد سکندر (الگزنڈر) پیدا ہوا تو یونان میں کسی کا دل نہ دھڑکا (قیاساً اکتوبر ۳۵۶ء ق م) کیونکہ اس مقدونوی مولود کو دیکھکے خواب میں بھی کوئی یہ قیاس نہ کرسکتا تھا کہ یہی بچہ دنیا کا اتنا بڑا فاتح ہوگا کہ اب تک پیدا نہ ہوا تھا؛ دوسرے یونان کے لوگ اگر اُس وقت بیدار بھی ہوجاتے تو اُن کی نظریں پیلّہ کی طرف نہ جاتیں بلکہ ہالی کرناسوس (علاقہ کاریہ) پر ہوتیں ؎

۲ــــ موسولُوس شاہِ کاریہ

اس علاقے میں بھی مقدونیہ کی طرح دو قومیں آباد تھیں یعنی ایک تو کاریہ کے اصلی باشندے اور دوسرے نئے یونانی متوطن جو ساحل پر جا بسے تھے۔ اہل کاریہ، الیریہ کے باشندوں سے بھی زیادہ یونانیوں سے دُور تھے مگر مقدونیہ کے یونانیوں تک کو یونان خاص سے اتنا رابطہ نہ تھا جتنا اہل کاریہ کو رہا۔ چنانچہ یہاں کے دیسی اور خاص یونانی شہروں میں کوئی فرق نہ نظر آتا تھا۔ ان شہروں میں کہنے کے لئے ایسی آزاد مجالس ملکی بھی تھیں جیسی پی سیس تراتوس کے زمانے میں اہل اتھنز کی مجلس تھی۔ لیکن حقیقت میں وہ سب ایک حاکم، "دیناست"، کے تابع ہوتے تھے۔ اور دولتِ ایران بھی اُسے اپنا ست راپ یا والی تسلیم کرلیتی تھی۔

کاریہ کے ان دیسی ست راپوں میں دوسرا حکمران موسولوس ہوا ہے جس نے صوبہ لیسیہ کا الحاق کیا اور بحری قوت بنانے کے لئے اپنا پایہ تخت میلاسا سے ہالی کرناسوس میں منتقل کرلیا کیونکہ پہلا شہر اندرون ملک میں تھا اور ہالی کرناسوس سمندر کے کنارے واقع تھا۔ اس کا خاص مقصد جزایر رودس، کوس اور خیوس کو حاصل کرنا تھا اس لئے کہ یہاں کے لوگ حلیف ہونے کے باوجود اتیھنز سے بہت دل برداشتہ تھے۔ موسولوس کے اغوا سے انہوں نے مل کر علم سرکشی بلند کیا اور ریاست بای زنطہ بھی ان کی شریک ہوگئی۔

اہل اتیھنز نے فوراً کاب ریاس اور کاریس کو بحری سپاہ دے کے خیوس روانہ کیا لیکن بندرگاہ میں داخل ہونے کی کشمکش میں کاب ریاس جو سب سے پیش پیش تھا نرغہ میں آگیا اور لڑتا ہوا مارا گیا۔ (۳۵۷ ق م)۔ اتیھنز کا سب سے دلیر سپاہی یہی تھا اور اس کی موت کے بعد انہوں نے مہم سے ہاتھ اٹھا لیا۔ اہل خیوس اس کامیابی پر پھولے نہ سمائے اور اب انہوں نے سو جہازوں کے بیڑے سے جزیرۂ ساموس کی ناکہ بندی کرلی۔ کاریس کے پاس صرف ساٹھ جہاز تھے لیکن اس کی مدد کے لئے بہت جلد تیموتیوس اور ایفی کراتیس کو اتنے ہی جہاز اور دے کے بھیجا گیا اور انہوں نے ساموس کو محاصرے سے نجات دلانے کے بعد پھر خیوس جا کے حملے کا نقشہ تیار کیا۔ اتفاق سے وہ دن طوفانی تھا اور دونوں آزمودہ کار سردار اس وقت لڑائی کے خلاف تھے۔ لیکن کاریس نے ان کی بات نہ سنی اور حملہ کردیا۔ مگر جب تیموتیوس اور

ایفی کراتیس کی جانب سے کوئی مدد نہ ملی تو اسے بڑے نقصان کے ساتھ پسپا ہونا پڑا۔ اپنے شرکاء کی اس حرکت پر غضب ناک ہو کر کاریس نے باضابطہ اُن پر غدّاری کا الزام لگایا۔ اور گو ایفی کراتیس بری کردیا گیا لیکن تیموتیوس پر جسے نخوت کی بدولت لوگ اول سے بُرا سمجھتے تھے، سَو تیلنت جرمانہ ہُوا۔ وہ دولت مند آدمی تھا مگر اتنی بڑی رقم ادا نہ کرسکا اور وطن کو خیر باد کہہ کے چالکیس چلا آیا اور چند روز کے بعد اسی جگہ وفات پائی؛

ادھر زیادہ مدّت نہ گذری تھی کہ منحرف حلیفوں سے مصالحت کی گفتگو شروع ہوی اور ریاست ایتھنز نے ان چاروں کو خود مختار تسلیم کرلیا۔ (۳۵۴ق م)۔ اسی صلح کے تھوڑے عرصے بعد لس بوس نے ایتھنز سے تعلقات منقطع کرلئے اور اس طرح مشرقی ایجین میں اُس کے جس قدر ممتاز حلیف تھے سب ایک ایک کرکے الگ ہوگئے اور مغرب میں کرکایرا نے بھی قریب قریب اسی زمانے میں ساتھ چھوڑ دیا؛

یہ تمام واقعات موسولوس کے اندازے کے بالکل مطابق پیش آئے تھے اور اب وہ بحیرۂ ایجین کی ریاستوں کے عمایدین کو مدد دے دے کر جمہوری حکومتوں کا قلع قمع کرا رہا تھا اور پھر ہر مقام پر حکومتِ خواص کی حمایت کے لئے اپنی فوج متعین کردیتا تھا۔ لیکن اپنی حکمت عملی کی کامیابی سے وہ زیادہ نفع نہ اٹھانے پایا اور ۳۵۳ق م میں سلطنت اپنی بیوہ ارتمزیہ کے نام چھوڑ کر مرگیا؛ موسولوس کی خوش انتظامی اور تدبّر سے کاریہ کے ایک وسیع سلطنت بن جانے کے

آثار پیدا ہوگئے تھے مگر اس کے مرتے ہی اس قسم کی تمام امیدیں باطل ہوگئیں اور آرٹمیسیا کو کوئی اعلیٰ مرتبہ کبھی نصیب نہ ہوا۔ وہ عالیشان مقبرہ جس کی غالباً موسولوس نے بنا رکھی اور بلا شبہ اس کی بیوہ نے تکمیل کی تھی ہالی کرناسوس کی بندرگاہ کے اوپر بنایا گیا تھا اور اس عہد کے چار سب سے نامی بت تراشوں نے جن میں خود سکوپاس بھی شامل ہے اس کی تزئین میں اپنی صناعی کا کمال دکھایا تھا۔ مقبرے کے اندر ارتمزیہ اور موسولوس کے مجسمے پہلو بہ پہلو نصب کئے گئے تھے اور اسی عمارت سے لفظ "موسولیم" (بمعنی روضہ یا مقبرہ) نکلا ہے۔

۳ــــ فوکیس اور جنگِ مقدس

ادھر شمالی یونان کی ریاستوں میں معلوم ہوتا تھا کہ ایک اور ریاست سیادت و اقتدار حاصل کرلیگی۔ تھبنز و ایتھنز کا دور گزر چکا تھا اب فوکیس کی باری تھی۔ یہاں کے باشندے اگرچہ جنگ لیوک ترا کے بعد جبراً تھبنز کے اتحاد میں شریک کرلئے گئے تھے مگر انہوں نے دل سے کبھی اس کا ساتھ نہ دیا اور اپامننڈس کے مرتے ہی تعلقات قطع کرلئے تھے۔ اہل تھبنز نے اس بے وفائی کا خود بدلہ لینے کی بجائے یہ فیصلہ کیا کہ فوکیس کی، اس قدیم دینی مجلس کی مدد سے سرکوبی کی جائے جس میں اپامننڈس نے تھبنز کا بہت کچھ اثر قایم کردیا تھا۔ چنانچہ اس مجلس کے ایک جلسے میں فوکیس کے بعض ممتاز اور متموّل باشندوں پر کسی مذہبی جرم کی سزا میں بہت بھاری تاوان لگا دیا گیا اور جب

مقررّہ میعاد میں رقم ادا نہ ہوی تو ارکانِ مجلس نے فتویٰ دے دیدیا کہ خاطیوں کی املاک خدائے ڈلفی کے نام پر ضبط کرلی جائیں ؂

مگر ملزمین اس حکم کو بے چون و چرا ماننے والے نہ تھے۔ انہوں نے مخالفت پر کمر باندھی اور اس میں فیلوملوس ان کا سرغنہ تھا جس نے پہلے سے جان لیا تھا کہ بیوشیہ، لوک ریس اور تھسالیہ کے دشمنوں سے فوکیس کو بچانے کی صرف یہی صورت ہے کہ اجیر سپاہی فراہم کئے جائیں؛ اور ان مصارف کی بہم رسانی کے واسطے اُسی نے یہ معقول تجویز پیش کرنے کی جسارت کی کہ سب سے پہلے دلفی اور اُس کے خزاین پر قبضہ کرلیا جائے؛ فیلوملوس کی تجویز منظور ہوی اور اُسی کو پورے اختیارات دے کر فوکیس کی فوجوں کا سپہ سالار منتخب کرلیا گیا ؂

اب اُس نے کچھ اجیر سپاہی بھرتی کرکے دلفی پر یورش کی اور اُس پر قابض ہوگیا (۳۵۶ ق م)۔ اہل دلفی نے دستگیری کے لئے اپنے ہمسائے امفی سا کے باشندوں کو بلایا تھا مگر وہ بعد از وقت پہنچے اور پسپا کردئے گئے ؂

فیلوملوس کو سب سے پہلے یونانیوں کو اپنا ہم آہنگ کرنا منظور تھا اور اسی غرض سے اُس نے اسپارٹہ اتھنز بلکہ خود تھبنز میں سفیر بھیجے کہ وہاں کے لوگوں کو سمجھادیں کہ اہل فوکیس نے صرف اپنا قدیم حق لینے کی خاطر دلفی پر قبضہ کیا ہے اور وہ اس بات پر آمادہ ہیں کہ یہاں جس قدر تبرکات اور خزاین موجود ہیں اُن کی فرد تیار کرلی جائے اور ان کی حفاظت کا فوکیس کو ضامن

اور ذمہ دار قرار دیا جائے۔ ان سفارتوں کا نتیجہ یہ ہوا کہ اسپارٹہ نے فوکیس کے ساتھ اتحاد کرلیا۔ ایتھنز اور بعض اور چھوٹی ریاستوں نے بھی اعانت کا وعدہ کیا۔ مگر تھیبز اور اُس کے دوست آمادۂ جنگ ہوگئے۔

اس اثنا میں فیلوملوس نے ڈلفی کے مندر کے گرد ایک حصار تیار کرا دیا اور پانچ ہزار سپاہیوں کی فوج جمع کرلی اور جب اہل لوکریس نے حملہ کیا تو اسی فوج سے اُس نے انہیں بہ آسانی پسپا کردیا اہل تھیبز کو اُس کی فتح کا حال معلوم ہوا تو چار و ناچار انہیں بھی سرگرمی کے ساتھ جنگ کی تیاریاں کرنی پڑیں۔ تھرموپلی پر دینی مجلس کا انعقاد ہوا اور اس میں طے پایا کہ مقدس ڈلفی کی رستگاری کے لئے متحدہ فوج روانہ کیجائے۔ اس وقت جب اسپارٹہ یا ایتھنز کوئی بھی مدد پر آمادہ نہ ہوا تو اہل فوکیس کو سوائے اس کے کوئی چارہ نہ رہا کہ کرایہ کے سپاہیوں سے اپنی مدافعت کریں اور ان کی تنخواہ مندر کے متبرک خزاین سے ادا کریں۔ اول اول اس معاملے میں فیلوملوس نے بہت احتیاط برتی اور جو کچھ لیا دیوتا سے "قرض،، کے طور پر لیا لیکن رفتہ رفتہ یہ جوش احتیاط کم ہوگیا۔ اور مساوات ہوتے ہوتے اہل فوکیس وہاں کے متبرک ظروف اور بیش قیمت نذرانوں کو اس طرح بے دریغ کام میں لانے لگے کہ گویا وہ خاص اُن کا مال ہیں۔ پھر انہوں نے بڑی بڑی تنخواہیں دے کر دس ہزار سپاہی فراہم کرلئے جنھیں اس سے کچھ مطلب نہ تھا کہ وہ روپیہ کہاں سے آتا ہے۔ اسی فوج سے کچھ عرصے تک فیلوملوس تھبز اور لوکریس کا مقابلہ کرتا رہا لیکن آخر میں کوہ پرناسوس کے شمالی پہلو پر سخت شکست کھائی۔ وہ خود اس جنگ میں مایوسانہ جانبازی کے ساتھ لڑتا رہا۔ اور اس حالت میں کہ زخموں سے

تمام جسم فگار تھا ہٹتے ہٹتے ایک گہرے کھڈ کے کنارے تک آگیا تھا جہاں دو ہی صورتیں تھیں کہ یا تو موت کے منہ میں گرے اور یا اسیر ہو جائے۔ اس نے پہلی صورت کو ترجیح دی اور غار میں کود کے ہلاک ہو گیا (۳۵۴ ق م)

لیکن فیلوملوس کا جانشین انومرکوس قابلیت میں اُس سے کم نہ تھا۔ وہ الاتیہ کا باشندہ اور فیلوملوس کا شریک منصب تھا اور دشمن کی فوجوں کے واپس ہوتے ہی اُس نے ازسرِ نو اپنی فوجی ترتیب درست کی اور تازہ سپاہ فراہم کر لی۔ اُس نے مندر کے نقرئی اور طلائی ظروف کو گلوا کر مسکوک کرانے پر اکتفا نہ کی بلکہ پیتل اور لوہے کے چڑھاوے بھی اسلحہ بنوانے کے کام میں لایا اور پھر غنیم پر پیہم فتوحات حاصل کیں۔ یعنی امفی سا کو اطاعت پر مجبور کیا۔ ڈوریس کی تسخیر کی اور تھرموپلی پر اپنا پرچم نصب کیا

انومرکوس نے خدائے دلفی کے سونے سے ایک بڑا کام یہ لیا کہ فرایہ کے جابر بادشاہوں کو روپیہ دے کر توڑ لیا اور اس طرح اہل تھسالیہ میں باہم مخالفت پیدا کر دی؛ وہاں کی ریاستوں کو اس باہمی نزاع میں اپنے شمالی ہمسایے، فیلقوس شاہ مقدونیہ سے مدد کی التجا کرنی پڑی۔ کوہستانِ اولمپس کے جنوب میں یونان خاص کے اندر مقدونیہ کی مداخلت کا یہ پہلا موقع تھا اور اسی سے "جنگ مقدس" میں ایک نیا باب شروع ہوتا ہے۔

اپنے سابق حلیف، ایتھنز کو فیلقوس نے حال میں متھونہ چھین کر خلیج تھرما سے بالکل بے دخل کر دیا تھا، یونان کے معاملات میں

دخل کا یہ موقع ملتے ہی وہ فوراً آمادہ ہو گیا کہ اور جنوب میں بڑھ کے سیادتِ مقدونیہ کی بنیاد رکھ دے؛ لیکن انومرکوس نے دو لڑائیوں میں اُسے پے در پے شکست دی اور اُسے سخت نقصان اٹھا کے مقدونیہ میں پسپا ہونا پڑا۔ (۳۵۳ ق م)

یہ زمانہ گویا اہل فوکیس کی معراج ہے کہ خلیج کورنتھ سے کوہ اولمپس کے دامنوں تک سارا علاقہ زیر نگیں تھا۔ ایک طرف تھرمولپلی کا درہ اُن کے قبضے میں تھا اور دوسری طرف بیوشیہ میں شہر ارکومنوس اُن کا کلمہ پڑھتا تھا۔ اس علاقے کے ایک اور باموقع جنگی مقام، کرونیہ نے بھی مہم تھسالیہ کے بعد حال میں اُن کی اطاعت قبول کر لی تھی؛ لیکن فیلقوس نے اُس ذلت کا جو فوکیس کے ہاتھوں نصیب ہوئی تھی بہت جلد عوض لے لیا۔ اور سال آئندہ پھر تھسالیہ میں بڑھ کر خلیج پگاسوس کے قریب ایک فیصلہ کن فتح پائی جس میں فوکیس کے ایک ثلث سے زیادہ سپاہی کام آئے یا گرفتار ہو گئے۔ اور سپہ سالار انومرکوس مارا گیا؛ فرایہ پر فیلقوس کا قبضہ ہو گیا اور اس طرح تمام تھسالیہ پر مسلط ہونے کے بعد اُس نے جنوب میں پیش قدمی کی تیاری کی کہ اپالو کی مقدس درگاہ کو اہلِ فوکیس کے پنجے سے آزادی دلائے جنھیں وہ دشمنانِ مذہب کے نام سے یاد کرتا تھا؛

فوکیس کو اس وقت مدد کی سخت ضرورت تھی اور اُس کے اتحادیوں نے، یعنی اسپارٹہ، ایتھنز اور اکائیہ کی ریاستوں نے بالآخر مدد دینے کا تہیّہ کر لیا کہ جس طرح ممکن ہو اہل مقدونیہ کو تھرمولپلی سے نہ گزرنے دیا جائے؛ ایتھنز میں اُن دنوں یوبلوس سب سے باثر مدبر تھا۔ اور اس موقع پر اُس نے نہایت مستعدی سے کام لیا

اور درے کی حفاظت کے لئے بہت بڑی جمعیت روانہ کی۔ فیلقوس سمجھ گیا کہ اس وقت درے پر حملہ کرنا نہایت مخدوش ہوگا۔ لہذا واپس چلا آیا اور وقت کے وقت فوکیس کی جان بچ گئی۔ (۳۵۲ ق م)

انومرکوس کی موت کے بعد عنانِ ریاست اس کے بھائی فاے لوس کے سپرد ہوئی اور وہ دو سال تک اپنے وطن کی قوت کو سنبھالے رہا۔ پھر جب وہ بیمار ہو کے فوت ہوگیا تو انومرکوس کا بیٹا فالی کوس اپنے چچا کا جانشین ہوا اور اُس کے زمانے میں اور چند سال تک تھم تھم کے جنگ ہوتی رہی۔

۴۔ مقدونیہ کا اقدام شمال میں

تھسالیہ سے واپس ہوتے ہی فیلقوس نے تھریس کی طرف حرکت کی اور وہاں کے بادشاہ کرسوبلیپ تیس کو قبولِ اطاعت پر مجبور کیا۔ وہ اتنی تیزی سے بڑھا تھا کہ ایتھنز کو مدد کے لئے پہنچنے کی مہلت نہ مل سکی اور جب وہاں فیلقوس کے تھریس تک بڑھ آنے کی خبر ہوئی تو شہر میں خوف و اضطراب طاری ہوگیا۔ خرسونیس کو بچانے کے لئے فوراً بیڑا بھیجنے کی منظوری دی گئی۔ لیکن اسی وقت دوسری اطلاع ملی کہ فیلقوس بیمار ہے پھر سُنا کہ وہ فوت ہوگیا۔ لہذا بیڑے کی روانگی ملتوی کردی گئی۔ فیلقوس کی بیماری کی خبر صحیح تھی۔ اسی علالت نے اُسے آگے بڑھنے سے روک دیا۔ اور خرسونیس پر سے بلا ٹل گئی۔

ابھی فیلقوس کو تخت نشین ہوے پورے آٹھ سال نہیں گزرے مگر اس قلیل مدت میں اُس نے دنیاے یونان کا رنگ بدل دیا۔ ریاست

مقدونیہ میں اب ایک قواعد داں فوج بن گئی تھی۔ مصارف ریاست کیلئے آمدنی کے کافی و وافی وسایل مہیا تھے۔ اور صرف ریاست ہا ئے کالسی ڈلیس اور سرے پر خرسونیس کا علاقہ اُس کے حلقۂ اثر سے بیچارہ گیا ورنہ تھرموپلی کے درے سے بحیرۂ مرمورہ تک شمالی ایجین کا تمام ساحل فیلقوس کے زیر اقتدار تھا۔ یونان خاص میں اس کا دخل بڑھتا جاتا تھا۔ اور وہ یہ ہوس کرنے لگا تھا کہ وہاں کی ریاستوں کو کچھ اُسی طرح اپنا محکوم حلیف بنالے جس طرح اتحاد دلوس کے قدیم شرکا اتھینز کے حلقہ بگوش تھے۔ سب سے بڑھکر یہ کہ اُس کے متعلق ابھی سے چرچے ہونے لگے تھے کہ فیلقوس کا مطمحِ نظر تمام یونانیوں کی طرف سے ایران پر چڑھائی کرنا ہے؛ فراموش نہ ہو کہ گو اہل یونان فیلقوس کو ایک حد تک اجنبی اور باہر کا آدمی سمجھتے تھے تاہم ابتدا سے اس کی خواہش یہ رہی تھی کہ مقدونیہ کو یونان خاص کا جُز بنادے اور یہاں کی آبادی کو اُن یونانیوں کے ہم سطح کردے جو اگرچہ تہذیب و تمدن میں بہت آگے بڑھ گئے تھے لیکن نسلاً غیر نہ تھے؛ اتھینز کا وہ خاص طور پر ہمیشہ لحاظ کرتا رہا اور اوس کو دوست بنانے کے لئے اپنا نقصان بھی ہو تو گوارا کرلیتا تھا؛ ذاتی طور پر وہ یونانی آداب و تہذیب کا گرویدہ تھا اور اگر جوانانِ مقدونیہ اُس کی صحبتِ بے تکلف کا لطف اوٹھاتے تھے جس میں وہ اپنے ہم وطن یاران جلسہ کے ساتھ جام پہ جام لنڈھاتا تھا، تو دوسری طرف ایٹی کا کے ادیب اور علما سے بھی اُسے ہم کلامی کا سلیقہ تھا؛ اور اُس کے قدر شناس علم ہونے کی ایک عمدہ مثال یہ ہے کہ اپنے بیٹے سکندر کی تعلیم کے واسطے اُس نے

حکیم ارسطو (باشندۂ استاجرہ) کو منتخب کیا جس نے ایتھنز میں علم و حکمت کی تحصیل کی تھی ؛

ان دنوں ریاست ایتھنز کی باگ ایک محتاط مدبر یوبُلوس کے ہاتھ میں تھی ۔ وہ امن و صلح کا حامی تھا ۔ پھر بھی فیلقوس نے جب درہ تھرموپلی سے گزرنا چاہا تو یوبلوس نے فوج بھیج کر اس کا منصوبہ خاک میں ملا دیا اور اسی موقع پر ایتھنز سے فیلقوس کو بڑی زک پہنچی۔ لیکن جس وقت تھریس میں فیلقوس کے بڑھنے کی خبریں پہنچیں تو کچھ عرصے کے واسطے یوبلوس کا اثر کم ہو گیا اور حریفوں کو اُس کے پھونک پھونک کے قدم رکھنے پر سخت اعتراض کا موقع ملا ۔ ان مخالفین میں ڈموس تھینز سب سے پیش پیش تھا۔ وہ ایتھنز کے ایک کار خانہ دار کا بیٹا اور بچپن میں باپ کے سایہ عاطفت سے محروم ہوگیا تھا ۔ اُس کے باپ نے معقول ترکہ چھوڑا تھا مگر اس میں سرپرستوں نے غبن کیا اور جب ڈموس تھینز جوان ہوا تو اس نے عدالت کے ذریعے اپنا حق واپس لینا چاہا ۔ اس مقصد کے لئے اُس نے بہت دن ایسائیوُس نامی خطیب کے سامنے زانوے ادب تہ کیا اور قانون اور فن تقریر کی تعلیم حاصل کی ۔ اُسے اپنے قدرتی عیوب کو رفع کرنے میں بہت کچھ زحمت اٹھانی پڑی اور بعد میں وہ خود بیان کیا کرتا تھا کہ کس کس طرح کبھی آئینے کے سامنے کھڑے ہو کے اپنی اضطراری حرکات و سکنات کو ترک کیا اور کبھی منہ میں سنگریزے بھر بھر کے بہ آواز شعر خوانی کی مشق کی ؛ جس وقت فیلقوس نے تھریس میں پیش قدمی کی تو ڈموس تھینز کو اپنی جادو بیانی دکھانے کا

موقع ملا اور اُس نے وہ پر تاثیر اور معرکہ آرا تقریر کی جو پہلی "فلپک"، (یعنی فیلقوسی تقریر) کے نام سے مشہور ہے (۳۵۱ ق م) اور جس میں ہم وطنوں کو جوش دلایا تھا کہ اس "قومی دشمن"، کے ساتھ جنگ پر مستعد ہو جائیں "۔ اسی تقریر میں ڈموس تھینز نے اپنے ہم وطنوں کی غفلت اور اُن کے مقابلے میں فیلقوس کی سرگرمی کی تصویر دکھائی ہے کہ "وہ ایسا شخص نہیں ہے کہ جو کچھ لے چکا ہے اسی پر قناعت کرلے؛ وہ برابر اپنی فتوحات اور مقبوضات بڑھانے کی دُھن میں ہے ہم اپنے گھر میں بیٹھے لیت و لعل کر رہے ہیں، وہ ہمارے گرد جال لگاتا چلا آتا ہے"،

ڈموس تھینز کی تجویز یہ تھی کہ ریاست کی فوج میں اضافہ کیا جائے اور اسی ضمن میں وہ سب سے زیادہ اس بات پر زور دیتا تھا کہ تھریس جو فوج روانہ کی جائے اس میں کم سے کم ایک چوتھائی شہر کے باشندے ہوں اور فوج کے تمام سردار بھی ایتھنز کے رہنے والے ہوں تاکہ اپنے وطنی مفاد کی خاطر پوری جانبازی کے ساتھ مقابلہ کر سکیں۔ اس تجویز پر بہت کچھ احسنت و مرحبا ہوی، لیکن عمل کچھ نہ ہوا۔ اصل یہ ہے کہ مقرر کے تصور میں عہد پری کلیس (فارقلیس) کا ایتھنز سمایا ہوا تھا حالانکہ اب اسے عہد یوبلوس کے ایتھنز سے سابقہ تھا۔ اور گو اس عہد کے ایتھنزی اپنے پُرانے معاملہ داروں کے ساتھ بھگتنے کی قوّت رکھتے تھے یعنی اسپارٹہ، تھبنر اور جزایرِ ایجین کے مقابلے میں اُن کے سپہ سالار اور اجیر سپاہی ایتھنز کو اوّل درجے کی طاقت بنائے ہوے تھے جس کا سمندر میں کوئی مدمقابل نہ تھا بایں ہمہ ایک

طاقتور بڑی سلطنت کے جرّار لشکر کے سامنے اس کی کوئی حقیقت نہ تھی۔ کیونکہ جس وقت سے اُس کی سلطنت کا شیرازہ بکھرا اور بیرونی مقبوضات ہاتھ سے نکلے، ایتھنز کے باشندوں کا تمام تر رُجحان امن کی طرف ہو گیا تھا۔ اور وہ جنگ و جدال سے احتراز کرنے لگے تھے؀

ریاست مقدونیہ کے فروغ کی دوسری منزل جزیرہ نمائے کالسی ڈلیس کا الحاق ہے اور اس کا قریبی سبب یہ ہوا کہ فیلقوس کے سوتیلے بھائی کو جو تخت کا مدعی تھا ریاست اولن تھس نے پناہ دی اور جب فیلقوس نے پیام بھیجا کہ اُسے حوالے کر دیا جائے تو انہوں نے انکار کر دیا۔ فیلقوس نے کالسی ڈلیس پر فوج کشی کی۔ اولن تھس کے حلیف شہروں نے یکے بعد دیگرے اپنے دروازے کھول دئے اور اگر کسی نے خود اطاعت قبول نہ کی تو اُسے فیلقوس نے حملہ کر کے چھین لیا؀

اس نازک وقت میں اولن تھس نے ایتھنز کے ساتھ اتحاد کرنا چاہا اور اسی مسئلہ پر وہاں جو مباحثے ہوے ان میں ڈموس تھینز نے "اولن تھسی" تقریریں کیں جو در اصل فیلقوس ہی کے متعلق ہیں، (۳۴۹ ق م) اس موقع پر معلوم ہوتا ہے اہل ایتھنز کی آنکھیں کھل گئی تھیں اور ان میں اتنا احساس پیدا ہو گیا تھا کہ ڈموس تھینز کو یہ جرأت ہوی کہ اس روپے کو جو عوام الناس کی تفریح و نمائش کی غرض سے جمع ہوتا تھا، اس نے فوجی اغراض کے لئے خرچ کرنے کی تحریک پیش کی نیز شہری سپاہیوں کی فوج آراستہ کرنے پر بھی زور دیا؛ بہر حال ایتھنز نے اولن تھس کے ساتھ معاہدۂ اتحاد منظور کیا اور کرائے کے سپاہی

مدد کے لئے روانہ کردئے۔ چونکہ انہیں ایام میں کرسوبلپ تیس شاہ تھریس نے بھی علم سرکشی بلند کیا تھا، لہذا ممکن تھا کہ فیلقوس پریشان ہو جائے۔ لیکن اُس نے اوّل ایتھنز کے لئے خود وطن کے قریب سامانِ تردد پیدا کردیا۔ یعنی ایک عرصے کی ریشہ دوانی سے آخر یوبیہ کو اتنا برگشتہ کیا کہ اُس نے ایتھنز سے علانیہ بغاوت کی۔ اور فوج کا دو دو جگہ منقسم ہونا اہل ایتھنز کے حق میں نہایت مضر ہوا کیونکہ گو سپہ سالار فوکیون نے اہل یوبیہ کو جنگ میں شکست دی لیکن اس کے بعد کچھ نہ کرسکا اور خود ایتھنزی سپاہیوں کی معقول تعداد کو دشمن کے ہاتھ میں اسیر چھوڑ کر واپس چلا آیا۔ انہی قیدیوں کا ایتھنز کو پچاس تیلنٹ فدیہ ادا کرنا پڑا اور یوبیہ کی خود مختاری بھی اس نے تسلیم کرلی؛

ادھر فیلقوس اولن تھس کو برابر دبا رہا تھا اور فوری مدد کے پیام پر پیام ایتھنز بھیجے جا رہے تھے۔ اس مرتبہ ڈموس تھنز کے حسب مراد ۲ ہزار شہری سپاہیوں کی فوج بھی یہاں سے بھیجی گئی لیکن اتنے یہ فوج پہنچے، اولن تھس مسخر ہو چکا تھا؛ قبضہ کرنے کے بعد فیلقوس نے شہر کو مسمار کرا دیا اور اس کے باشندے مقدونیہ کے مختلف اضلاع میں منتشر کر دئے؛ اُس کے اتحاد میں اور جو ریاستیں شریک تھیں وہ محکوم بلکہ قریب قریب مقدونیہ کا جزو بن گئیں (۳۴۸ ق م)؛

۵ — عہد نامۂ فیلوکراتیس

جنگی مصارف نے ایتھنز کا خزانہ خالی کر دیا تھا۔ ریاست

اراکینِ عدالت کا یومیہ معاوضہ بھی ادا نہ کرسکتی تھی۔ اور صلح کرنی ضروری نظر آتی تھی۔ مگر اولن تھس کی تسخیر نے، جہاں بہت سے ایتھنزی باشندے بھی اسیر ہوے تھے، لوگوں کو نہایت صدمہ پہنچایا۔ اسی طیش میں انہوں نے پلوپنی سس کی ریاستوں میں اس غرض سے سفارت بھیجی کہ اولن تھس کے برباد کرنے والے کا مِل کر مقابلہ کیا جائے۔ اس کائی نیس نامی خطیب جو ڈموس تھینز کا مشہور حریف ہے سفیر منتخب ہوا تھا۔ یہ شخص پہلے اپنے باپ کے مکتب میں نائب مدرس رہا تھا پھر تھیٹر میں نوکر ہوا۔ اور آخر میں کسی سرکاری دفتر کا منشی مقرر ہوگیا تھا*

اُدھر فیلقوس کا اس وقت منشا یہ تھا کہ ایک تو ایتھنز کے ساتھ صلح کرلے اور دوسرے ڈلفی کی دینی مجلس کا رکن بن جائے، اس موقع پر تھیبز نے اہل فوکیس کے خلاف اس سے مدد چاہی اور اور فوکیس میں یہ اطلاع ہوی تو وہاں سے ایتھنز اور اسپارٹہ کو ایلچی روانہ ہوے کہ فیلقوس کو یونان کے باہر روکنے میں مدد دیں یہ درخواست منظور ہوی لیکن خود اہل فوکیس میں باہم نفاق ہوگیا اور فالے کوس کو انہوں نے سپہ سالاری سے معزول کردیا جس کے جواب میں فالے کوس اور اُس کے رفیقوں نے تھرموپلی پر قبضہ کرلیا اور ایتھنز اور اسپارٹہ کی فوج کو درے میں آنے سے روک دیا۔ اندیشہ یہ تھا کہ جب فیلقوس آئیگا تو فالے کوس درے کو اُس کے حوالہ کردے گا پس اب مصلحت یہی نظر آتی تھی کہ فیلقوس کے ساتھ صلح کرلی جائے۔ چنانچہ پایہ تخت پیکلہ کو ایتھنز کے

دس اور اتحادیوں کا ایک، کل گیارہ سفیر اس غرض سے بھیجے گئے کہ شاہ مقدونیہ سے شرائط صلح طے کریں۔ اور ان میں اسکائی نیس اور ڈموس تھینز بھی شامل تھے۔

فیلقوس جن شرائط پر صلح کے لئے آمادہ ہوا وہ یہ تھیں کہ ایتھنز اور مقدونیہ کے پاس عہد نامے کی تکمیل کے وقت جو علاقے موجود ہوں اُن پر انہی کا قبضہ رہے اور عہد نامے کی تکمیل اُس وقت سمجھی جائے گی جب کہ فریقین اس کی پابندی کا حلف اٹھالیں اور اس عہد میں فوکیس کے سوائے ایتھنز اور مقدونیہ دونوں کو بھی شریک کیا جائے۔ ان شرائط کے صاف معنی یہ تھے کہ ایتھنز امفی پولس کے دعوے سے دست بردار ہوجائے اور اُدھر فیلقوس خرسونیس پر اس کا قبضہ تسلیم کرلے۔ دوسرے یہ کہ فوکیس کا آئندہ کوئی ساتھ نہ دے کیونکہ اس ریاست کی بیخکنی مقدونیہ کا خاص مدعا تھا اور شرائط معاہدہ میں فیلقوس کسی طرح اس مقصد کو نظر انداز نہ کرسکتا تھا۔

فیلقوس کو بڑی فکر اس بات کی تھی کہ صلح کی تکمیل ہونے سے پہلے وہ تھریس کے چند قلعوں پر اور قبضہ کرلے جو شاہ کرسوبلپٹیس کی ملکیت تھے۔ چنانچہ ادھر سفارت پیلّہ سے رخصت ہوئی اور ادھر اس نے فوج لے کے تھریس کی طرف کوچ کیا۔ مگر سفیروں کو اس بات کا اطمینان دلا دیا کہ خرسونیس کے ایتھنزی علاقے پر کوئی آنچ نہ آئے گی۔ سفیروں کے جانے کے چند روز بعد مقدونیہ کے تین وکیل ایتھنز پہنچے کہ اہل ایتھنز اور اُن کے حلیفوں سے

حسب دستور اپنے سامنے حلف لیں۔ فیلوکراتیس کی تحریک پر مجلسِ ایتھنز نے فیلقوس کی پیش کردہ شرائط پر صلح کرلی (مارچ ۳۴۶ ق م) اور اب ایک طرف سے تو صلح کی تکمیل ہو گئی لیکن ایتھنزی وکلا کا دوبارہ مقدونیہ آکر فیلقوس اور اُس کے حلیفوں سے حلف لینا باقی تھا۔ بالفاظ دیگر، اس فریق نے ابھی تک صلح نہ کی تھی اور حلف لینے کے وقت تک فیلقوس اس بات کا مجاز تھا کہ مزید علاقہ فتح کرلے۔ پس اہل ایتھنز کے واسطے ضروری تھا کہ وہ جلد سے جلد صلح کی تکمیل کرالیں۔ چنانچہ وہی سفیر جو پہلے شرائط طے کرنے آئے تھے پھر مقدونیہ روانہ ہوئے؛

اس اثنا میں فیلقوس تھریس کے قلعوں پر قابض ہو چکا تھا اور کرسوبلپ تیس کی حیثیت اب محض خراج گزار کی رہ گئی تھی؛ پیلہ واپس آنے کے بعد شرائط صلح کی رسمی تکمیل میں کوئی دشواری باقی نہ تھی۔ بلکہ فیلقوس صلح سے بڑھکر اس قسم کا اتحاد کرنے پر آمادہ تھا کہ جس سے ایتھنز اور مقدونیہ میں مستقل دوستی ہو جائے اور وہ شمالی یونان کی ریاستوں کے متعلق مل کر فیصلہ کریں؛ یہ اتحاد اس بنیاد پر ہو سکتا تھا کہ فوکیس کے ساتھ نرمی کا برتاؤ کیا جائے۔ اور تھبز کی قوت توڑی جائے کہ وہ بیوشیہ کے دوسرے شہروں کی خودمختاری تسلیم کرنے پر مجبور ہو۔ اپنے واسطے فیلقوس صرف اتنا چاہتا تھا کہ ڈلفی کی دینی مجلس میں اُسے شریک کئے جانے کی ایتھنز تائید کرے اور اس کے عوض میں وہ ایتھنز کو جزیرۂ یوبیہ اور قلعۂ اُرُوپوس واپس دلانے کا وعدہ کرتا تھا؛ واضح ہو کہ ایتھنز کے

جو سفیر دوبارہ صلح کا حلف لینے آئے تھے انہیں مذکورۂ بالا معاملات کے متعلق مزید گفت و شنید کا بھی اختیار تھا اور فیلقوس کی یہ نئی شرطیں سُن کر اس کائی نیس اتحاد کا سرگرم حامی ہوگیا تھا۔ نیز یوبلوس کا بھی میلان خاطر تھا۔ لیکن ڈموس تھینز کی رائے یہ تھی کہ فوکیس سے کوئی سروکار نہ رکھا جائے اور تھبز کو جہاں تک ہو سکے اپنا دوست بنایا جائے تاکہ جس وقت ایتھنز کی مالی حالت درست ہو جائے تو وہ اور تھبز مل کر فیلقوس کی غاصبانہ دست درازی کا تدارک کر سکیں؛ اس عظیم اختلاف رائے کی وجہ سے ایتھنز کے سفیروں میں باہم نہایت نازیبا مناقشے ہونے لگے اور نتیجہ یہ ہوا کہ صلح کی پہلی شرائط پر حلف لینے کے سوا فیلقوس کے ساتھ اور کوئی قرار داد نہ ہو سکی؛

حقیقت میں یہ ایتھنز کی بڑی بدنصیبی تھی کہ اس نازک وقت میں کوئی مستقل مزاج شخص ریاست کا رہنما نہ تھا۔ ڈموس تھینز اور یوبلوس کے متضاد مشوروں کے طفیل مجلس کی کبھی کچھ رائے ہو جاتی تھی کبھی کچھ۔ چنانچہ سفارت کے واپس آنے پر جب ڈموس تھینز نے آتے ہی اپنے ساتھی سفیروں کی مذمت شروع کی تو اوّل اوّل لوگ اُن سے ناراض ہو گئے۔ مجلس کی طرف سے سفیروں کے شکریہ ادا کئے جانے کا دستور تھا وہ بھی ملتوی کر دیا گیا۔ لیکن جب اس کائی نیس اور اس کے رفیقوں نے اپنے طریق عمل کی حمایت میں تقریریں کیں تو پھر اہل مجلس ان کے ہم خیال ہو گئے۔ اور انہوں نے فیلقوس اور اس کے جانشینوں کے ساتھ صلح و اتحاد کا معاہدہ کرنے کی منظوری دے دی۔ بلکہ یہ حکم نافذ کیا کہ حکومت ایتھنز اہل فوکیس سے

باضابطہ دلفی کو چھوڑ دینے کا مطالبہ کرے؛

ادھر فیلقوس فوج لئے جنوب میں بڑھ رہا تھا۔ اور فالے کوس نے درۂ تھرموپلی کو اُس کے حوالے کر دیا تھا۔ (جولائی ۳۴۶ ق م) اس موقع پر پہنچنے سے پہلے فیلقوس نے حکومت ایتھنز کو بھی دو مراسلے بھیجے تھے اور حلیفانہ طریق پر لکھا تھا کہ فوکیس اور بیوشیہ کے معاملات کا تصفیہ کرنے کی غرض سے اہل ایتھنز بھی اپنی کچھ فوج روانہ کریں؛ مگر ڈموس تھنیز نے کہنا شروع کیا کہ یہ اُس کا فریب ہے اور وہ دھوکے سے ایتھنزی سپاہ کو حراست میں لے لینا چاہتا تھا؛ لوگوں پر اس تقریر کا اثر ہوا اور انہوں نے کوئی فوج نہ روانہ کی بلکہ چند سفیر بھیجنے پر اکتفا کی اور فوکیس کے متعلق جو کچھ فیصلہ اُن کی مجلس نے کیا تھا صرف اُس سے فیلقوس کو اطلاع دے دی۔ جس کے معنی یہ ہیں کہ ایک طرف تو انہوں نے فوکیس کا ساتھ چھوڑا اور دوسری طرف شمالی یونان کے معاملات میں حَکَم بننے کا جو موقع ملتا تھا اوسے کھو دیا اور یہ سب اِس تلون کا نتیجہ تھا کہ کبھی تو وہ ڈموس تھنیز کے ساتھ ہو جاتے اور کبھی یوبلوس کی سی کہنے لگتے تھے؛

اُدھر ڈموس تھنیز کی یہ مخالفت دیکھی تو فیلقوس کو ایتھنز پر کوئی بھروسہ نہ رہا اور اُس نے مجبور ہوکر ایتھنز کے حریف تھبز سے رشتۂ اتحاد قایم کرلیا اور اسی ریاست کے ساتھ مل کر فوکیس کا قصہ پاک کیا؛ یعنی مغربی بیوشیہ کے جن شہروں پر فوکیس قابض تھا وہ پھر تھبز کے حلقہ اتحاد میں داخل کر دئے گئے اور اس کے بعد دینی مجلس منعقد ہوئی اور اُس نے فوکیس کے متعلق یہ فیصلہ کیا کہ

(بہ استثنائے شہر ایبی) علاقہ فوکیس کے تمام شہروں کو توڑ دیا جائے۔ اور ان کی آبادی چھوٹے چھوٹے گانوں میں منتشر کردی جائے کہ آئندہ کبھی مقدس ڈلفی کو ان سے خطرہ نہ پیدا ہو۔ مندر کا جو کچھ سازو سامان یا روپیہ وہ اپنے تصرف میں لے آئے تھے اس کے لئے ساٹھ تیلنٹ سالانہ کی قسط مقرر کردی گئی اور دینی مجلس کی رکنیت سے فوکیس کو خارج کرکے اس کی جگہ مقدونیہ کو شامل کرلیا گیا۔ جو گویا فیلقوس کی دینی خدمات کا صلہ اور ایک لحاظ سے اس کی سرداری کو قبول کرنا تھا۔

اس واقعے کو کچھ مدت نہ گزرنے پائی تھی کہ فیلقوس کی اس وقعت و امتیاز کے اظہار کا موقع بھی آگیا جو اس نے دنیائے یونان میں حاصل کرلی تھی یعنی اتفاق سے جس سال مذکورۂ بالا معاہدہ تکمیل کو پہنچا ہے وہی ڈلفی کے چہار سالہ تہوار کا زمانہ تھا اور اس میں وہاں کی دینی مجلس نے شاہ مقدونیہ ہی کو تہوار کا صدر نشین منتخب کیا، ایتھنز نے کشیدگی اختیار کی اور نہ اس مجلس میں شرکت کی نہ تہوار میں کوئی حصہ لیا وہاں اس وقت فیلقوس کی مخالفت پیدا ہوگئی تھی اور اس نئے ڈموس تھینز کا دور دورہ تھا لیکن ڈموس تھینز ہو یا اس کا حریف یوبلوس، حق یہ ہے کہ ان دونوں میں سے کوئی بھی ایتھنز یا یونان کی ضروریات کو نہ سمجھتا تھا اور ان کے معاصرین میں اگر کوئی شخص زمانے کا رنگ سمجھا تو وہ نوے سال کا بوڑھا، ایسوکراتیس جس نے علانیہ فیلقوس کو ایک تحریر بھیجی کہ چھوٹی چھوٹی ریاستوں کو اس طرح علیحدہ اور خود مختار رہنے دینا بالکل فضول ہے، وقت آگیا ہے کہ تمام یونان کو متحد کیا جائے اور وہ لوگ جنہیں اپنے شہروں میں روزگار نہیں ملتا اور جہاں تہاں

فوجوں میں نوکری کرتے پھرتے ہیں کسی نئے علاقے میں لے جا کے آباد کر دئیے جائیں؛ آخر میں الیسوکراتیس نے فیلقوس کو جوش دلایا کہ وہ یونان کے متحد لشکر کو لے کر نکلے اور غیر یونانی ملیچھوں کو نکال کر ایک نئی دنیا آباد کرے؛

۶۔ صلح کی مہلت اور جنگ کی تیاریاں (۳۴۶ تا ۳۴۱ ق م)

یونان کی مذہبی انجمن میں وہ مرتبہ حاصل کرنے کے بعد جس کی مدت سے آرزو تھی، فیلقوس دوسرے کاموں کی طرف متوجہ ہوا اور آئندہ دو سال تک اپنی حقیر بحری قوت کی ترقی، تھسالیہ کے نظم و نسق کی درستی اور ایپی رس میں اپنا نفوذ بڑھانے میں مصروف رہا؛ تھسالیہ کی شہری ریاستوں نے اُسے اپنا آرکن منتخب کیا اور اس کے چار بڑے بڑے حصوں میں اُس نے چار صوبہ دار مامور کر دئیے؛ خاکنائے کورنتھ کے جنوب میں باہمی عہد و پیمان سے میسینیہ، مگالوپولس، آرگوس اور الیس کی ریاستیں اُس کے حلقہ اتحاد میں آگئیں؛ اور گو ایتھنز جیسے حلیف بنانا فیلقوس کا خاص مقصود تھا، ابھی تک کشیدہ رہا؛ تاہم وہ اُسے راہ پر لے آنے سے نا امید نہ ہوا تھا؛ وہاں کا جہاں دیدہ مدبر یوبلوس مقدونیہ کے ساتھ دوستانہ تعلقات کو پسند کرتا تھا۔ اس کائی نیس اور فیلوکراتیس کی بھی یہی رائے تھی اور فوکیون جیسا بے غرض فوجی بھی اس طرف مائل تھا۔ اور یہ وہ ممتاز شخص ہے جو اپنے معاصرین میں سب سے زیادہ بے لاگ مانا جاتا تھا اور ہر قسم کی ناجائز طمع سے پاک اور مبرا تھا۔ اس فوق العادت

دیانت داری کی ایتھنز میں بڑی قدر تھی اگرچہ اُس پر عمل کرنے کی وہاں بہت کم لوگ کوشش کرتے تھے۔ یہی سبب ہے کہ گو **فوکیون** زیادہ سے زیادہ ایک باوضع حولدار کی قابلیت رکھتا تھا لیکن اُس کا ۴۵ مرتبہ سپہ سالاری کے عہدے پر انتخاب ہوا۔ بہرحال اس میں شک نہیں کہ وہ سلیم الطبع شخص تھا اور محض پُرجوش تقریریں سن کر اُس کی رائے نہ بدلتی تھی۔ اور ان سب باتوں نے مل کر اُسے اپنے سیاسی گروہ کا بہت کارآمد رکن بنا دیا تھا؛

مگر ایتھنز میں ایک شخص ایسا تھا جس نے ٹھان لی تھی کہ یہ صلح کا وقفہ محض آئندہ جنگ کی تیاریوں میں صرف کیا جائے۔ یہ ڈموس تھینز تھا، جو ہر وقت اہلِ وطن کو فیلقوس کے خلاف اشتعال دلاتا رہتا اور اپنے سیاسی دشمنوں کی بیخ کنی کے درپے ہوگیا تھا۔ وہ ایک سفارت لے کے **پلوپنی سس** گیا اور وہاں بھی وہ آتش زبانی دکھائی کہ ریاست مقدونیہ کو ایلچی بھیج کر شکایت کرنی پڑی۔ اسی شکایت کے جواب میں ڈموس تھینز نے وہ پرجوش تقریر کی جو دوسری "فلپک" کے نام سے مشہور ہے (۳۴۴ ق م) اس میں مقرر نے فیلقوس پر یہ اتہام لگایا ہے کہ اس کی خواہش اور کوشش ہی ایتھنز کو تباہ کردینا ہے؛ چندہی روز میں ڈموس تھینز کے شاگرد رشید **ہائی پریڈیز** نے فیلو کراتیس پر مقدمہ دایر کیا کیونکہ مقدونیہ کے ساتھ جو معاہدۂ صلح ہوا تھا اُس میں یہی شخص پیش پیش تھا۔ فیلو کراتیس نے بھاگ کر جان بچائی اور اُس کی عدم موجودگی میں اُسے عدالت نے سزاء موت کا مستوجب قرار دیا؛ اس کے بعد خود ڈموس تھینز

نے اس کائی نیس پر الزام قایم کیا اور اُس معرکہ آرا مقدمے کا آغاز ہوا جس کی قدیم تاریخ میں نظیر ملنی دشوار ہے۔ دونوں طرف سے دسفیروں کی بد دیانتی،، پر تقریریں شایع ہوئیں۔ کذب و بہتان کے یہ دفتر اب تک موجود ہیں اور اسی کوڑے میں سے عہدنامۂ فیلوکراتیس کے واقعات کو چُن کر نکالنا، مورخ کا کام ہے کو ڈموس تھینیز کے اس قول کی کوئی شہادت نہیں ملتی کہ اس کائی نیس نے رشوت لے کر عمداً اپنے ضمیر کے خلاف راے دی۔کیونکہ گو غالباً اُس نے کچھ نہ کچھ روپیہ ضرور لیا تھا لیکن جس طریق عمل کا وہ مؤید تھا اُس کے سب سے بڑے حامی یوبلوس اور فوکیون تھے جن کی شرافت اور دیانت مسلّم ہے؛ بہرحال اس کائی نیس سزا پانے سے بال بال بچ گیا؛

اِدھر مُلک اپیرس میں ایسے واقعات پیش آئے کہ ڈموس تھینیز کو مقدونیہ کے خلاف یونانیوں کو متحد کرنے کا جو ارمان تھا وہ ایک حد تک پورا ہوگیا۔ شرح اس اجمال کی یہ ہے کہ فیلقوس نے اپیرس کی شہزادی سے شادی کی تھی اور جب اُس کے خُسر (شاہ اپیرس) نے وفات پائی اور وہاں وراثت کے متعلق جھگڑے پیدا ہوئے تو خواہ مخواہ فیلقوس کو مداخلت کرنی پڑی۔ وہ اپنے برادر نسبتی الکزنڈر کا پشت پناہ بن کر چلا اور اُس کے چچا کے مقابلے میں اسی کو تخت پر متمکّن کردیا؛ اس طرح جب اپیرس مقدونیہ کا دست نگر ہوگیا تو فیلقوس کو اس راستے مغربی یونان اور خلیج کورنتھ تک بڑھنے کا موقع ملا۔ اور اُس کی نیت دیکھکر ادھر کی تمام ریاستیں ایسی خوف زدہ ہوئیں کہ نہ صرف امبراکیہ، اکرنانیہ اور اکائیہ نے بلکہ جزیرہ کرکایرا تک نے

اتیھنز کی حمایت چاہی اور اُس کے ساتھ متحد ہو گئے۔

لیکن فیلقوس نے خود ہی فیصلہ کیا کہ ابھی اس طرف زیادہ پاؤں پھیلانے کا موقع نہیں ہے اور دوسرے کرسوبلیپتیس کے تیور بگڑے دیکھکر یہ مقدونوی کشور کشا تھریس کی کامل تسخیر پر کمربستہ ہوگیا جو حقیقت میں اس کی زندگی کا نہایت اہم کارنامہ ہے۔ یہ مہم دس مہینے میں سرانجام ہوی (۳۴۲ و ۳۴۱ ق م)۔ اور فیلقوس نے اس برفانی علاقے میں تمام سردی کا زمانہ میدان جنگ میں گزارا۔ اور علالت و برودت دونوں کی تکلیف برداشت کی کیونکہ لڑائی میں وہ نہ کسی خطرے کو گرداننا تھا نہ تکلیف کو؛ تھریس کے بادشاہ کو تخت سے اُتار دیا گیا اور اس کی مملکت مقدونیہ کا ایک خراج گزار صوبہ بن گئی۔

اس فتح نے اتیھنز کے لئے خاص بحیرۂ اسود کے دروازوں پر نہایت تشویش کا سامان پیدا کردیا کیونکہ اب اُس کے علاقے فیلقوس کی حدود سے بالکل متصل تھے؛ ڈموس تھنیز نے ہم وطنوں کو آمادہ کیا کہ اپنے علاقوں کی حفاظت کے لئے ڈایوپی تیس کو چند جہاز اور فوج دے کر خرسونیس روانہ کیا جائے۔ ڈایوپی تیس نہایت شیخی خورہ سردار تھا اور اُس نے جاتے ہی کارڈیا پر حملہ کیا جس سے پہلے اتیھنز کا کچھ جھگڑا ہو چکا تھا۔ مگر معاہدۂ صلح کے وقت اس ریاست کو صراحت کے ساتھ فیلقوس کا حلیف تسلیم کیا گیا تھا اور اس لئے ڈایوپی تیس کا حملہ معاہدے کی صریح خلاف ورزی تھی فیلقوس نے اعتراض کیا اور اُن کے امیرالجبر کی یہ ایسی کھلی ہوی زیادتی تھی کہ اہل اتیھنز اس فعل پر اپنی بیزاری اور بے تعلقی ظاہر کرنے پر تیار تھے

لیکن ڈموس تھینز نے اپنے آدر وہ کو بھی بچا لیا اور اُس کی تائید بھی کرا دی۔ اسی مسئلہ پر زبان کے زور سے کامیابی حاصل کرنے کے بعد اُس نے وہ پرجوش تقریر کی جو گویا طبلِ جنگ کی آواز تھی اور "تیسری فلپیک" کے نام سے مشہور ہے۔ (۳۴۱ ق م)

فوراً جا بہ جا ایلچی روانہ ہوئے اور خود ڈموس تھینز بحیرۂ مرمورہ کی طرف چلا کہ پرین تھس اور بای زنطہ کو مقدونیہ سے منحرف کر دے۔ اُدھر اتیھنز کی فوجیں جزیرہ یوبیہ میں اُتار دی گئیں اور انہوں نے اوریموس اور ارتریا کے حکام کو جو فیلقوس کے اثر میں تھے، نکال دیا اور ان شہروں کو یوبیہ کی ایک آزاد انجمن اتحاد میں شریک کرا دیا؛ انہوں نے یہ تمام مخالفانہ کارروائیاں ایسی حالت میں کیں کہ معاہدۂ صلح میں علانیہ کوئی فرق نہ آیا تھا مگر ان سب میں پرین تھس اور بای زنطہ کی سرکشی ایسی بات تھی جسے فیلقوس کسی طرح خاموشی کے ساتھ گوارا نہ کر سکتا۔ چنانچہ تھریس کے نظم و نسق سے فارغ ہوتے ہی اُس نے پرین تھس کا بری اور بحری محاصرہ شروع کیا۔ اتیھنز نے اس پر کوئی کارروائی نہ کی۔ لیکن یک بہ یک فیلقوس نے اس شہر کا محاصرہ چھوڑ کر بای زنطہ پر یلغار کی اور اُسے توقع تھی کہ وہ شہر اس اچانک حملے کا تدارک نہ کر سکے گا اور مسخر ہو جائے گا۔ بای زنطہ آبنائے باسفورس کی کنجی تھا اور اُسے خطرے میں دیکھ کر اتیھنز کا الگ رہنا ممکن نہ تھا۔ چنانچہ وہاں سے کاریس کو جہازوں کا دستہ دے کے روانہ کیا گیا اور پھر فوکیون دوسرا بیڑا لے کے چلا کہ اس شہر کی

اعانت کی جائے۔ رودس اور خیوس سے بھی کمک آگئی تھی اور اس جتھے کے مقابلے میں فیلقوس کو مجبوراً تھریس میں واپس ہونا پڑا۔ ڈموس تھینز کا ان مساعی کی وجہ سے بہت نام ہوا اور سرکاری طور پر مجلسِ ایتھنز میں شکریہ ادا کیا گیا۔ (۳۴۰ ق م)

ریاست مقدونیہ کی بحری قوت بہت کم زور تھی اور ایتھنز کو اپنی بحری فوقیت سے فایدہ اٹھانے کا زیادہ موقع حاصل تھا۔ لیکن وہاں جس طریق پر جہاز فراہم کئے جاتے تھے وہ اچھی طرح کام نہ دیتا تھا، اور ڈموس تھینز عرصے سے اس کی اصلاح کا خواہاں تھا؛ اُن کے ہاں یہ طریقہ سترہ سال سے رائج ہوا تھا کہ ریاست کے سوا سو متموّل باشندوں پر "جہاز داری" کا بار ڈال دیا جاتا۔ اور اگر زیادہ جہازوں کی ضرورت ہوتی تو پانچ پانچ اشخاص کے بہت سے گروہ کردئے جاتے تھے۔ کم جہازوں کی ضرورت ہوتی تو ایک گروہ میں پندرہ پندرہ کو شریک کرلیتے اور ہر گروہ ریاست کے واسطے ایک سہ طبقہ جہاز فراہم کرتا تھا؛ مگر اس طریقے میں بڑا عیب یہ تھا کہ ہر گروہ کے تمام شرکاء کو مساوی رقم ادا کرنی پڑتی تھی۔ اور ان میں جو لوگ نسبتاً کم استطاعت ہوتے انہیں بھی اپنے گروہ کے دوسرے دولت مند افراد کے برابر روپیہ بھرنا ہوتا تھا۔ اور وہ اس بار کو اٹھا نہ سکتے تھے پس یا تو اُن کی مالی حالت بگڑ جاتی اور یا اُس سے بھی بڑھکر ایک خرابی یہ پیدا ہوتی تھی کہ جہازونکی تکمیل اور فراہمی میں بہت تاخیر ہوجاتی۔ ڈموس تھینز کو اب

ایتھنز میں اتنی قوت حاصل ہوگئی تھی کہ دولت مندوں کی شدید
مخالفت کے باوجود اس نے مذکورہ بالا طریقے میں ترمیم کرادی
اور یہ نیا ضابطہ جاری ہوا کہ آئندہ ہر شہری اپنی املاک اور
آمدنی کے تناسب سے جہازی مصارف برداشت کرے۔ اور
اس کی رو سے وہ لوگ جن کی جائداد ۱۰ تیلنت سے زیادہ
مالیت کی مشخص ہوی، مصارف جہاز کا پانچواں یا شاید پندرہواں
حصہ دینے کی بجائے اب مجبور تھے کہ تنہا تین سہ طبقہ جہاز
اور ایک کشتی فراہم کریں" اور ڈموس تھنیز نے اسی پر بس نہ کیا
بلکہ مصارفِ تفریح پر بھی ہاتھ ڈالا اور پہلے جس تجویز کا ضمناً
ذکر کیا تھا اب وہ حقیقت عمل میں آگئی یعنی لوگ رضامند
ہوگئے کہ یہ سرمایہ فوجی کاموں میں لگا دیا جائے۔

۷۔ جنگ شیرونیہ

جنگ کرنے کے سوا فیلقوس کے لئے اب کوئی چارۂ کار
نہ تھا۔ ڈموس تھنیز جو بای زنطہ کے محاصرے سے قبل محض
ایک سرپھرا مقرر سمجھا جاتا تھا اب ایتھنز کے نظم و نسق پر
حاوی ہوگیا تھا۔ اور حیرت انگیز مستعدی سے معاملات ریاست کو
انجام دے رہا تھا۔ اس کے ساتھ مصالحت کا کوئی امکان
نہ تھا اور جنگ لابد نظر آنے لگی تھی؛ خود ڈموس تھنیز کی تمام
امیدوں کا انحصار تھبنز پر تھا کہ اگر اس ریاست سے اتحاد ہوجائے تو
ایتھنز اور تھبنز کی متحدہ سپاہ کا مقدونیہ کی یورش کو روک لینا غالباً

کچھ بڑی بات نہیں ۔

یورش کا وقت بھی کچھ دُور نہ تھا۔ اور اس کا سبب کچھ عجب پیدا ہو گیا؛ یعنی گزشتہ جنگ مقدس کے دوران میں اہل اتھنز نے اپنے وہ چڑھاوے دوسری مرتبہ چڑھائے جنہیں جنگ پلاٹیہ کے بعد انہوں نے دیوتا کے مندر پر چڑھایا تھا اور جن پر یہ کتبہ کندہ تھا۔ "اہالیٔ ایران و تھبز کے مال غنیمت سے جو مل کر یونانیوں سے لڑے تھے"، اہل تھبز کو موقع ملا کہ وہ اس قدیم و دائم اہانت کا بدلہ لیں اور انہوں نے اہل اتھنز کو یہ الزام دینا شروع کیا کہ ایسی حالت میں جب کہ ڈلفی کا مندر ناپاک اہل فوکیس کے قبضے میں ہے کسی چڑھاوے کا دوبارہ چڑھانا گویا دیوتا کی توہین کرنا ہے؛ شہر امفی سا (لوکریس) کے نائبین نے اس الزام کو باقاعدہ مجلس دینی کے جلسے میں پیش کیا۔ (۳۴۰ ق م) اور اتھنز کی طرف سے اس کا ئی نیس نے اُس کا یہ الزامی جواب دیا کہ شہر کریسیا کی قدیم زمینیں دیوتا کے نام پر وقف کر دی گئی تھیں اور اُن پر تصرف کرنا سخت ممنوع اور موجب عذاب قرار دیا گیا تھا (ملاحظہ ہو باب سوم فصل ۷) لیکن خود لوکریس کے لوگ اُن کے بعض حصوں میں زراعت کرنے لگے ہیں؛ پھر اسی کی تحریک پر اہل مجلس اور ڈلفی کے لوگ روانہ ہوے کہ اُن کے کھیتوں کو پامال کر دیں۔ لیکن اُن پر لوکریس والوں نے حملہ کیا جو کہ مذہب کی دوسری توہین تھی؛ ان علاقوں میں پھر ایک مذہبی جنگ برپا ہو گئی مگر ڈیموس تھینز کو اس کا ئی نیس کی کامیابی کا حسد ہوا۔ اور اس نے اہل اتھنز کو لڑائی میں حصہ لینے سے روک دیا۔ اسی طرح تھبز بھی

الگ رہا کیونکہ درحقیقت امفی سا پر تھبنز کی حمایت اور طرفداری کے طفیل ہی یہ تمام مصیبت پڑی تھی؛ ان دونوں ریاستوں کے علیحدہ ہو جانے سے مجلس دینی کی قوت کمزور ہوگئی اور آخر انہوں نے فیلقوس کو بلایا کہ اس مذہبی تنازع میں وہی ان کا سردار ہوا۔

صدائے استعانت سُن کر فیلقوس نے ایک ساعت بھی تاخیر نہ کی اور فوج لے کر تھرموپلی سے گزرتا ہوا شمالی فوکیس میں آ پہنچا اور یہاں شہر الاٹیہ پر قابض ہو کر اس کے مسمار کردہ قلعے کو دوبارہ تعمیر و مستحکم کرلیا مقصد یہ تھا کہ امفی سا پر بڑھنے کی صورت میں اہل بیوشیہ اُس پر عقب سے حملہ نہ کرسکیں اور درۂ تھرموپلی کا راستہ کھلا رہے۔ لیکن الاٹیہ کے زمانۂ قیام میں اُس نے اوّل تھبنز کا منشا دریافت کرنے کی غرض سے ایلچی بھیجے اور اعلان کیا کہ مقدونوی فوج ایٹی کا پر حملہ کریگی۔ پس یا تو اہل تھبنز حملے میں اُس کے شریک ہو جائیں اور یا کم از کم اُس کی فوجوں کے بیوشیہ سے گزرنے میں مزاحم نہ ہوں۔

ایتھنز میں جس وقت مقدونوی فوج کے الاٹیہ پہنچنے کی اطلاع ہوئی تو اہل شہر ایک رات اور ایک دن تک سخت دہشت و سراسیمگی میں مبتلا رہے۔ اس برے وقت کا چند سال کے بعد ڈموس تھینز نے اپنی ایک تقریر میں نقشہ کھینچا ہے اور لوگوں کو اُن کے جذباتِ خوف و ہراس یاد دلائے ہیں۔ اور ذہین مقرر کی اسی تقریر کی بدولت، جسکے زور بیان کے مقابل کوئی خطیب دعوئے برتری نہیں کرسکتا۔ وہ واقعات تاریخ میں یادگار ہیں؛ یہ بھی ڈموس تھینز ہی کی صلاح تھی کہ اہل ایتھنز نے دس ایلچی تھبنز روانہ کئے۔ اُن کی ساری امید کا

دار و مدار اسی پر تھا کہ تھبز کو مقدونیہ سے توڑ لیا جائے۔ ایلچیوں کو ہر قسم کی رعایتیں دینے کا مجاز کر دیا گیا تھا اور ہدایت تھی کہ خود کوئی مطالبہ نہ کریں *۔ اہل ایتھنز علاقہ بیوشیہ پر تھبز کی سیادت تسلیم کرنے اور قلعہ اُروپوس کے دعوے سے دست بردار ہونیکے لئے تیار تھے اور مصارف جنگ میں سے دو تہائی خود برداشت کرنیکا اقرار کرتے تھے۔ غرض اس قسم کی رعایتیں دے دے کر ایتھنز کے ایلچیوں نے جن میں ڈموس تھینز بھی شامل تھا تھبز کو اپنا رفیق و حلیف بنا لیا۔ بہ الفاظ دیگر، وہ مقصود جس کے لئے ڈموس تھینز سال ہا سال سے کوشاں تھا بالآخر حاصل ہو گیا *

ادھر فیلقوس نے بڑھ کر امفی سا اور نوپاک توس کو فتح کر لیا اور اب داپس ہوا کہ بیوشیہ کے علاقے میں جنگ کرے۔ جس وقت وہ مقام شیبرونیہ کے قریب مغربی دروں سے اس ملک کے اندر داخل ہوا تو اُس نے اتحادیوں کی فوج کو جنگ پر تیار پایا جو تھبز کا راستہ روکے ہوئے پڑی تھی۔ فیلقوس کے پاس ۳۰ ہزار پیادہ اور دو ہزار سوار فوج تھی اور غالباً یہ تعداد فریقِ مقابل کی جمعیت سے کسی قدر زیادہ تھی *

اتحادیوں کی صفیں $2\frac{1}{2}$ میل کے قریب تک پھیلی ہوئی تھیں۔ میسرہ قصبۂ شیرونیہ پر تھا اور میمنہ رود سفی سوس کے کنارے کا سہارا لئے ہوئے تھا۔ تھبز کے ہپ لیت اسی بازو پر تھے کیونکہ دستِ راست عزت کی جگہ سمجھی جاتی تھی اور اُن میں سب سے آگے "دستۂ مبارک" کی قطاریں تھیں *۔ قلب میں اتحاد کے کمتر درجے کے شرکا کی فوجیں تھیں جیسے اکائیہ، کورنتھ، فوکیس وغیرہ۔ اور میسرے پر

اتیھنزی جوان تین سپہ سالاروں کے زیر علم صف آرا تھے۔ ان سپہ سالاروں میں سب سے ممتاز اور آزمودہ کار سپاہی کاریس تھا، لیکن اُس میں کوئی خاص ذہانت نہ تھی باقی دو، لیسی کلیس اور ستراتاکلیس، بالکل نالائق سردار تھے۔ خود ڈموس تھینز معمولی پیادے کی حیثیت سے صف میں کھڑا تھا۔

فیلقوس نے جس طریقے سے فوج کو لڑایا اس کا کچھ نہ کچھ اندازہ کرنا ممکن ہے؛ غنیم کی فوج میں سب سے سخت مقابلہ تھیبز کے پیادوں سے درپیش تھا اس لئے اُس نے اُن کے سامنے یعنی میسرے پر مقدونوی "پرا" جمایا جس میں سپاہی لمبی برچھیاں لئے ہوئے کسی قدر دُور دُور کھڑے ہوتے ہیں؛ اسی فوج کے بازو پر زرہ پوش سواروں کی فوج تھی کہ جب تھیبز کی فوجیں تھک جائیں تو وہ اُن کو پامال کردے۔ اس سوار فوج کا سردار نوجوان سکندر کو بنایا تھا جس کی عمر اٹھارہ برس کی تھی؛ اپنا میمنہ فیلقوس نے عمداً کمزور رکھا تھا کہ وہ رفتہ رفتہ پیچھے ہٹے اور اپنے مد مقابل اتیھنزی سپاہیوں کو اتنی دور تک لگا لائے کہ وہ اپنے حلیفوں سے الگ ہو جائیں۔ اس کی یہ حکمت ہیں اپامنن ڈس کی جنگی چالیں یاد دلاتی ہے۔ لیکن رسالے کو اس کام کے لئے محفوظ کر دینا کہ وہ کچھ دیر کے بعد فیصلہ کن حملہ کرے، خاص فیلقوس کی جنگی تدبیر ہے۔

یہی ہوا کہ سامنے کی فوج کو ہٹتے دیکھ کر اہل اتیھنز بڑے جوش و خروش کے ساتھ دباتے چلے آئے اور ستراتاکلیس کو تو اپنے اس غلبے پر یہ زعم ہوا کہ چلا کے کہنے لگا "چلے چلو مقدنیہ تک!" لیکن اس

عرصے میں سکندر کے سوار اہل تھبز کی صفیں درہم برہم کر چکے تھے اور صرف دستۂ مبارک کے بہادر رفیقوں کی مایوسانہ اور آخری جدوجہد جاری تھی۔ اب فیلقوس اپنے کچھ پیادہ دستے آسانی سے دوسری طرف بھیج سکتا تھا۔ چنانچہ اُس نے انہیں اس طرح گھمایا کہ وہ اہل ایتھنز کے پہلو اور عقب پر آنکلے اور ان قواعد داں سپاہیوں کے متواتر حملوں نے اہل ایتھنز کو بے دست و پا کردیا۔ ان کے ایک ہزار آدمی مارے گئے۔ دو ہزار اسیر ہوئے اور باقی فرار ہوگئے اور بھاگنے والوں میں ڈموس تھینز سب سے آگے آگے تھا۔ لیکن دستۂ مبارک نے پیٹھ نہ دکھائی۔ اُس کے سرفروش سپاہی برابر لڑتے گئے یہاں تک کہ سب کام آئے اور یہ انہی کی جانبازی تھی جس کی بدولت شیرونیہ کی لڑائی کو یہ مرتبہ حاصل ہوا کہ "آزادی کی راہ میں جہاد" کہلانے لگی۔

اس قول سے کہ یونان کی آزادی کا شیرونیہ کے میدان میں خاتمہ ہوگیا مغالطہ پیدا ہوتا ہے۔ کیونکہ سچ پوچھئے تو جب کبھی کسی یونانی ریاست نے غلبہ و اقتدار حاصل کیا، لازمی طور پر بعض دوسری ریاستیں نظروں سے گر گئیں، بعض دوسروں کی محتاج ہوگئیں اور بعض محکوم۔ لیکن اصل بات یہ ہے کہ شیرونیہ کے میدان میں اقبال نے مقدونیہ کا ساتھ دیا تھا اور یہ ریاست غیر یونانی سمجھی جاتی تھی۔ جنوبی یونان کے باشندے تھسالیہ کو بھی غیر سمجھتے تھے اور ظاہر ہے کہ مقدونیہ تو سیاسی، تاریخی، جغرافی غرض ہر اعتبار سے اور بھی بعید علاقہ تھا۔ دوسرے یہ کہ مقدونیہ کا غلبہ حقیقت میں آزاد قومی حکومتوں پر مطلق العنان بادشاہی کی فتح تھی اور اس لئے یونانی ریاستوں کی

اطاعت کو اگر شاعرانہ پیرائے میں ایک جابر کی شرمناک غلامی سے تعبیر کیا جائے تو یہ بیجا استعارہ نہ تھا؛ یہی وجوہ تھیں کہ جنگ شیرونیہ کی خبر نے یونان میں ایک سرے سے دوسرے سرے تک سناٹا سا ڈال دیا۔

۸۔ یونانیوں کی شیرازہ بندی؛ فیلقوس کی موت

تھیبز کے ساتھ فیلقوس نے سخت سلوک کیا۔ اپنے تمام سربرآوردہ مخالفین کو اُس نے چُن چُن کے مارا یا ان کا مال متاع ضبط کر لیا قلعے میں اُس نے مقدونوی سپاہ متعین کر دی اور بیوشیہ کی انجمن اتحاد توڑ کر تمام شہروں کو تھیبز کی ماتحتی سے آزاد و خود مختار کر دیا۔ اُرکومنوس اور پلاٹیہ کے قصبے جن کی فصیلیں منہدم کر دی گئی تھیں، از سرِ نو تعمیر کرلیے، یہ سب کچھ تو ہوا لیکن فیلقوس ایتھنز کے ساتھ حسبِ معمول نرمی اور ملاطفت سے پیش آیا۔ حقیقت یہ ہے کہ شکست کے بعد بھی ایتھنز بے دست و پا نہ ہو گیا تھا۔ اُس کی بحری قوت موجود تھی جس نے اُسے ذلت سے بچا لیا اور اس کی ایک وجہ شاید یہ بھی ہو کہ فیلقوس ایتھنز کے علم و فضل کا ہمیشہ ادب ملحوظ رکھتا تھا۔ دوسرے ایتھنز کی جس عملی اور دلی تائید کا وہ ابتدا سے جویا تھا، آخر کار اُس کے حصول کی ایک یہ شکل نکل آئی تھی کہ اس موقع پہ اپنے شکست خوردہ دشمن کے ساتھ غیر متوقع نرمی سے کام لیا جائے۔ کیونکہ ایتھنز میں ڈموس تھینز کی حکمت عملی ناکام رہی اور اب وہاں ہر شخص اپنے

دو ہزار قیدیوں کی مخلصی اور اپنے علاقے سے حملے کی بلا ٹالنے کا
خواہشمند تھا - ان دونوں باتوں کے لئے فیلقوس نے آمادگی ظاہر
کی کہ اگر اہل ایتھنز اپنے باقیماندہ حلیفوں سے آئندہ کوئی سروکار
نہ رکھیں اور فیلقوس کے مجوزہ جدید اتحاد میں شریک ہو جائیں
تو وہ ایتھنز کی قیدیوں کو بلا فدیہ چھوڑ دیگا اور اٹیکا پر پیش قدمی
نہ کریگا - بیرونی علاقوں کے بارے میں اُس کی شرط یہ تھی کہ اہل
ایتھنز خرسونیس پر مقدونیہ کا قبضہ تسلیم کر لینگے تو قلعۂ اروپوس
اُن کے حوالے کر دیا جائیگا؛ چنانچہ فریقین میں انہی شرایط پر
صلح ہو گئی؛

اب مقدونیہ کو پلوپونی سس کی ریاستوں سے اپنی سیادت تسلیم
کرانی ضروری تھی۔ اس غرض سے فیلقوس اس جزیرہ نما میں داخل ہوا
اور کسی نے اس کی مزاحمت نہ کی - صرف اسپارٹا ایسی ریاست تھی
جس نے سر تسلیم خم کرنے سے انکار کیا اور جس طرح اپامنن ڈس کے
ہاتھوں زخم کھایا تھا اسی طرح فیلقوس کے ہاتھوں لقونیہ کی تاراجی
اور کچھ علاقے کے چھن جانیکا نقصان اٹھایا؛ اسی طرح جنوب میں اپنی
سطوت اور زور شمشیر دکھانیکے بعد شاہ مقدونیہ نے تھرموپلی کے
جنوب کی تمام ریاستوں کو دعوت دی کہ کورنتھ کی مجلسِ یونانی میں اپنے
اپنے وکلا روانہ کریں - اور ایک اسپارٹا کے سوا تمام ریاستوں نے اس کی
تعمیل کی؛

ریاستہائے یونان کی یہ پہلی مرکزی مجلس اتحاد کا انعقاد تھا جس کا
مقام کورنتھ اور میر مجلس شاہ مقدونیہ بنا - اتحاد کا مقصود ابتدا سے لوگوں کی

نظر میں تھا لیکن معلوم ہوتا ہے کہ اس کا اعلان ایک سال بعد دوسرے جلسے میں ہوا (۳۳۷ ق م) اور فیلقوس نے تمام یونان اور یونانی دیوتاؤں کی طرف سے دولتِ ایران پر فوج کشی کرنیکا مصمم ارادہ ظاہر کیا کہ ایشیا کے یونانی شہروں کو آزادی دلائی جائے اور ملیچھوں کو اُن نجس افعال کی سزا دی جائے جو اُن کے اجداد سے زرکسیز کے عہد میں سرزد ہوئے تھے۔ یہ گویا باضابطہ اعلان تھا کہ یورپ و ایشیا کی دائمی کشمکش کی تاریخ میں ایک نئے باب کا آغاز ہونیوالا ہے۔ مجلس نے اتفاق رائے سے جنگ کی منظوری دی اور فیلقوس کو اختیارات کامل دیکر سپہ سالار منتخب کیا۔ عالم یونانی کی متحدہ افواج میں سب ریاستوں کا حصہ مقرر کر دیا گیا کہ ہر ایک کو کس قدر جنگی جہاز یا امدادی فوج دینی چاہیئے۔ اس میں جنگی جہازوں کی معقول تعداد کی فراہمی اہل ایتھنز نے اپنے ذمے لی تھی۔

مگر واضح رہے کہ ایسوکراتیس کو جس قسم کے اتحاد کی آرزو تھی اُس طرح یہ نئی مجلس تمام یونانیوں کو شیر و شکر نہ کرسکی۔ کیونکہ اہل یونان کو مقدونیہ کے اغراض و مقاصد میں ساتھ دینے کا نہ جوش تھا نہ انکی سیادت و رہنمائی پر ان کا دل مطمئن ہوتا تھا۔ دوسرے اندرونی طور پر یونانی ریاستیں اسی طرح الگ الگ اور ایک دوسرے سے مستغنی تھیں۔ اُن کی باہمی اغراض میں کوئی یک جہتی نہ پیدا ہوئی تھی اور مجلس اتحاد نے جس قسم کی صُلح کا عہد و پیمان لیا تھا اُسکا قیام بھی فوجی چھاونیوں کے بغیر ممکن نہ تھا۔ چنانچہ فیلقوس نے ملک میں تین باموقع مستقر بنائے تھے اور ان میں مقدونوی فوج متعین کر دی تھی۔ ان میں ایک مغربی علاقوں کی نگرانی کے لئے امبراکیہ میں تھا۔ دوسرا چالکیس میں کہ شمال مشرقی یونان کو

قابو میں رکھے اور تیسرا کورنتھ میں کہ پلوپنی سس کو سر اٹھانے نہ دے ؛

اگلے موسم بہار میں (۳۳۶ ق م) جنگ کے لئے اس کی تیاریاں قریب قریب مکمل ہوگئیں اور اس نے پارمینو اور بعض سپہ سالاروں کو کچھ فوج دے کے بطور ہراول آگے روانہ کر دیا کہ دردانیال کی بحری گزرگاہ پر قابض ہو جائے اور ساحل کے دوسری جانب علاقہ ترود اور بتھی نیہ پر بھی کسی جگہ قدم جمائے ۔ باقی لشکر کو وہ خود لے کر چلنے والا تھا ۔ لیکن کورنتھ کے کسی باشندے نے ایک موقع پر برملا فیلقوس سے کہا تھا کہ خود اپنے گھر کو تم نے بغض و فساد سے بھر دیا ہے ۔ وہ بالکل صحیح بات تھی ۔ کیونکہ ہرچند شاہ مقدونیہ سے یہ توقع رکھنی فضول تھی کہ وہ صرف اپنی بیوی کا ہو رہیگا لیکن فیلقوس کو جو مغرور و تندخو بیوی ملی تھی وہ اُس کی علانیہ بیوفائی پر صبر نہ کرسکتی تھی ۔ پھر یہ کہ خود اس بیوی کی عصمت شعاری مسلم نہ تھی اور لوگوں میں سکندر کے متعلق بھی سرگوشیاں ہوتی تھیں کہ وہ فیلقوس کے نطفے سے نہیں ہے ۔ اس خانگی فساد کی آگ اُس وقت بھڑکی جب فیلقوس مقدونیہ کی ایک دوشیزہ کلیوپٹرا پر فریفتہ ہو گیا جو اُس کے سپہ سالار اتالوس کی بھتیجی اور اتنی عالی رتبہ شریف زادی تھی کہ اُسے حرم بنا کے رکھنا ممکن نہ تھا ۔ جذبۂ عشق سے مجبور ہو کر آخر اُس نے اولمپیاس کو طلاق دی اور اپنی دوسری شادی رچائی شادی کی ضیافت میں اتالوس نشۂ شراب سے بدمست ہو کر امرا کی طرف

مخاطب ہوا کہ صاحبو دعا کرو کہ تخت مقدونیہ کا صحیح النسب وارث پیدا ہو۔ سکندر نے اپنی ماں کی یہ توہین سنکر کہنے والے کے منہ پر جام شراب کھینچ مارا۔ اور اس پر فیلقوس نے کھڑے ہوکر تلوار کھینچ لی کہ بیٹے کے جسم میں بھونک دے۔ لیکن نشے میں لڑکھڑا کے گرا اور سکندر نے طنزاً کہا "دیکھنا یہی وہ شخص ہے جو یورپ کو طے کرکے ایشیا جائے گا اور اس وقت ایک چوکی سے دوسری چوکی تک آنے میں گرا پڑتا ہے!"

مگر اب پیلّہ میں سکندر کا قیام نہ ہوسکتا تھا۔ وہ اپنی مطلقہ ماں کو اپیرس لایا اور خود لین سس تیس کی پہاڑیوں میں گوشہ نشیں ہوگیا اور جب تک خود فیلقوس نے نہ بلایا واپس نہ گیا۔ اسی عرصے میں کلیوپیٹرا کے ہاں بیٹا پیدا ہوا اور سکندر کی جانشینی پھر ضغطے میں نظر آنے لگی۔ لیکن فیلقوس کو سب سے زیادہ خیال اس بات کا تھا کہ مظلوم اولمپیاس کے بھائی یعنی اپیرس کے طاقتور بادشاہ سے جہاں تک ہوسکے بگاڑ نہ ہو۔ اسی غرض سے اُس نے اپنی بیٹی شاہ اپیرس کو دینی چاہی اور یہ شادی فیلقوس کے ایشیا جاتے وقت بہت تزک و احتشام سے پیلّہ میں ہونے والی تھی۔ مگر اولمپیاس وہ بلاے بد تھی جسے کسی جرم کا ارتکاب کرنے میں باک نہ تھا اور اتفاق سے اس کا ذریعہ بھی آسانی سے مل گیا یعنی ایک گمنام اور ناکارہ شخص پوسے نیاس پر اتالوس نے ظلم کیا تھا اور جب بادشاہ نے دادرسی نہ کی تو پوسے نیاس خود فیلقوس کا سخت دشمن ہوگیا تھا۔ اسی شخص کو اولمپیاس نے اپنا آلہ بنایا اور خاص

بیٹی کی شادی کے دن جب کہ فیلقوس فوج خاصہ سے کسی قدر آگے آگے تماشا گاہ میں داخل ہو رہا تھا، پوسے نیاس خنجر لے کے جھپٹا اور دروازے میں فیلقوس کی لاش پھڑکنے لگی۔ خونی کو پکڑ کے لوگوں نے مار ڈالا۔ لیکن سچ پوچھئے تو اصلی قاتل اولمپیاس تھی؛

دنیا کے بڑے بڑے تاجداروں میں تاریخ نے جو ناانصافی فیلقوس کے ساتھ کی ہے کسی کے ساتھ نہ کی ہوگی۔ بیٹے کی عظمت نے جو اپنے باپ سے کہیں بڑھا چڑھا نکلا خود فیلقوس کو ماند کر دیا۔ دنیا کی آنکھوں میں سکندر کے وہ حیرت انگیز کارنامے دیکھکر خیرگی پیدا ہوگئی جو درحقیقت فیلقوس ہی کی عمر بھر کی محنت و جاں کاہی کا پھل تھے۔ دوسرے فیلقوس کے کاموں کے متعلق ہماری قریب قریب تمام معلومات کا انحصار اہل ایتھنز کی اور خاص کر ڈموس تھینز کی تقریروں پر ہے۔ اور ڈموس تھینز کا مدعائے تقریر ہمیشہ یہ ہوتا تھا کہ فیلقوس کی ہر بات میں عیب نکالا جائے۔ اس طرح اتفاقات اور اُس جادو بیان حریف کی زہر چکانی کی وجہ سے جو آنے والی نسلوں کے دل و دماغ پر قابض ہے۔ اور نیز خود اپنے افعال کے نتایج کی بدولت فیلقوس کو دنیا کی تایخ میں وہ مرتبہ نصیب نہ ہوا جو تھریس و یونان کے فاتح اور مقدونیہ کو مقدونیہ بنانے والے کا حق تھا؛ بایں ہمہ خود سکندر کے کارنامے فیلقوس کے کاموں کی سب سے مستند شہادت ہیں؛

فیلقوس کے ساتھ جہاں اور ناانصافیاں کی گئی ہیں انہی میں یہ بات بھی داخل ہے کہ اس کے زمانے کی تایخ گویا ڈموس تھینز کی

سوانح عمری ہے اور اُن کے علاوہ عام حالات بہت کم جمع کئے گئے ہیں؛ اس بات سے توڈموس تھنیز کے سیاسی دشمنوں کے سوائے کوئی بھی انکار نہ کریگا کہ وہ سب سے فصیح مقرر اور وطن کا سچا دلدادہ تھا۔ لیکن سچ پوچھئے تو خود وہ جادو بیانی جس میں اُس نے تمام پایا یونانی ریاستوں کے حق میں زہر کا حکم رکھتی تھی۔ اس میں کلام نہیں کہ آزاد قومی حکومتوں میں قوم کو ہم رائے بنانے کے لئے تقریر و خطابت سے کام لینا ناگزیر ہے خاص کر کوئی ایسا مدبر یا سپہ سالار جیسے پری کلیس، کلیون یا زینوفن اُس سے کام لیں تو وہ نہایت مبارک اور نیز کارگر آلہ بن سکتی ہے مگر جس وقت وہ ضمنی اور امدادی شے نہ رہے تو پھر خطرناک اور ضرر رساں ہتیار بن جاتی ہے۔ چنانچہ ایتھنز میں یہی ہوا کہ مقرروں نے مدبروں کی جائے لے لی اور اس گروہ میں بھی ڈموس تھنیز سب سے بازی لے گیا؛ خطابت کے یہ ماہر تقریر میں دانائی کی باتیں اور اصول سیاست کے متعلق نہایت پر اثر فقرے کہنے خوب جانتے تھے لیکن مقدونیہ کے شاطر کے سامنے مدرسے کے سیکھے ہوے زبانی جمع خرچ سے کچھ پیش نہ جا سکتی تھی۔ اور یہ بڑھ بڑھ کے باتیں بنانے والے بڑے بڑے کام کرنے والے کے ہاتھ میں محض طفلِ دبستاں تھے؛

باب ہفدہم

ایران کی تسخیر

۱۔ سکندر کی فتوحات یونان و تھریس میں

تختِ مقدونیہ پر قدم رکھتے ہی (موسمِ گرما۔ ۳۳۶ ق م) سکندر کو ہر طرف دشمنوں کا نرغہ نظر آیا۔ مجلس کورنتھ کے حلیف، تھریس کی محکوم اقوام اور الّیریہ کے قدیم دشمن، سب کے سب فیلقوس کے مرتے ہی اٹھ کھڑے ہوے کہ اُس کا کیا دَھرا کام خاک میں ملا دینے کا یہی موقع ہے۔ اُدھر کلیوپٹرا کا باپ اتالوس ایشیا میں اپنے حقیقی نواسے کی طرف سے بر سرِ فساد تھا؛ سکندر نے ایک ایک کر کے ان سب خطرات کا مقابلہ کیا اور سب کو مغلوب کیا۔

سب سے اوّل اُس نے یونان کا رُخ کیا جہاں اہلِ اتھنز فیلقوس کے مرنے پر علانیہ شادمانی کر رہے تھے اور انہوں نے ڈموستھنز

کی تحریک پر حکم نافذ کیا تھا کہ فیلقوس کے قاتل کو عزت کے ساتھ یاد کیا جائے؛ امبراکیہ نے مقدونیہ کی متعینہ سپاہ کو نکال دیا تھا اور تھبز نے بھی اسی قسم کی کوشش کی تھی مگر ان سب سے زیادہ قابلِ تردد تھسالیہ کی بغاوت تھی کیونکہ وہاں کی سوار فوج، مقدونوی لشکر کا نہایت ضروری حصہ بن گئی تھی ✦

سکندر تمپی کے درے تک بڑھا اور یہ دیکھ کر کہ اسے غنیم کی زبردست جمعیت روکے ہوئے ہے اس نے کوہ اوسا میں زینے کاٹ کاٹ کر اپنے لئے ایک نیا راستہ تیار کرا لیا اور اسی سے چڑھ کر دوسری جانب دشمن کے عقب میں آنکلا۔ خوں ریزی کی نوبت بھی آنے نہ پائی۔ اہلِ تھسالیہ نے کان دبا کے اُسے اپنا آرکن منتخب کر لیا اور اُس نے یہاں کی بستیوں کو تمام وہی حقوق و مراعات بخش دئے جو اُس کے باپ نے انہیں عنایت کئے تھے؛ تھرموپلی پر اس نوجوان تاجدار کو مجلسِ دینی نے بادشاہ تسلیم کیا اور اُس کی جنوب کی طرف پیش قدمی میں کوئی مزاحم سامنے نہ آیا۔ در اصل وہ اس تیزی سے بڑھا تھا کہ کسی کو سنبھلنے تک کی مہلت نہ مل سکی۔ اہلِ ایتھنز نے سفارت بھیج کر اپنے کئے کی معافی مانگی اور یونانی مجلس کا کورنتھ میں انعقاد ہوا کہ سکندر کو اُس کے باپ کی جگہ ریاست ہائے متحدہ کا سپہ سالار منتخب کیا جائے۔ (۳۳۶ ق م)

تمام یونان کی جانب سے وہ ایشیا کے حملے کے لئے اعلیٰ سپہ سالار بنایا گیا خود اُس کی بھی خواہش یہی تھی کہ مقدونیہ کا بادشاہ بنکر نہیں، بلکہ اکی لیس[۱] کا

---

[۱] یہ مہم ٹروائے کا سب سے نامی یونانی سورما تھا اور شاہانِ مقدونیہ اسے اپنا مورث اعلیٰ بتاتے تھے۔ مترجم

خلفِ سعید اور عالم یونانی کا سرگروہ بن کر دولت ایران پر فوج کشی کرے۔ مجلس اتحاد کی حلیف ریاستوں نے جو امدادی فوج بھیجی اُس کی تعداد بہت کم تھی اور اُسے سپہ سالار منتخب کرنیکے واسطے جو رائیں دی گئیں وہ بھی سب فرضی اور برائے نام کارروائی تھی' بایں ہمہ یونانی دنیا کی توسیع اور یونانی تمدن کی ترویج کا جو کام انجام دینے کے لئے قسمت نے سکندر کو چھانٹا تھا اُس کا یہ نہایت موزوں سرآغاز ہے کہ اہل یونان باضابطہ اُسے اپنا نمایندہ تسلیم کرتے ہیں۔ کیونکہ وہ حقیقت میں یونانی قوم کا نمایندہ ثابت ہوا۔

اس اثنا میں وہ خانگی خطرات بھی جو راستے میں حایل تھے زبردستی دور کر دئے گئے۔ یعنی سکندر کی سوتیلی ماں' اس کے شیرخوار بچے اور باپ تینوں کا کام تمام ہو گیا۔ آتالوس کا تو خود سکندر کے حکم سے ایشیا میں خون ہوا مگر کلیوپیٹرا اور اُس کے بچے کی موت کا وبال اُس کی گردن پر نہیں ہے۔ یہ اُس کی ماں اولمپیاس کی کارستانی تھی جس نے انتقام کے جوش میں بچے کو خاص ماں کی گود میں قتل کرایا اور خود کلیوپیٹرا کو مجبور کیا کہ اپنی پیٹی کا آپ پھندا بنا کے اپنے تئیں سولی دے لے۔

تھریس میں فساد کے آثار نمایاں تھے۔ الّیریہ سے طوفان کی آمد آمد نظر آرہی تھی۔ اور ایسی حالت میں کہ تھریس عقب میں بغاوت کے لئے تیار ہو اور مغرب کی طرف سے بھی مقدونیہ پر حملے کا خطرہ ہو' سکندر کا ایشیا پر بڑھنا ممکن نہ تھا۔ چنانچہ اگلے موسم بہار (۳۳۵ ق م) میں وہ شمالی تھریس کے سرکش قبایل کو زیر کرنے میں مصروف رہا

اور وہاں سے مقدونیہ کی طرف واپس چلا تھا کہ اہل الّیریہ کے سرحد تک آجانیکی اطلاع ملی سکندر نہایت تیزی سے کوچ کرتا ہوا اُن کے مقابلے میں پہنچا اور پلیون کے قریب شکست دی۔ مگر جس طرح تھریس سے مراجعت کرتے ہی الّیریہ کے خطرے کی اطلاع آئی تھی، اسی طرح وہ ابھی ملک الّیریہ کے وسط میں تھا کہ تھبز کی بغاوت کی خبر ملی؛

یونانی مُحبانِ وطن فیلقوس کی زندگی میں اکثر اُس کی موت کی دعائیں مانگتے تھے اور اب اُس کا نوجوان بیٹا بادشاہ ہوا تو اُس کے مرنے کی آس تکنے لگے تھے اور سکندر مقدونیہ کے باہر مصروفِ جنگ تھا کہ نہایت سرعت کے ساتھ یہ افواہ یونان میں پھیل گئی کہ مُراد بر آئی، سکندر تھریس میں مارا گیا؛ ساتھ ہی تھبز کے مفرور جنھوں نے اتھینز میں پناہ لے رکھی تھی بعجلت اپنے وطن میں واپس آئے اور مقدونیہ کا جُوا اُتار پھینکنے کا اشتعال دلانے لگے؛ مقدونوی فوج تھبز کے قلعے کادمیہ میں متعیّن تھی اُس کے دو سردار جو باہر تھے گرفتار کر کے قتل کر دئے گئے اور اب اہل شہر نے خاص قلعے کا محاصرہ شروع کیا۔ تھبز کی اس بغاوت کا حال سنتے ہی تمام یونان اُسکی پیروی پر آمادہ ہو گیا۔ محبانِ وطن کی مُردہ امیدوں میں جان پڑ گئی۔ کادمیہ کی تسخیر ایک شدنی امر نظر آنے لگی؛

یکایک خبر دینے والوں نے اہل تھبز کے کان میں آکے کہا کہ مقدونیہ کی فوج آپہنچی اور چند ہی میل دور اُن کِسٹوس پر مقیم ہے۔ لوگوں میں اس اطلاع سے سراسیمگی پھیلنے لگی مگر اُن کے سرگروہوں نے اطمینان دلایا کہ سکندر تو مرچکا یہ ہو نہ ہو مقدونوی سپہ سالار اینٹی پاٹر ہے؛

لیکن در اصل وہ خاص سکندر شاہِ مقدونیہ تھا جو دو ہفتے کے اندر اندر پلیون
سے اُن کِستوس آپہنچا اور اگلے ہی دن تھبنر کی شہر پناہ کے سامنے کھڑا تھا
سکندر نے تھبنز کو قبول اطاعت کی مہلت دینے کے لئے پہلے انتظار کیا
لیکن شہر والوں نے خود پیش دستی کی اور دوسرے دن ایک معمولی لڑائی
ہوتے ہوتے ساری فوج نے ہلّہ کر دیا : شہر فتح ہو گیا (ستمبر ۳۳۵ قم) اور
فتحمندوں نے نہایت بے رحمی سے لوگوں کو تہِ تیغ کیا چنانچہ اس سے پہلے کہ
سکندر اس قتل عام کے روکنے کا حکم دے ۶ ہزار جانیں تلف ہو چکی تھیں؛
دوسرے دن اُس نے مجلس کورنتھ کے حلیفوں کو جمع کیا کہ باغی شہر کی
سزا تجویز کریں۔ مجلس نے فتویٰ دیا کہ شہر کو زمین کے برابر کرا دیا جائے،
اُس کے باشندے لونڈی غلام بنا کے فروخت کر دئے جائیں اور کادمیہ
کے قلعے پر مقدونوی فوج قابض رہے : اس ظالمانہ فیصلے کی تعمیل ہوئی
شہر کی اینٹ سے اینٹ بجا دی گئی اور ان کھنڈرات میں اگر کوئی عمارت
باقی رہی تو وہ پنڈار شاعر کا گھر تھا جس نے تقریباً دو سو برس پہلے سکندر
اول شاہِ مقدونیہ کی مدح میں شعر کہے تھے اور اب سکندر فیلقوس نے
بہ تخصیص حکم دیا تھا کہ اُس کے قدیم مسکن کو ہاتھ نہ لگایا جائے +

تھبنز کی تباہی نے ایک طرف تو بیوشیہ کے شہروں کو اُس کے
طوقِ اطاعت سے ہمیشہ کے لئے آزاد کر دیا اور دوسرے سکندر کے خلاف
جو شورشیں یونان کے دوسرے حصوں میں پیدا ہوئی تھیں وہ سب
دب گئیں ؛ ایتھنز میں یا تو چند روز پہلے تھبنز کو مدد بھیجنے کی تجویز ہوئی
تھی اور یا یہ خبریں پہنچیں تو اہل شہر اپنا مشہور تہوار " مسترِیز " چھوڑ چھوڑ
کے واپس آئے اور فوراً جلسہ کر کے ڈماڈینز کی تحریک پر یہ فیصلہ کیا گیا

کہ سفارت بھیج کر سکندر کو فتح کی مبارکباد دی جائے؛ مگر سکندر نے مطالبہ کیا کہ ڈموس تھینز اور اُس کے ساتھ کے اور لوگ جو ہمیشہ مقدونیہ کے خلاف شورش بپا کرتے رہتے ہیں اُس کے حوالے کر دئے جائیں" اُس کا یہ مطالبہ کچھ بیجا نہ تھا لیکن اہل شہر نے دوسری سفارت کے ساتھ ڈماڈیز کو پھر روانہ کیا کہ سکندر سے التجا کرے کہ ان خطاکاروں کی قسمت کا فیصلہ خود اُن کے ہم وطنوں پر چھوڑ دیا جائے؛ سکندر کو بہت خیال تھا کہ جہاں تک ممکن ہو ایتھنز کی رعایت کی جائے۔ اُس نے اپنا مطالبہ منسوخ کر دیا۔ البتہ اصرار کیا کہ فتنہ جو کاری ڈموس کو ضرور جلاوطن کر دیا جائے +

سرزمین یورپ میں تھبز کی تسخیر سکندر کا آخری کارنامہ تھی اور اس کے بعد اُس کی تمام زندگی ایشیا میں بسر ہوئی مگر اِس ایک ہی سال کی لڑائیوں میں اُس نے جو کچھ کیا وہ اگرچہ مشرقی فتوحات کے مقابلے میں بالکل ہیچ نظر آتا ہے تاہم بجائے خود اتنا وقیع تھا کہ صرف یہی مغربی معرکے کسی سپہ سالار کا نام تاریخ میں زندہ رکھنے کے لئے کافی تھے +

۲۔ ایرانی مہم کی تیاریاں، ایران کی حالت

سکندر نے موسم سرما فوجی تیاریوں میں صرف کیا اور مدت دراز تک باہر رہنے کے ارادے سے، سلطنت کا بندوبست کرنیکے بعد موسم بہار میں تسخیر ایران کے لئے گھر سے روانہ ہوا (۳۳۴ ق م) وہ ایران کی تمام سلطنت کو فتح کر کے خود تخت پر قبضہ کرنیکی نیت رکھتا تھا۔

اس کے لئے عقب میں تھریس کی طرف سے اطمینان ہونا مقدم تھا اور یہ کام پہلے ہی تکمیل کو پہنچ چکا تھا۔ اب خاص ایران کی فتح میں تین منزلیں درپیش تھیں۔ اول ایشیائے کوچک اور دوسرے شام و مصر کی تسخیر اور جب یہ ابتدائی مرحلے طے ہو جائیں تو نہ صرف بہت بڑا علاقہ قبضے میں آجاتا بلکہ بابل و سوس پر پیش قدمی کرنیکے واسطے نہایت باموقع جنگی مستقر میسر آسکتے تھے کہ جہاں سے بہ اطمینان آگے لشکرکشی کی جائے؛

عدم موجودگی میں مقدونیہ کی حفاظت کے واسطے سکندر مجبور تھا کہ اپنی فوج کا معقول حصہ یہیں چھوڑ جائے۔ سلطنت کا نظم و نسق اُسنے اپنے باپ کے وزیر اینٹی پاٹر کے سپرد کیا تھا۔ اور بیان کرتے ہیں کہ روانگی سے پہلے اپنی ذاتی املاک، قلعے اور جاگیریں سب اپنے احباب و رفقا میں تقسیم کردی تھیں اور جب پردکاس نے پوچھا کہ اپنے واسطے کیا رکھا؟ تو اُس نے جواب دیا "امید" پردکاس نے یہ سُن کر اپنا حصہ لینے سے انکار کیا اور بے ساختہ کہا کہ ہم جو تمہارے ساتھ لڑنے جاتے ہیں یہی کافی ہے کہ تمہاری امید میں شریک و سہیم رہیں"

دولتِ ایران میں استحکام و پیوستگی مفقود تھی اور اُن دنوں اُس کا فرماں روا بہت کم حوصلہ شخص تھا؛ بے شبہ شہنشاہ اردشیر اخوست (ارتازرکسنز اوکوس) نے اپنے اسلاف کی نسبت زیادہ قوت سے کام کیا تھا مگر مخالفوں نے اُسے مروا ڈالا اور دو تین سال کی بدنظمی کے بعد دارائے ثالث (داریوش کُدمان) وارث تخت ہوا، جو قدیم خاندان ہخامنش کی دُور کی شاخ میں تھا (۳۳۶ ق م)؛ اس بادشاہ میں اگر کچھ بھی قابلیت اور جنگی تجربہ ہوتا تو ظاہر ہے کہ سکندر کے مقابلے میں اُسے کامیابی کے

بہت موقعے حاصل تھے - اول تو جنگ کی ترازو میں محض انسانوں کا
جس قدر وزن دارائے ایران لا سکے رکھ سکتا تھا، سکندر کی فوج اس کا
پاسنگ بھی نہ تھی - دوسرے روپے کی اُس کو کچھ کمی نہ تھی اور بے حساب
دولت کا مالک تھا - تیسرے مصر و شام اور ایشیائے کوچک کے سواحل
کی حفاظت کے لئے اُس کے پاس بہت بڑا بیڑا موجود تھا - اور چوتھے
یہ کہ گو اس وسیع سلطنت میں مرکزیت اور پیوستگی نہ تھی مگر خود اس
بات کا نتیجہ یہ تھا کہ ایرانی ولایتوں میں کسی قسم کی بددلی اور سرکشی
نہیں پائی جاتی تھی - بایں ہمہ محض ازدحام سے کچھ کام نہ چل سکتا تھا -
جب تک کہ کوئی کام لینے والا نہ ہو اور عقل و دماغ ایسی چیز نہیں کہ
روپے سے خرید لی جائے ۔ اس کے علاوہ فنِ حرب میں دولتِ ایران
اپنے معاصرین سے پیچھے رہ گئی تھی - یوم کُناکسا نے اُسے صرف ایک
سبق سکھایا تھا - وہ یہ کہ ضرورت کے وقت کرایے کے یونانی سپاہیوں
سے کام لیا جائے ۔

کہا جاتا ہے کہ جب ایران سے لڑنے چلا تو سکندر کی فوجی تعداد
۳۰ ہزار پیادہ و ۵ ہزار سوار تھی - اُس کے باپ نے جو فوجی نظام قایم
کیا تھا سواروں کی اتنی زیادتی اُس کی خاص جدّتوں میں داخل ہے
سکندر نے اس تناسب کو قایم رکھا ۔ یہ ہم پڑھ چکے ہیں کہ فیلقوس
نے مقدونیہ کی قومی فوج کو تین حصوں میں ترتیب دیا تھا - یعنے
اُس میں ایک تو پیادوں کا پرا ہوتا تھا، دوسرے نیم مسلح پیادے
یا "ہی پاس پستی" اور تیسرے زرہ پوش سوار ۔ سکندر کی ایشیائی مہم
میں مقدونوی پرے کے ۶ دستے تھے اور اُن بڑے بڑے معرکوں میں

جنہوں نے دولتِ ایران کی قسمت کا فیصلہ کیا، یہی دستے قلب فوج میں رکھے جاتے تھے اور حلیف اور یونانی تنخواہ دار ہُپ لیت (یعنی پیادوں) سے انہیں تقویت ملتی تھی۔ "ہی پاس پستی" فوج کو میمنے پر پارمینو کا بیٹا نیکانور لڑاتا تھا اور پارمینو کا دوسرا بیٹا فلوتاس زرہ پوش مقدونوی سواروں کا سردار تھا جن کے آٹھ دستے تھے یہ ہمیشہ فوج کے میمنے پر ہوتے اور میسرے کی طرف تھسالیہ کے بے نظیر سوار رکھے جاتے تھے۔ ان بازوؤں پر نیم مسلح سوار و پیادہ فوجیں بھی مدد کے واسطے ہوتی تھیں اور ان میں مختلف اضلاع الیریہ اور تھریس و پیونیہ کے سپاہی اپنے اپنے قومی لباس میں صف آرا ہوتے تھے۔

۳۔ ایشیائے کوچک کی تسخیر

سستوس کے مقام سے بیڑے نے فوج کو ابی دوس پہنچا دیا۔ مگر خود سکندر ایشیا کے ساحل پر "اکائیائی بندرگاہ" یعنی اُس جگہ تک گیا جہاں ٹروائے کے قدیم یونانی حملہ آور آکر اُترے تھے۔ سب سے پہلے علاقۂ میسیہ کے کنارے پر کشتی میں سے وہی کودا اور ٹروائے کے میدان کو طے کرکے الیون کی پہاڑی پر چڑھا۔ کہتے ہیں کہ یہاں دیوتا کی درگاہ پر اُس نے اپنا زرہ بکتر نذر دیا اور وہاں سے کوئی قدیم زرہ جو جنگِ ٹروائے کی یادگار تھی دیوار پر سے اُتار کے خود لے آیا۔ ردّ بلا کے لئے پریام شاہِ ٹروائے کے نام کی بھینٹ دی کہ وہ اپنے دشمن نیوپٹولموس کی اولاد پر عتاب نازل نہ کرے پھر اپنے جدّ امجد اکی لیس کی قبر پر پھولوں کا تاج چڑھایا اور اکی لیس کے محبوب

دوست پتروکلس کی قبر کو سکندر کے عزیز دوست ہفیس شیان نے پھولوں سے سجایا۔ ٹروائے کی پہاڑی پر ان مراسم کی بجا آوری خاص طور پر قابل لحاظ ہے کیونکہ اس سے نوجوان سکندر کے وہ خیالات ظاہر ہوتے ہیں جو اس مہم پر جاتے وقت اُس کے دل میں موجزن تھے۔

اس اثنا میں شہنشاہ ایران کے والیوں نے بھی ایشیائے کوچک کی مدافعت کے واسطے ۴۰ ہزار فوج فراہم کر لی تھی؛ فوج کی سرداری کے معاملے میں ایرانی بادشاہ ہمیشہ جس قسم کی غلطی کرتے تھے وہی دارا نے کی کہ کئی کئی سپہ سالار نامزد کر دئیے کہ مل کر فوج کو لڑائیں۔ ان میں ایرانی والیوں کے علاوہ ممنن باشندۂ رودس بھی شامل تھا اور ایرانی سردار اُس سے حسد کرتے تھے۔ چنانچہ انہوں نے اُس کا کہنا نہ سنا اور تہیہ کر لیا کہ جو کچھ بھی نتیجہ ہو لڑائی میں دیر نہ کی جائے۔ چنانچہ وہ ادراستیا کے میدان تک بڑھے جس میں سے گرانی کوس ندی بہ کر بحیرۂ مرمورہ میں آ گری ہے۔ اسی ندی کے بلند کنارے پر انہوں نے فوجیں آراستہ کیں (۳۳۴ ق م) کہ غنیم کو عبور کرنے سے روکا جائے اور اس میں یہ عجیب ترتیب قایم کی کہ سواروں کو عین کنارے پر آگے کھڑا کیا اور اُن کے پیچھے ڈھلان پر اپنے اجیر یونانی پیادوں کو رکھا۔ قاعدہ ہے کہ مدافعت کرنیوالے سواروں پر ہمیشہ حملہ آور سوار غالب آئیں گے۔ پس سکندر نے سمجھ لیا کہ فتح کی سب سے آسان تدبیر یہی ہے کہ اپنے سواروں کو صفِ مقابل پر ریل دیا جائے؛ فوجوں کی ترتیب اُس نے حسب دستور یہی رکھی کہ وسط میں پیادوں کا پرا جمایا اور میسرہ سپہ سالار پارمنیو کے سپرد

کر کے میمنہ اپنے زیر علم رکھا۔ پھر غنیم کے میسرے کو اُلجھانے کے لئے سب سے پہلے نیم مسلّح سواروں کو ندی میں آگے بڑھایا اور اس کے بعد اپنے مقدونوی زرہ پوش سواروں کو لے کر دشمن کے قلب پر حملہ کیا۔ خود سکندر لڑائی کے گھمسان میں مصروفِ شمشیر زنی تھا اور اس پر بھی ہر طرف سے وار پڑ رہے تھے؛ مگر لڑائی نے طول نہ کھینچا اور ان بلند کناروں پر تھوڑی سی دیر کی تیز و تند کشمکش کے بعد ایرانی صف درہم برہم ہو گئی اور جب اُنہیں بھگا دیا تو مقدونوی پرا دریا کے پار ہو کر آگے بڑھا کہ دشمن کے یونانی پیادوں سے ہم نبرد ہو جو پیچھے کے رُخ صف آرا تھے۔ اور اِدھر ظفر مند مقدونوی سوار اُن کے بازوؤں پر ٹوٹ کے گرے؛

مگر اس فتح کے یہ معنی ہرگز نہ تھے کہ ایشیائے کوچک کا تمام علاقہ فتحمندوں کے قبضے میں آگیا۔ ابھی بہت سے مستحکم مقامات کو ایک ایک کر کے لینا باقی تھا۔ خاص کر ساحل کے بعض مقامات ایسے تھے جنہیں ایرانیوں کے زبردست بیڑے سے بہت کچھ امداد مل سکتی تھی اور وہ اُس کی مدد سے ناامید نہیں ہُوا تھا۔ گرانی کوس کی لڑائی کے بعد جب اُس نے مالِ غنیمت تقسیم کیا تو اُس میں سے تین سو زرہ بکتر ایتھنز بھیجے کہ قلعے میں ایتھنہ دیوی کے مندر پر چڑھا دئے جائیں اور نذر کے الفاظ یہ تھے "سکندر فرزند فیلقوس اور (بجز لکدمونیوں کے) تمام یونانیوں نے۔ ایشیا کے ملچھوں سے!"

مگر اہل ایتھنز کے دل سرد تھے۔ انہیں ایشیائی ملچھوں کے خلاف سکندر اور اس کے یونانیوں کی رفاقت کا کچھ شوق نہ تھا؛

اب فاتح بادشاہ جنوب کی طرف بڑھا کہ ولایت لدیہ اور اس کے پایہ تخت ساردیس پر قابض ہو جائے۔ یہاں کا قلعہ مضبوط تھا لیکن اس موقع پر بلامزاحمت اپنے خزاین سمیت حوالے کر دیا گیا۔ اس قبول اطاعت کے صلے میں اہل لدیہ کو آزادی عطا ہوئی اور پارمنیو کا بھائی اساندر یہاں کا والی مقرر ہوا۔ اس کے بعد سکندر نے آیونی شہرونکا رخ کیا جہاں یونانی جمہوریت پسندوں نے اُس کا تپاک سے خیر مقدم کیا مگر اُمرا نے ایران کا ساتھ دیا اور جہاں کہیں اُن کا اقتدار تھا وہاں ایرانی فوجیں قلعوں کی حفاظت کے لئے اندر لے لی گئیں۔ جب وقت سکندر کی فوج افی سوس کے قریب پہنچی تو اُس کی آمد دیکھتے ہی شہر والوں نے اپنے عماید کو قتل کرنا شروع کیا۔ مگر سکندر نے شہر میں پہنچ کر اس فساد کو روکا اور وہاں جمہوری حکومت قایم کردی۔ اس کی پیش قدمی کی دوسری منزل ملی توس یا شہر ملطہ تھی اور یہاں پہلی دفعہ اُس کی مزاحمت ہوئی۔ اس شہر کو فتح کرنے کے بعد اُس نے اپنا بیڑا منتشر کر دیا اور ساحل کے تمام مضبوط مقامات کو لے کر اندرونی علاقوں کی بحری آمد رفت مسدود کر دی۔ اس کام میں اُس کے دو سال صرف ہوے۔ لیکن اُس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ایشیائے کوچک اور شام و مصر تینوں ملک اُس کے زیر نگیں آگئے؛

مگر ایشیاے کوچک میں سب سے دشوار مرحلہ ہالی کرناسوس کی تسخیر تھا۔ گرانی کوس کے باقیماندہ مفرور سپاہی اور خود سپہ سالار ممنن مدافعت کے لئے یہاں آکر جمع ہو گئے تھے۔ داراے ایران نے اب اسی شخص کو اپنے بیڑے اور سواحل کی حکومت سپرد کردی تھی۔

اور ممنُن نے ہالی کرناسوس کے گرد گہری خندق کھود کر شہر میں بہت سا سامان رسد جمع کر دیا تھا کہ عرصے تک محصور رہ کر مقابلہ کر سکے۔ سکندر نے خندق کو پاٹ دیا اور شہر پر اپنی منجنیقیں اور بُرج قایم کر کے سنگ باری شروع کی۔ شہر پناہ میں شمال مشرقی رخ رخنہ پیدا ہو گیا۔ لیکن سکندر کو امید تھی کہ اہل شہر خود اطاعت قبول کر لیں گے۔ لہٰذا حملے سے باز رہا اور کئی دفعہ اپنے سپاہیوں کو ہلہ کرنے سے روک روک لیا۔ آخر ممنُن کو بھی نظر آ گیا کہ اب مقابلہ بیکار ہے اور اس نے تہیہ کر لیا کہ شہر چھوڑ کر فوجوں کو شاہی قلعے میں ہٹا لائے جو بندرگاہ کے جزیرے پر بنا ہوا تھا۔ لیکن جانے سے قبل اُس نے رات کو شہر میں آگ لگا دی اور اہل مقدونیہ داخل ہوئے ہیں تو ہر طرف شعلے بھڑک رہے تھے؛

چونکہ سردی کا موسم قریب تھا اس لئے سکندر نے اپنی فوج کے دو حصے کر دئے اور ایک کو تو سپہ سالار پارمنیو کے ماتحت جاڑا گزارنے لدیہ بھیج دیا اور دوسرے حصے کو لیکر خود لیسیہ میں بڑھا۔ بعض نوجوان سرداروں کو جن کی اُسی زمانے میں شادی ہوئی تھی اُس نے وطن جانےکی اجازت دے دی لیکن حکم دیا کہ جب واپس آئیں تو اپنے ہمراہ کچھ نہ کچھ فوج ضرور بھرتی کر کے لائیں؛ لیسیہ میں وہاں کی متّحدہ ریاستوں نے سکندر کی کوئی مزاحمت نہ کی۔ اُس نے بھی وہاں کے نظام حکومت کو بجنسہ رہنے دیا اور پم فیلیہ کے ساحل سے بڑھ کر پرگی کی طرف چلا اور پیسی دیہ کی پہاڑیوں میں لڑ کر اپنا راستہ نکالا۔ یہاں سے وہ ولایت افروجیہ کے بلند و مستحکم قلعہ سلینی پر پہنچا اور وہاں کچھ فوج متعین کر کے

قدیم سلطنت افروجیہ کے پایہ تخت **گوردیون** پر بڑھا جو رودِ سنگاریوس کے کنارے واقع تھا؛

گوردیئون کو فوجوں کے دوبارہ آملنے کا مقام قرار دیا گیا تھا۔چنانچہ وہ سب وہاں جمع ہوگئیں (۳۳۳ ق م موسم بہار) اور مقدونیہ سے تازہ کمک بھی آگئی کہ اُن فوجوں کی جگہ لے لے جنہیں مفتوحہ علاقوں اور شہروں کی حفاظت کے لئے چھوڑ دیا گیا تھا؛ **گوردیون** کے قلعے میں وہاں کے قدیم بادشاہ **گوردیوس** و میداس کے محلوں کے کھنڈر باقی تھے اور سکندر **گوردیوس** کی وہ رتھ دیکھنے پہاڑی پر چڑھا جس کی گرہ بہت مشہور تھی۔یعنی اُس کے جُوے کو درخت کی چھال بٹ کر جس گرہ سے باندھا تھا اُس کے سرے اس ہنر کے ساتھ چھپائے تھے کہ بالکل نظر نہ آسکتے تھے اور یہ پیشینگوئی مشہور تھی کہ جو کوئی اس گرہ کو کھول لے وہ ایشیا پر حکومت کریگا۔سکندر نے بھی بہت کوشش کی مگر جب اس طرح نہ کھلی تو اُس نے اپنی تلوار کھینچ کر گرہ کو کاٹ دیا اور پیشینگوئی کی شرط پوری کردی؛ یہاں سے سکندر **اَن کیرا** کے راستے کپادوسیہ ہوتا ہوا جنوب میں **تیانا** پہنچا اور سلیسیہ کے پہاڑی دروں پر اچانک قابض ہوگیا۔ وہاں سے وہ **طرسوس** پر اتنا تیز بڑھا کہ صوبے کے ایرانی والی ارساميس نے ایک مرتبہ بھی سامنا نہ کیا اور فرار ہوگیا؛

یہاں ایک ناگہانی واقعہ پیش آیا جس سے عجب نہ تھا کہ تاریخ کا رنگ ہی بدل جائے اور سکندر کا خاتمہ ہو جائے۔یعنی یہ کہ بہت دور تک نہایت تیز دھوپ میں سواری کرنیکے بعد وہ گدنوس چشمے کے ٹھنڈے پانی سے نہالیا اور اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ جاڑے سے شدید

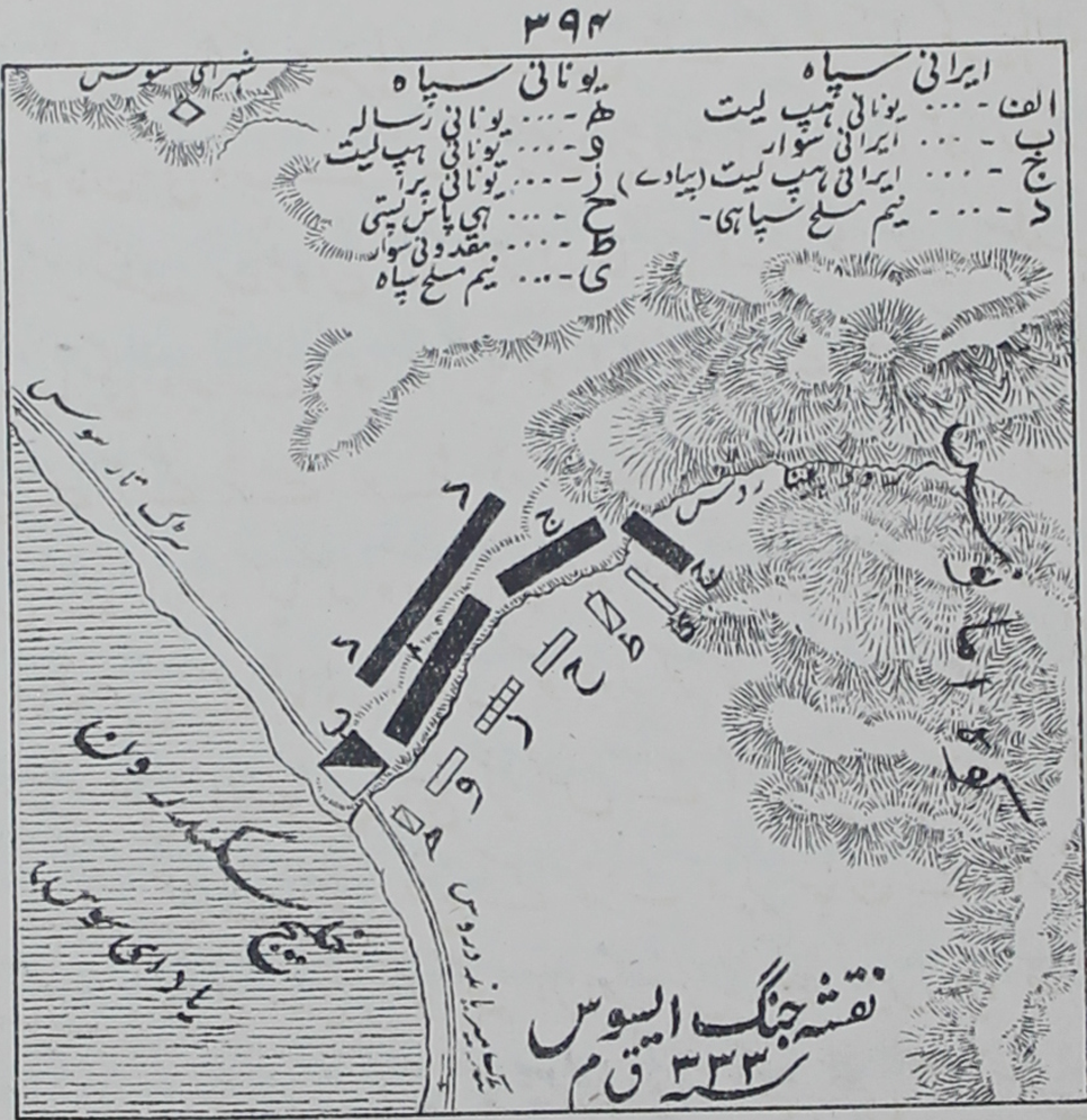
بخار ہو گیا حتیٰ کہ طبیبوں کو جان بری کی امید نہ رہی - لیکن اکرنانیہ کے طبیب فلپ نے ایک مسہل تجویز کیا اور خود بادشاہ کے خیمے میں دوا تیار کر رہا تھا کہ کسی نے سکندر کو ایک خط لا کے دیا جس میں تحریر تھا کہ دارا نے فلپ کو رشوت دے کر ملا لیا ہے کہ سکندر کو زہر دیدے - سکندر نے دوا کا پیالہ لیتے ہیں یہ خط فلپ کو دیا اور اِدھر وہ اُسے پڑھ رہا تھا اور اِدھر سکندر نے دوا پی لی - اُس کا اعتماد بیجا نہ تھا - اسی دوا سے اُسے بہت جلد شفا حاصل ہو گئی ؛

۴- جنگِ ایسوس

اس عرصے میں دارائے ایران لشکرِ گراں پشت پر لئے فرات عبور کر چکا تھا - سکندر نے مقابلہ میں عجلت نہ کی بلکہ پہلے کچھ فوج دیکر پارمنیو کو آگے روانہ کیا کہ اُن دروں پر قابض ہو جائے جو سلیسیہ اور ملکِ شام کے درمیان سرحد پہ واقع ہیں - اور خود مغربی سلیسیہ کی پہاڑی قوموں کو اپنا مطیع بنانے میں مصروف ہو گیا اور ادھر سے اطمینان حاصل کرنے کے بعد مشرق میں ایسوس کی طرف بڑھا جو کوہِ امانوس کے نیچے واقع تھا - اسی پہاڑ کے دُوسرے رُخ دارا ایک ایسے میدان میں پہنچ گیا تھا جو اُس کی کثیر فوج کو لڑانے کے لئے نہایت باموقع جگہ تھی؛ ایسوس سے ملک شام میں دو راستے تھے - ایک تو سیدھا اور دشوار گزار کوہستانی دروں کا راستہ تھا - اور دوسرا پھیر کھا کے ساحل ساحل میریان دروس تک پہنچتا اور کوہِ امانوس کے اوپر سے گزرتا تھا - یہی وہ راستہ ہے جس پر سے ہم پہلے سیروس اور زینوفن کو گزرتے

دیکھ چکے ہیں۔ سکندر نے بھی اسی کو اختیار کیا اور اپنے بیمار سپاہیوں کو ایسوس میں چھوڑ کر میریان دروس تک کوچ کیا مگر یہاں ایک سخت طوفان کی وجہ سے اُسے رُکنا پڑا؛ اُدھر دارا کو روز انتظار رہتا تھا کہ سکندر پہاڑوں سے اُتر کر سامنے آئے مگر جب سلیسیہ میں تاخیر ہو جانیکی وجہ سے وہ نہ آیا تو ایرانیوں نے یقین کر لیا کہ سکندر ساحل سے آگے بڑھتے ہوئے ڈرتا ہے۔ لہذا دارا اور اُس کے مشیروں نے ارادہ کیا کہ وہ جہاں ہو خود وہیں پہنچ جائیں۔ ایرانی فوج امانوس کے شمالی دروں کو عبور کر گئی۔ اور پھر خاص سکندر کے جنگی مستقر یعنی ایسوس پہنچ کر اُس نے اُن بیمار سپاہیوں کو جو یہاں چھوڑ دئے گئے تھے طرح طرح کے عذاب دیکر جان سے مار ڈالا۔ اس افسوسناک واقعہ کا سکندر کو کچھ الزام اس لئے نہیں دیا جا سکتا کہ اُس کے خیال میں یہ بات کسی طرح نہ آسکتی تھی کہ دشمن ایسے باموقع کھلے ہوئے مقام کو جہاں کثرتِ تعداد بہت کارگر ہوتی ازخود چھوڑ دیگا اور ایسے تنگ مقام میں آجائیگا جہاں اتنے انبوہ کو پھیلانا اور لڑانا خود اُسی کے حق میں مصیبت تھا۔ حتی کہ دارا کے ایسوس پہنچنے کی خبر اتنی عجیب تھی کہ اول اول سکندر کو اس کا یقین نہ آیا اور اُس نے دیکھ بھال کے لئے ایک کشتی روانہ کی۔ پھر جس وقت تصدیق ہو گئی کہ خود دشمن نے اپنے تئیں اُس کے پنجے میں پھنسا دیا ہے تو وہ میریان دروس سے واپس ہوا اور بحری دروں کے راستے ایسوس کے تنگ میدان میں پہنچ گیا ❖

۳۹۴



ایسوس کے میدان کو پی ناروس ندی نے دو حصّوں میں منقسم کردیا ہے۔ اسی ندّی کے بلند کناروں پر ایرانیوں نے گرانی کوس کی طرح مورچے بنائے تھے اور یہاں بھی سکندر ہی نے اُن پر حملہ کیا۔ (اکتوبر سنہ ۳۳۳ ق م) مقدونی قطاریں علی الصباح میدان میں داخل ہوئیں اور اُن کی آمد سُن کر دارا نے کچھ نیم مسلح پیادہ اور کچھ سواروں کے دستے دریا کے پار بھیج دئے کہ فوج کی صف بندی ہونے تک دشمن کو روکے رہیں۔ سامنے کی صفوں میں سب کے سب ہپ لیت یا پیادہ نیزہ بردار تھے اور تیس ہزار اجیر یونانی بھی انہی میں شامل تھے

بایاں بازو پہاڑ کی ڈھلان تک پہنچ کر اُس کے قوس نما دامن کے سہارے اس طرح آگے بڑھا ہوا تھا کہ غنیم کا میمنہ دونوں طرف سے اُس کی زد میں آجائے؛ صفوں کی ترتیب کے بعد سواروں کو دریا کے شمال میں واپس بلا کر دست راست پر ساحل کے قریب قایم کر دیا تھا کیونکہ وہاں سواروں کے گھومنے پھرنے کے واسطے نہایت با موقع میدان تھا؛

سکندر کے بڑھتے وقت فوجوں کی ترتیب حسب معمول وہی تھی کہ بیچ میں پیادوں کا پرا اور جانب راست ہیپاس پستی یعنی نیم مسلح پیادے تھے۔ چونکہ ایرانی فوجیں پہاڑ کے دامن میں خم کھا کر بہت آگے تک پھیلی ہوئی تھیں اور اندیشہ تھا کہ سکندر کی فوج پہلو اور عقب دونوں طرف سے نرغے میں آجائیگی، لہذا سکندر نے اپنے میمنے کے سرے پر نیم مسلح سپاہیوں کی ایک اور صف جما دی تھی۔ مگر جنگ گرانی کوس کی طرح یہاں بھی دشمن کے بائیں رخ پر زرہ پوش سواروں سے حملے کا آغاز ہوا، اگرچہ اس میں کلام نہیں کہ یہ مہم کہیں زیادہ دشوار اور سخت تھی کیونکہ یہاں دارا کے پاس تیس ہزار یونانی سپاہی موجود تھے جنہیں قدم جما کر لڑنا آتا تھا اور حملے کا خطرناک ہونا اس بات سے ظاہر ہے کہ اگر یہاں سکندر کامیاب نہ ہو تو اُس کی واپسی کا راستہ پہلے ہی منقطع ہو چکا تھا؛

مگر سکندری سواروں کے دھاوے کو ایرانی نہ روک سکے۔ تاہم پیادہ فوج کے آنے میں دیر لگی اور دریا کو عبور کر کے کنارے پر چڑھتے وقت اُن کی صف بگڑ گئی خاص کر ایک مقام پر ترتیب

میں بہت خلل واقع ہوا اور دشمن کے یونانی پیادوں نے انہیں بُری طرح دبانا شروع کیا۔ اگر یہ فوج پسپا ہو جاتی تو سکندر کا ظفرمند میمنہ بھی ایک پہلو سے زد میں آجاتا اور میدان ہاتھ سے جاتا رہتا۔ لیکن مقدونیہ کے پَرے نے گھٹنے گاڑ دئے اور اُس وقت تک برابر اڑا رہا کہ نیم مسلح پیادے اپنے مقابل کی فوجوں کو پسپا کرنے کے بعد مدد کو پہنچ گئے اور دشمن کے پہلو پر حملہ کیا؛

اُدھر سکندر نے حملے کے لئے وہ مقام تاکا جہاں خاص دارائے ایران ایرانی امرا کی فوجِ خاصہ کے درمیان اپنی جنگی رتھ میں کھڑا تھا۔ اس مقام پر شدید خونریزی اور گھمسان کی لڑائی ہوئی جس میں سکندر کی ٹانگ پر زخم آیا لیکن خود دارا نے اپنی رتھ پھیر دی اور اُس کے فرار ہوتے ہی ایرانی میسرے کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک سپاہیوں کے قدم اُکھڑ گئے۔ ساحل کی طرف ایرانی سوار دریا اُتر کر دشمن کو مارتے کاٹتے چلے آتے تھے کہ عین کامیابی کے عالم میں اُن کے کان تک بادشاہ کے فرار ہونیکا شور پہنچ گیا اور اُن کے پاؤں لڑکھڑا گئے اور تھوڑی ہی دیر بعد ہم انہیں دیوانہ وار بھاگتے اور اہل تھسالیہ کو اُن کا تعاقب کرتے دیکھتے ہیں: ایرانی انبوہ اب امانوس کے دروں کی طرف بھاگ رہا تھا اور ہزاروں بھاگتے میں پیچھا کرنے والوں کے ہاتھ سے لقمۂ اجل ہو رہے تھے۔ خود دارا کو جان بچانے کی پڑی تھی اور بھاگتے میں اپنی ماں اور بیوی کو بھی بھول گیا تھا جو ایسوس کے لشکرگاہ میں موجود تھیں۔ پھر جب وہ پہاڑ تک پہنچ گیا تو اپنی رتھ ڈھال اور شاہی چغہ بھی

چھوڑ کر ایک تیز مادیان پر سوار ہو لیا اور جس طرح ہوا جان بچا کر نکل گیا؛
غروب آفتاب تک خسروِ ایران کا تعاقب کرنے کے بعد سکندر ایرانی لشکرگاہ میں واپس آیا اور خاص دارا کے خیمے میں اُس نے کھانا تناول کیا۔ وہ کھانا کھا رہا تھا کہ قریب کے کسی خیمے سے عورتوں کے گریہ و بکا کی آواز آئی۔ معلوم ہوا کہ اُس میں شکست خوردہ بادشاہ کی ماں اور اہل و عیال ہیں۔ اُن سے کسی نے کہدیا تھا کہ سکندر دارا کی ڈھال اور چغہ لیکر پلٹا ہے اور یہ سمجھ کر کہ اُن کا مالک مارا گیا اُن میں کہرام پڑ گیا تھا؛ سکندر نے اپنے ایک مصاحب کو اُن کی تشفی کے لئے بھیجا کہ دارا کے زندہ بچ جانیکا یقین اور ساتھ ہی یہ اطمینان دلائے کہ اُن کا وہی لحاظ اور پاس مراتب کیا جائیگا جو شہزادیوں کے شایانِ شان ہے کیونکہ یہ لڑائی کسی ذاتی پرخاش پر مبنی نہ تھی؛ سکندر نے اس قول کی پابندی کی اور حقیقت میں شاید اُس کے کسی فعل سے اُس کے معاصرین اتنے حیران نہ ہوے ہونگے جتنے اُس فیاضانہ سلوک کو دیکھ کر حیران ہوے جو سکندر نے اپنے حریف کے اہل و عیال کے ساتھ ملحوظ رکھا؛
فتح کی یادگار میں ساحل کے شمالی حصے پر ایک شہر کی بنیاد ڈالی گئی جو اب تک سکندر کے نام پر اسکندرون کہلاتا ہے؛
اب **شام** کا راستہ بالکل صاف تھا، جس طرح گرانی کوس کی چند گھنٹے کی جنگ نے ایشیاے کوچک کی تسخیر آسان کر دی تھی اسی طرح پی ناروس کے معرکے نے شام و مصر کا میدان صاف کر دیا اور ان کی

فتح کی تکمیل میں بعض بعض شہروں کے طویل و تکلیف دہ محاصروں کے سوا کوئی کسر باقی نہ رہی؛ لیکن ان اہم نتایج کے علاوہ ایسوس کی فتح کا سب سے بڑا فایدہ یہ حاصل ہوا کہ نوجوان فاتح کی سطوت کا نقش جم گیا۔ کیونکہ اُس نے جس فوج پر غلبہ حاصل کیا وہ تعداد میں دس گنی تھی۔ پھر یہ کہ خاص شہنشاہِ ایران لڑائی میں موجود تھا اور اتنی سخت شکست کھا کر بھاگا تھا کہ اُس کی ماں اور اہل و عیال تک دشمن کے ہاتھ میں اسیر ہو گئے تھے؛ صلح کی سلسلہ جنبانی خود دارا کی طرف سے ہوئی اور اسی نے خط میں شکایت کی کہ سکندر نے ظلم پر کمر باندھی اور بلا وجہ ایرانی علاقوں میں گھس آیا۔ پھر اُس سے درخواست کی تھی کہ خاندانِ شاہی کے قیدیوں کو واپس بھیجدے اور آخر میں معاہدۂ صلح و اتّحاد پر آمادگی ظاہر کی تھی؛ اس قسم کی عاجزانہ تحریر کا سکندر نے جو سخت جواب دیا وہ یہ تھا کہ "میں نے پہلے تیرے سپہ سالار اور والیوں کو اور اب خاص تجھے اور تیرے لشکر کو میدان جنگ میں زیر کیا۔ اور دیوتاؤں کی عنایت سے تیرے علاقوں پر میرا قبضہ ہے۔ اب ایشیا کا مالک میں ہوں اور اس لئے تجھے میرے پاس آنا چاہئے۔ اگر تجھے کسی بد سلوکی کا اندیشہ ہے تو پہلے اپنے چند رفقاء کو بھیج کہ وہ اس بارے میں اطمینان حاصل کرلیں۔ تیرا خود میرے پاس آنا شرط ہے خود تیری درخواست پر تیری ماں اور اہل و عیال تجھے واپس مل جائیں گے اور جو مانگے گا وہ مراد پائیگا۔ آیندہ جب کبھی مجھے مخاطب کرے، شہنشاہِ ایشیا کے نام سے مخاطب کر اور اس طرح نہ لکھ جیسے کوئی برابر والوں کو

لکھتا ہے بلکہ جو تیری مراد ہے وہ اس طرح بیان کر جس طرح اپنے مالک کے سامنے بیان کی جاتی ہے کیونکہ تیری ہر چیز کا مالک میں ہوں لیکن اگر اب تک تجھے میرے مقابلے میں ملک و بادشاہی کا دعویٰ ہے تو سامنے سے نہ بھاگ اور ٹھہر کہ ایک مرتبہ ہم اور لڑلیں اور تو جہاں کہیں ہو میں خود وہیں پہنچتا ہوں "

۵۔ ملکِ شام کی تسخیر

جنگ ایسوس کے بعد ممکن تھا کہ سکندر دارا کے تعاقب میں ایران کے اندرونی علاقوں میں بڑھتا چلا جائے اور حریف کو دوسری فوج فراہم کرنے کی مہلت ملنے سے پہلے پامال کر ڈالے مگر سکندر نے یہ نہ کیا بلکہ اطمینان کے ساتھ باقاعدہ اور قدم قدم بڑھنے کو ترجیح دی جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اُسے اپنی قوّتِ بازو پر کتنا اعتماد تھا؛ جس طرح شام و مصر کی تسخیر سے پہلے ایشیائے کوچک پر خاطر خواہ تسلط ہونا مقدّم تھا اسی طرح عراق عرب پر پیش قدمی کرنے سے قبل مصر و شام کی تسخیر ضروری تھی۔ دوسرے شام میں اہل فنیقیہ کے شہر اُس کا خاص مطمحِ نظر تھے؛ صور، صیدا اور ارادوس کے یہ مشہور شہر کبھی باہم متحد نہیں ہوئے اور تھوڑے ہی دن پہلے بغاوت کی سزا میں اردشیر اخوست نے صیدا کو تاراج و خراب کر دیا تھا۔ ارادوس اور ببیب لوس اس قدیم شہر کے جانشین ہوئے تھے۔ اور اُنہوں نے سکندر کے پہنچتے ہی اطاعت قبول کرلی۔ لیکن صُور نے مقابلہ کیا +

سکندر جنوب میں شہر صُور کی طرف بڑھا۔ یہ شہر پہاڑی جزیرے پر آباد تھا اور اُن جہازوں کے علاوہ جو اُس وقت بحیرۂ ایجین میں گشت کرنے چلے گئے تھے، اسّی جنگی جہاز حفاظت کے واسطے موجود تھے۔ اور اپنے باموقع مقام اور ان جہازوں کے زعم پر ہی اہل شہر نے صاف جواب دے دیا تھا کہ "ایرانی ہو یا مقدونی ہم کسی کو شہر کے اندر نہ آنے دینگے"

سکندر نے اپنے مشیروں سے وضاحت کے ساتھ بیان کیا کہ صُور کی تسخیر نہایت ضروری ہے۔ کیونکہ جب تک ایرانیوں کا سمندر پر قبضہ ہے اُس وقت تک مصر پر پیش قدمی یا دارا کا تعاقب کرنا کسی طرح قرین مصلحت نہ ہوگا۔ اور اُن کی بحری قوت چھین لینے کی صرف یہی صورت تھی کہ ساحل کے سب سے اہم بحری مقام صُور کو مسخر کر لیا جائے جس کے بعد ایرانی بیڑے کا سب سے طاقتور حصہ یعنی فینقی بیڑا مقدونیہ کے قبضے میں آ جائیگا۔ کیونکہ جب شہر ہی نہ ہوگا تو وہاں کے لوگ کس کے واسطے لڑینگے اور کس مقام کے لئے پتوار چلائیں گے۔ اسی کے ساتھ پھر مصر و قبرس کی تسخیر میں کوئی دقت یا شبہ کی گنجایش نہ رہیگی؛

اس طرح اول ہی سے سکندر یہ بات سمجھے ہوئے تھا کہ صُور کی تسخیر آیندہ فتوحات کی کُنجی ہے۔ لیکن سچ یہ ہے کہ اس شہر کا محاصرہ اتنا دشوار کام تھا کہ شاید سکندر کی غیر معمولی فہم و ذکاوت کو اس سے زیادہ پیچیدہ عقدہ کبھی سلجھانا نہ پڑا ہوگا۔ (جنوری تا جولائی ۳۳۲ ق م) ساحل اور جزیرے کے درمیان، جس پر چاروں طرف

نہایت بلند و مستحکم فصیل بنی ہوئی تھی' آدھ میل سے زیادہ چوڑی آبنائے تھی۔ جزیرے میں ساحل کے رخ دو بندرگاہیں تھیں ان میں سے شمالی جس کا دہانہ بہت تنگ تھا۔ بندر صیدا کہلاتی تھی اور جنوبی مصری بندرگاہ کے نام سے موسوم تھی ؛

۳۹۸



ایسے غنیم کے لئے جس کے پاس بحری قوّت مقابلتہً بہت کم ہو شہر کا محاصرہ کرنے کی صرف یہی صورت ہو سکتی تھی کہ آبنائے پر پُل باندھ کر جزیرے کو ساحل سے ملا دیا جائے۔ سکندر نے بلا تاخیر پانی میں ایک پختہ سڑک بنانی شروع کی۔ ساحل کے قریب جہانتک

پانی کم تھا پشتے کے بندھنے میں زیادہ دقّت پیش نہ آئی۔ لیکن جب وہ جزیرے کے قریب پہنچے جہاں آبنائے زیادہ گہری تھی تو اس کام میں سخت دشواریاں لاحق ہوئیں۔ دشمن کے جنگی جہازوں نے بندرگاہوں سے نکل نکل کر پشتہ بنانے والوں پر سنگ باری شروع کی اور انہی کی حفاظت کے لئے سکندر کو پشتے پر دو برج تعمیر کرنے پڑے۔ اُن پر منجنیقیں لگا دی گئیں کہ جہازوں کی سنگ باری کا جواب دے سکیں۔ یہ برج لکڑی کے تھے اور ان کے آگے چمڑے کے پردے لگا دئے تھے کہ شہر پناہ سے جو تیر یا پتھر پھینکے جائیں اُنسے بُرج اور مزدور دونوں کا بچاؤ ہو سکے۔ لیکن صُور کے لوگ جدّت طرازی میں کسی سے کم نہ تھے۔ انہوں نے ایک آتش زن جہاز تیار کیا اور اُس میں سوکھی لکڑیاں اور آتش گیر اشیا بھریں اور ایک دن جب کہ ہوا اُن کے موافقِ منشا چل رہی تھی اس جہاز کو پُشتے کے پاس تک کھینچ لائے اور آگ لگا دی۔ اُن کی یہ تدبیر کامیاب ہوئی اور جلتے ہوئے جہاز نے بہت جلد سکندر کے بُرج اور منجنیقوں کو اپنے ساتھ لپیٹ لیا اور جلا ڈالا۔ مگر اس واقعے کے بعد سکندر نے اپنی سڑک کو اور زیادہ چوڑا کرایا تاکہ آگے بڑھانے سے پہلے اُس کی حفاظت کے لئے زیادہ برج اور منجنیقیں لگائی جا سکیں۔ اس کے علاوہ اُسے نظر آیا کہ سڑک تیار ہونیکے بعد بھی وہاں سے حملہ کرنے میں جہازوں کی مدد ضروری ہو گی۔ لہٰذا وہ خود صیدا گیا کہ چند جہاز جو وہاں کھڑے تھے انہیں لے آئے۔ اُسی وقت ارادوس اور بیب لوس کے وہ بحری دستے جو بحیرۂ

ایجین میں تھے یہ سُن کر کہ اُن کے شہروں نے سکندر کی اطاعت قبول کر لی، ایرانی بیڑے کا ساتھ چھوڑ کر چلے آئے اور صیدا پر سکندر سے مل گئے۔ تھوڑے ہی دن بعد قبرس کے رئیسوں نے بھی اطاعت قبول کی اور ان کے ایک سو بیس جہازوں سے سکندر کے بیڑے کو اور کمک پہنچ گئی۔ چنانچہ اب اُس کے پاس قریب قریب دوسو پچاس جنگی جہاز تھے اور صُور کے سوداگروں سے اُس کی بحری قوت کہیں زیادہ بڑھ گئی تھی؛

اسی محاصرے کے دوران میں شاہِ شاہان یعنی دارائے ایران نے بھی ایک سفارت بھیجی اور خاندانِ شاہی کے اسیروں کے فدیے میں کثیر رقوم اور فرات کے مغرب کا سارا علاقہ حوالے کرنے پر آمادگی ظاہر کی۔ نیز تجویز کی کہ سکندر، دارا کی بیٹی کو اپنے عقد میں لے اور دولتِ ایران کا حلیف بن جائے۔ اس پیام کے متعلق جب مجلس شوریٰ میں گفتگو ہوئی اور پارمینو نے کہا کہ اگر میں سکندر ہوتا تو ان شرایط کو قبول کر لیتا، تو سکندر نے جواب دیا کہ "ہاں اگر میں پارمینو ہوتا تو میں بھی قبول کر لیتا"

صیدا سے سکندر اپنا بیڑا لیکر صُور کے سامنے آیا کہ شاید اہلِ شہر بحری مقابلے کے لئے باہر نکل آئیں۔ لیکن جب انہوں نے اُس کا پورا بیڑا دیکھا اور کثرت کے سامنے اپنی کامیابی کی کوئی امید نظر نہ آئی تو بندرگاہوں میں ہٹ گئے اور انہی کے تنگ دہانوں پر اپنے سہ طبقہ جہازوں کی قطار باندھ کر راستہ روک لیا۔ ادھر سکندر نے دونوں بندرگاہوں کے گرد اپنے جہاز

پھیلا کر اُن کی آمد و رفت مسدود کر دی اور خود اپنے لشکر میں چلا آیا جہاں مصری بندرگاہ کے مقابل ساحل پر اُس کا خیمہ نصب تھا۔

جہازوں کی مدد سے تھوڑے ہی دن میں ساحل سے جزیرہ تک پُشتہ تیار اور مشرقی فصیل پر ایک زبردست حملے کا پورا سامان کر لیا گیا۔ کچھ منجنیقیں پشتے پر قایم کر دیں اور کچھ پُرانے یا بار برداری کے جہازوں میں لگا دی گئیں۔ لیکن اس رخ شہر پناہ ایک سو پچاس فیٹ بلند اور بہت چوڑے آثار کی تھی۔ حملہ کارگر نہ ہوا محصوروں نے روغنِ نفط اور آتش گیر اشیا کی بوچھار کر دی جن کے پھینکنے کے لئے انہوں نے طاقتور آلات اپنے دمدموں پر چڑھا رکھے تھے۔ غرض اس دیوار پر سب حملے ناکام رہے لیکن بندرگاہ صیدا کی طرف سے جن جہازوں نے گھیر رکھا تھا اُن پر اہلِ صُور نے جب اچانک حملہ کیا تو اُلٹا انہی کو بہت نقصان ہوا اور تھوڑی سی دیر کی کامیابی کے بعد خود اُن کا بیڑا بالکل بیکار ہو گیا۔

محاصرین اب جنوبی رخ مصری بندرگاہ کے قریب حملے کی فکر میں تھے اور یہاں اُن کی مسلسل کوشش نے آخر کار فصیل میں رخنہ ڈال دیا۔ اور اگرچہ اہلِ صُور نے حملے کو آسانی سے دفع کر دیا تاہم سکندر کو فصیل کا سب سے کمزور مقام معلوم ہو گیا اور دو دن کے بعد اُس نے ایک آخری اور بہت بڑے حملے کی تیاری کی۔ جن جہازوں میں منجنیقیں نصب تھیں انہوں نے جنوبی فصیل پر سنگباری شروع کی۔ قریب ہی دو سہ طبقہ جہازوں میں نیم مسلّح اور نیزہ بردار

پیادوں کی فوج منتظر اور تیار تھی کہ سردار ادمتوس کے ماتحت
فصیل کے ٹوٹتے ہی ساحل پر کود کر شہر میں گھس جائے۔ دونوں
بندرگاہوں کے سامنے جہاز متعین کر دئے گئے تھے کہ جس وقت
مناسب موقع نظر آئے جبرًا بندرگاہ میں داخل ہو جائیں اور باقی
بیڑے میں بھی نیم مسلّح پیادے اور آلاتِ سنگباری فراہم کرکے
جہازوں کو جزیرے کے چاروں طرف پھیلا دیا تھا کہ مختلف مقامات
سے حملہ کریں اور محصورین کو برابر پریشان کرتے رہیں تاکہ وہ سب
اُس مقام پر جمع نہ ہو سکیں جہاں کہ اصلی حملہ ہونا تھا۔ آخر فصیل
میں ایک چوڑی دراڑ پڑ گئی، سہ طبقہ جہاز اُس مقام تک پہنچا دئے
گئے اور پُل ڈال کر پیادوں نے دیوار پر چڑھنا شروع کیا۔ اُن کا
سردار ادمتوس آگے آگے تھا اور جب وہ برچھے میں چھد کر گرا تو
خود سکندر نے اس کی جگہ لی اور دراڑ کے سامنے سے مدافعین کو
دھکیل دیا۔ فصیل کے ایک ایک بُرج اور دمدمے پر لڑائی ہوئی
لیکن جنوبی حصّہ بہت جلد اہل مقدونیہ کے قبضے میں آ گیا۔ اِدھر
دُوسرے مقامات سے بھی محاصرین شہر میں گھس آئے تھے۔ یعنی
قبرس اور فنیقیہ کے جہازوں نے دونوں طرف کی بندرگاہوں کی
زنجیر توڑ دی تھی۔ مدافعین کے جہاز بیکار ہو چکے تھے اور ساحل پر
فوجیں اُتر اُتر کر شہر میں بڑھتی آتی تھیں۔ بیان کرتے ہیں کہ
اس موقع پر صُور کے آٹھ ہزار باشندے لقمۂ اجل ہوئے اور باقیماندہ
جن کی تعداد تیس ہزار کے قریب تھی (باستثناء ازمیل کو شاہِ صوؔر)
غلام بنا کر فروخت کر دئے گئے۔

صُور کی تسخیر نے ممالک مصر و شام کا سکندر کو مالک بنا دیا اور مشرقی بحیرۂ روم میں اُس کا بحری مدمقابل کوئی نہ رہا۔ جنگ ایسوس کے بعد بھی شام و فلسطین کی جن بستیوں نے (جیسے دمشق نے) اطاعت قبول نہ کی تھی صُور کی فتح کے بعد سر تسلیم خم کر دیا اور سکندر کو مصر کے راستے میں کوئی مزاحمت پیش نہ آئی حتیٰ کہ وہ سرحد کے مستحکم قلعہ غزّہ پر پہنچا جو کسی زمانے میں فلسطینیس کا صدر مقام تھا۔

غزّہ پر دارا نے اپنے معتمد علیہ خواجہ سرا باتیس کو مامور کیا تھا اور قلعہ میں طویل محاصرے کے لئے پہلے سے کافی سامانِ رسد مہیا کر لیا گیا تھا۔ باتیس نے اپنے جنگی استحکامات کے بھروسے پر اطاعت قبول کرنے سے انکار کیا اور سکندر نے چند ہفتے کے محاصرے کے بعد اسے مسخر کر لیا (ماہ اکتوبر و نومبر ۳۳۲ ق م) کیونکہ وہ دمشق و مصر کے راستے پر ایسے اہم مقام کو غنیم کے ہاتھ میں نہ چھوڑ سکتا تھا۔ قلعہ کے لینے میں سکندر نے شانے پر برچھی کا زخم بھی کھایا جو کسی کل سے گھما کر پھینکی گئی تھی! فتح کرنیکے بعد اس قلعے میں مقدونی فوج متعین کر دی گئی۔

۶۔ مصر کی تسخیر

مصر و ایران کے درمیان آمد رفت کے سب راستے اب منقطع ہو چکے تھے۔ اس کی فتح میں صرف وہاں پہنچنے کی دیر تھی۔ ایرانی والی کو فاتح کی غاشیہ برداری اور نگاہِ کرم کی امیدواری کے سوا

کوئی دوسرا خیال نہ تھا۔ غالباً فراعنۂ مصر کے پایہ تخت ممفس میں پہنچ کر سکندر کی بادشاہئ مصر کا اعلان ہو گیا اور یہاں باشندوں کی تالیف قلوب کے لئے اُس نے مصری دیوتاؤں کے نام کی نذر و نیاز اور قربانیاں کیں +

ممفس سے وہ دریا دریا ساحل کی طرف کنوپس تک آیا اور وہ کام کیا کہ فی نفسہٖ اُس کا نام ہمیشہ قایم رکھنے کے لئے کافی تھا۔ یعنی جھیل ماریوتیس اور سمندر کے درمیان ایک نئے شہر کی بنیاد رکھنے کی تجویز کی اور راکوتیس کے مشرق میں وہ مقام منتخب کیا۔ جو جزیرۂ فاروس کے بالمقابل واقع تھا۔ یہ جزیرہ ہومر کے گیتوں کی بدولت پہلے مشہور تھا۔ اور اب اُس جہازی مینار کی وجہ سے اور زیادہ مشہور ہو گیا جو یہاں بنا اور ہفت عجائبات عالم میں شمار ہوتا تھا۔ کہتے ہیں کہ شہر سکندریہ کا نقشہ خود سکندر نے تیار کیا اور اُس کے جزیرے کو میل بھر کے قریب پشتہ ڈال کر ساحل سے ملا دیا تھا۔ اسی پشتے کی وجہ سے جزیرے میں دونوں طرف لنگرگاہیں نکل آئی تھیں؛ یہ بات کہ اپنے سب سے مشہور شہر کی بنیاد رکھنے کے لئے بانی نے بہترین مقام منتخب کیا، سکندریہ کی بعد کی تاریخ سے بخوبی ثابت ہے۔ کیونکہ آج دو ہزار برس سے زیادہ گذرنیکے باوجود اُس کی شہرت و منزلت میں فرق نہیں آیا۔ سکندر کا منشا یہ تھا کہ یہ شہر، صُور کی بجائے مغربی ایشیا اور مشرقی بحر روم کی تجارت کا مرکز بن جائے اور دنیا کی تجارت اسی بندرگاہ میں کھنچ آئے جہاں کوئی فنیقی سوداگر یونانیوں کا رقیب نہ ہو +

فراعنۂ مصر کے شاہی القاب میں امّن دیوتا کی نسبتِ فرزندی بھی داخل تھی اور اُن کے جانشین ہونے کی حیثیت سے سکندر نے بھی یہ لقب اختیار کیا تھا۔ مگر اس کی باضابطہ تصدیق کے واسطے ضروری تھا کہ خود امّن دیوتا سے فرزندی کی سند حاصل کی جائے۔ اسی کو لینے کے واسطے سکندر کو نخلستانِ سیوا تک سفر کرنا پڑا جہاں امّن دیوتا کی مشہور درگاہ تھی جس میں فال اور استخارے کی غرض سے دُور دُور کے لوگ آتے تھے۔ مذکورۂ بالا غرض یہ زحمت اُٹھانیکی کافی وجہ ہو سکتی ہے لیکن بہت ممکن ہے کہ سکندر کے دل میں اپنی خرقِ عادت پیدائش کے متعلق بھی کوئی گمان ہو۔ بہرحال وہ ساحل ساحل پاری تونیون تک پہنچا جہاں ہسپرنہ کے سفیروں نے حاضر ہو کر اپنے شہر کی طرف سے اُس کی بادشاہی تسلیم کی اس شہر کے زیر نگین آجانے سے اب سلطنت مقدونیہ کی سرحد گویا قرطاجنہ کی قلمرو تک پھیل گئی۔ یہاں سے سکندر صحرا میں داخل ہوا اور اُس مصری مندر تک گیا جو یونانی دنیا میں ہمیشہ سے زئیس امّن کا مندر مشہور تھا۔ کہا جاتا ہے کہ یہاں سکندر کے دیوتا سے جو سوال و جواب ہوے اُن کا حال اُس نے کسی کو نہ بتایا اور صرف اتنا ہی بیان کیا کہ دیوتا کے جواب سے مجھے بہت خوشی ہوئی۔

۷۔ جنگ گاگ ملا اور بابل کی فتح

مصر و شام کا نیا تاجدار فصلِ بہار کے ساتھ شہر صُور میں

پہنچ گیا۔ اب تمام ساحل اور ادھر کے سمندر پر اُس کی حکومت تھی اور ایران کے خاص قلب پر پیش قدمی کرنیکا وقت آگیا تھا۔ چنانچہ اس فینقی شہر میں چند مہینے گزارنے کے بعد وہ چالیس ہزار پیادہ اور سات ہزار سوار فوج لے کر چل کھڑا ہوا اور اگست کے شروع میں تھاپ سکوس پہنچا جو فرات کے کنارے واقع تھا۔ سکندر کی منزل مقصود بابل تھا اور وہیں کے لئے اُس نے وہ راہ اختیار کی جو عراق عرب کے شمال سے دجلہ کے مشرقی کنارے کنارے بابل تک پہنچتی تھی۔ اسی اثنا میں بعض ایرانی جاسوسوں سے جو سکندر کے ہاتھ میں گرفتار ہو گئے تھے یہ معلوم ہوا کہ دارا پہلے سے کہیں زیادہ انبوہ لیکر آیا ہے اور دریا کے دُوسرے رُخ مقیم ہے کہ سکندر کا راستہ روکے۔ سکندر نے بنداب وہ کے مقام پر ہی دریا کو عبور کر لیا حالانکہ عام طور پر دریا کو اور جنوب میں شہر نینوہ پر عبور کرتے تھے۔ اتفاق سے اُسی رات چاند گہن پڑا اور لوگ متردّد ہونے لگے کہ یہ فال کیسی ہے (۲۰ ستمبر ۳۳۱ ق م)۔

چند روز تک جنوب میں کوچ کرنے کے بعد سکندر کو دارا کا لشکر مِلا جو بُمودس ندی کے کنارے گاگ ملا کے قریب میدان میں خیمہ زن تھا اور کہا جاتا ہے کہ اُس کی فوج میں دس لاکھ پیادہ اور چالیس ہزار سوار تھے۔ وہ رات جس کی صبح ایران کی قسمت کا فیصلہ ہونیوالا تھا ایرانیوں نے مسلّح رہ کر گزاری کیونکہ اُن کی لشکرگاہ کے گرد کسی قسم کے مورچے یا استحکامات نہ تھے اور انہیں شبخون کا اندیشہ تھا۔ اور واقعی پارمنیو نے شبخون کی صلاح بھی دی تھی مگر سکندر نے اپنے سپاہیوں کی قواعد دانی اور اپنی سپہ سالاری پر جنگ کا فیصلہ مبنی رکھنا پسند کیا اور

پارمنیو سے کہا کہ "میں فتح کو چوری سے حاصل نہیں کرتا"۔ در اصل اس دلیری کی تہ میں دور اندیشی اور ارادے کی پختگی مستور تھی۔ سکندر کی گفتگو کا طرز یہی تھا اور وہ خوب جانتا تھا کہ دن کے وقت کھلے میدان میں ایرانی لشکر پر فتح حاصل کی جائیگی تو اُس کی سطوت اور رعب کو ایشیا میں چند در چند بڑھا دے گی ؛

دستور کے موافق اس مرتبہ بھی خسرو ایران صفوں کے مرکز میں تھا اور اُس کے رشتہ دار اور ایرانی فوج خاصہ اسے گھیرے کھڑی تھی دونوں طرف اجیر یونانی، ہندی دستے (مع چند جنگی ہاتھیوں کے) اور کاریہ کی نسل کے وہ سپاہی صف بستہ تھے جن کے اجداد ایشیا کے ان علاقوں میں آ بسے تھے۔ قلب سپاہ کو ایک اور قطار سے قوت و وسعت دی تھی اور میسرے پر سوس اور سواحل خزر کے لوگ سو جنگی رتھوں اور باختری اور سیتھی سواروں کے پیچھے کھڑے تھے۔ میمنے پر تورانی، مازندرانی، مدٰ عراقی اور کوہستانِ قفقاز کے سپاہی صف آرا تھے ؛

اس لشکرِ گراں کے مقابلے میں (جس کے صرف سواروں کا شمار حریف کی کل فوج کے برابر خیال کیا جاتا ہے) صبح ہوتے ہی سکندر پہاڑی پر سے اُتر کے چلا۔ حسبِ معمول اُس کے بائیں بازو پر یونانی حلیف اور تھسالیہ کے سوار پارمنیو کے ماتحت تھے۔ قلب میں بڑے کے چھ دستے تھے اور دایاں بازو ۸ دستہ رفقا اور نیم مسلّح پیادوں پر مشتمل تھا۔ اور اس کے آخری سرے پر دستۂ شاہی کا سردار کلیتوس تھا۔ اسی کی مدد کے لئے کچھ نیم مسلّح تیر انداز اور نیزہ بردار بھی لگا دئے گئے تھے۔ لیکن سکندری فوج کی کل قطار اتنی چھوٹی تھی کہ غنیم کی صفیں

اُس کے دونوں طرف بہت آگے نکلی ہوئی تھیں اور جنگ الیوس کی طرح یہاں بھی سب سے بڑا اندیشہ یہی تھا کہ کہیں وہ بڑھ کر پہلو اور عقب پر حملہ آور نہ ہوں بلکہ الیسوس میں صرف ایک بازو کے گھر نیکا خطرہ تھا اور یہاں دونوں بازو خطرے میں تھے۔ اسی کے حفظِ ما تقدم کی غرض سے سکندر نے دونوں بازؤوں کے پیچھے ایک ایک قطار اور قایم کر دی تھی کہ اگر پہلو یا عقب سے حملہ ہو تو وہ گھوم کر ہلالی صورت میں غنیم کا مقابلہ کرے ؛

بڑھتے وقت سکندر اور اُس کا میمنہ صرف دشمن کے قلب سپاہ کے سامنے آگیا تھا اور تمام ایرانی میسرے کے سامنے میدان خالی رہ گیا تھا۔ اور ایرانیوں کا تمام میسرہ ایک طرف کو آگے پھیلا ہوا تھا۔ پس سکندر دائیں کی طرف کسی قدر ترچھا چلا اور ہر چند سیتھی سوار آگے بڑھ کر اُس کے نیم مسلح سپاہیوں سے بھڑ گئے تھے تاہم وہ اپنے زرہ پوش سواروں کو اُسی رخ بڑھائے چلا گیا؛ جس میدان کو مقدونی سپاہی اب طے کر رہے تھے وہ رتھوں کے واسطے صاف کرا دیا گیا تھا۔ لہٰذا دارا نے انہیں روکنے کے لئے حکم دیا کہ اُن کے پہلو پر دھاوا کیا جائے۔ اِن سیتھی اور باختری شہسواروں کے حملے کو سکندر کے اجیر یونانی سپاہیوں نے بہ مشکل روکا تھا کہ جنگی رتھوں کا ریلا شروع ہوا لیکن بہت سے رتھ بانوں کو اور اُن کے گھوڑوں کو تیر اندازوں نے مار مار کے گرا دیا اور پیادوں نے اپنی صفیں اتنی کشادہ کر دیں کہ رتھیں بیچ میں سے بلا نقصان پہنچائے گڑگڑاتی چلی گئیں ؛

اب ایرانیوں کی پوری صف حملے کے لئے بڑھ رہی تھی۔ سکندر موقع کے انتظار میں تھا کہ اپنی سوار فوج سے اُن پر ٹوٹ پڑے اتفاقاً اُسے اپنے نیزہ بردار سواروں کو نیم مسلح سواروں کی مدد پر بھیجنا پڑا کیونکہ میمنہ پر اُنہیں سیتھی اور باختری دباتے چلے آتے تھے اور جب سکندری نیزہ بردار اُدھر مڑے تو جواب میں ایرانی دستے بھی اپنے ساتھیوں کی مدد کے لئے بھیجے گئے اور ان کے اُدھر ہٹنے کی وجہ سے ایرانی میسرے میں فصل پیدا ہو گیا۔ اسی کے اندر سکندر اپنے سواروں کو لئے ہوئے گھُس گیا اور ایرانی صف کو بیچ میں سے دو کر دیا۔ اس طرح غنیم کے قلب کا بایاں پہلو زد میں آگیا اور اسی طرف سکندر نے ترچھے ہو کر اُس کی عقبی صفوں پر حملہ کیا۔ اِدھر پرّے کے سپاہی شانے سے شانہ ملائے ہوئے ایک سیلاب کی طرح بڑھے آتے تھے اور ایرانی قلب کے دوسرے حصے سے بھڑ گئے تھے۔ سب سے قیامت خیز معرکہ اُس مقام کے گرد پڑا جہاں شہنشاہِ ایران کھڑا ہوا لرز رہا تھا، اور گاگ ملا میں بھی وہی ہوا جو ایسوس میں واقع ہوا تھا یعنی شاہ شاہاں نے پیٹھ دکھائی اور اپنی رتھ پھیر کر بھاگا۔ اُس کے ایرانی رفیقوں نے اُس کا ساتھ دیا اور بھاگنے میں خود اپنی عقبی صفوں کو روندتے ہوئے نکل گئے۔

اُدھر پارمنیو پر بُری آبنی تھی۔ ایرانی میمنے کی آخری صفوں نے اُس کے سواروں پر پہلو یا عقب سے حملہ کر دیا تھا۔ اُس نے گھبرا کر مدد کے لئے ہرکارہ دوڑایا چنانچہ سکندر اپنے مفرور حریف کے تعاقب سے باز رہا اور پارمینو کی طرف چلا تھا کہ راستے میں

ایرانی، تورانی، اور ہندی سواروں کی ایک بڑی جمعیت کا سامنا ہو گیا۔ یہ پسپا ہو رہے تھے لیکن صفوں میں خلل نہ آیا تھا اور ان کے ساتھ جو لڑائی ہوئی شاید تمام جنگ میں اُس سے زیادہ خوفناک خونریزی کسی مقام پر نہ ہوئی تھی۔ سواران رفقاء میں سے ساٹھ آدمی مر کر گرے لیکن فتح سکندر کو حاصل ہوئی اور وہ پارمنیو کی مدد کے لئے آگے بڑھا۔ لیکن پارمنیو کو اب مدد کی ضرورت نہ رہی تھی کیونکہ تھسالیہ کے سواروں نے آخر کار سکندر کے پہنچنے سے پہلے دشمنوں کو مار کر بھگا دیا تھا اور سچ یہ ہے کہ اُن کی مردانہ شمشیر زنی اور شجاعت اس جنگ کا نہایت نمایاں کارنامہ ہے۔ انہوں نے کثیر تعداد کے مقابلے میں لڑائی کو سنبھالے رکھا اور اس قدر نا مساعد حالات میں کہ پارمنیو کو مضطربانہ مدد طلب کرنی پڑی یہاں تک لڑے کہ دشمنوں کا منہ پھر گیا؛ لڑائی سکندر کی فتح پر ختم ہوئی اور سلطنتِ کیانی کا فیصلہ ہو گیا +

سکندر کو پہلے پارمنیو کی مدد کے لئے تعاقب چھوڑ کر آنا پڑا تھا۔ فتح ہوتے ہی اُس نے دشمن کا پیچھا کرنے میں پھر دیر نہ کی اور دارائے ایران کا کھوج لیتا ہوا رات بھر مشرق کی طرف بڑھتا رہا اور صبح ہوتے ہوتے اربیل میں تھا۔ لیکن اس تگ و دَو کے باوجود دارا اُس کے ہاتھ نہ آیا اور مدیہ کے کوہستانی علاقوں میں بھاگ گیا۔ اُس کے سردار آریو برزانیس نے شکست خوردہ فوج کو لیکر جنوب میں ایران کی راہ لی اور سکندر بابل کی طرف مڑ گیا + شاید سکندر کو یقین تھا کہ اہلِ بابل اپنی مضبوط فصیلوں کے

بھروسے پر اُس کا مقابلہ کرینگے۔ مگر اُس کا اندازہ غلط نکلا۔ شہر کے قریب پہنچتے ہی جب کہ اُس کی فوج حملہ کے لئے تیار تھی، دروازے کھُل گئے۔ اور اہل بابل کا جمّ غفیر پیشوائی کے لئے باہر نکل آیا اور اُن کے دینی مقتدا اور عمائدین آگے آگے تھے (اکتوبر ۳۳۱ ق م)۔ ایرانی والی مازیوس نے جو گزشتہ لڑائی میں نہایت بہادری سے لڑا تھا، اب شہر اور قلعہ حوالے کر دیا اور سکندر نے بھی یہاں وہی حکمتِ عملی برتی جو مصر میں کی تھی۔ یعنی اہل بابل کے قومی مذاہب کی جنہیں ایرانی آتش پرستوں نے ذلیل و خوار کر دیا تھا، حمایت کی۔ وہاں کے مسمار کردہ مندروں کو دوبارہ بنوایا اور سب سے بڑھ کر یہ کہ بعل دیوتا کے حیرت انگیز مندر کی از سر نو تعمیر و تزئین کا حکم دیا جو آٹھ مناروں کے اُوپر قایم تھا اور جسے شاہ زرکسنر نے یونان سے شکست کھا کر واپس آنے کے بعد، تڑوا کر سلاطین کا غصہ یہاں اُتارا تھا۔ ایرانی صوبیدار مازیوس کو سکندر نے اپنے عہدہ پر بحال رہنے دیا۔

۸۔ سوس اور اصطخر کی تسخیر

فوج کو آرام دینے کے بعد یونانی فاتح نے ایرانی بادشاہوں کے گرمائی مقام سوس پر پیش قدمی کی (دسمبر ۳۳۱ ق م) اس شہر کے قلعے میں بے شمار زر و سیم اور قیمتی کپڑا اُس کے ہاتھ آیا۔ بہت سی دیگر گراں بہا اشیا کے علاوہ، جابر کش ہرموڈیوس اور ارس ٹگی تن کے بتوں کا جوڑا بھی سوس میں مل گیا جسے زرکسنر اتھنز سے اُٹھوا لایا تھا۔ اس تاریخی یادگار کو واپس اُس کے وطن میں

بھجوانے کی سکندر کو خاص مسرت حاصل ہوئی کیونکہ اب بتوں کی قدر اور بڑھ گئی تھی +

ہرچند یہ سخت سردی کا زمانہ تھا لیکن سکندر نے جلد سوس سے کوچ کیا۔ کیونکہ سیروس و دارا کے ایرانی محلوں میں ابھی بے حساب دولت باقی تھی۔ یہ مقامات ایران کی سطح مرتفع پر واقع تھے اور نہ صرف کوہستانی علاقے میں سفر کی دشواریاں اُن کی محافظ تھیں بلکہ وہ فوج بھی راستے روکے پڑی تھی جسے گاگ مِلا کے میدان سے آریوبرزانیس بچا کے لے آیا تھا۔ ان پر فتح پانا کچھ آسان کام نہ تھا۔ ایرانی اپنے کوہستانی دروں پر قدم جمائے ہوئے تھے۔ دروں کو ہلّہ کر کے فتح کرنا اس قدر دشوار تھا کہ سکندر کو اپنی عمر میں اتنی سخت مہم بہت کم پیش آئی ہوگی بایں ہمہ اُس نے برف پوش پہاڑوں میں کوچ کیا اور اچانک پہنچ کر درے چھین لئے۔

شاہانِ ایران کے جن محلات کی طرف اب سکندر نہایت تیزی سے بڑھ رہا تھا وہ مرودشت کی وادی میں اصطخر کے قریب واقع تھے اور اصطخر کو ایرانی لوگ دنیا کا سب سے قدیم شہر سمجھتے تھے تاجداران ایران کا یہ گہوارہ اُس زمانے میں نہایت سرسبز و شاداب علاقہ تھا اور آج ویران و بے گیاہ ہے۔ یہاں کے شہر اور محلات شاہی کو ملا کر یونانی پرسی پولس کے نام سے یاد کرتے تھے اور یہ "آسمان کے نیچے سب سے زیادہ دولتمند شہر تھا"

بیان کرتے ہیں کہ سکندر کو شاہی خزانے میں ایک لاکھ بیس ہزار ٹیلنٹ نقد دستیاب ہوئے اور باقی ساز و سامان کا کیا ٹھکانا ہے

اُن کے لاد کرلے جانے کے لئے اونٹوں اور خچروں کی پوری فوج درکار ہوئی تھی ۔

لیکن اصطخر کے چار ماہہ قیام کا سب سے مشہور واقعہ زرکسنر کے محل کی آتش زنی ہے (سنہ ۳۳۰ ق م)۔ یہ روایت اس طرح بیان کی جاتی ہے کہ ایک شب جب کہ سکندر اور اُس کے حاشیہ نشین خوان شاہی پر مصروف مے خواری تھے ایتھنز کی ایک رنڈی تائیس نے ان متوالوں کو یہ خیال سجھایا کہ یونانی مندروں کے جلانے والے اور کینہ پرور دشمن کے گھر میں آگ لگا دی جائے ؛ اُس عورت کی یہ مجنونانہ تجویز گویا بارود میں شتابہ تھا جس کے سنتے ہی نشہ مے کے سرشار مشعلیں لے لے کر یکبارگی دوڑ پڑے۔ اور سب سے پہلے لُوکا سکندر نے اپنے ہاتھ سے لگایا۔ تھوڑی دیر میں دیودار کے سامان میں آگ لگ گئی اور سارا محل جلنے لگا ؛ لیکن اس سے پہلے کہ محل جل کر خاک ہو بادشاہ کا نشہ اُتر گیا اور اُس نے آگ بجھانیکا حکم دیا ۔

۹۔ دارا کی موت

اس اثنا میں ایران کا بد نصیب تاجدار چند نمک حلالوں کے ساتھ ہمدان میں مقیم تھا۔ ابھی مدیہ کی مدافعت ممکن تھی اور شمالی صوبوں کی بہت بڑی فوج اُس کے پاس جمع ہو گئی تھی دوسرے اگر ہٹنے کی ضرورت ہو تو پیچھے باختر کا ملک موجود تھا۔ ادھر موسم بہار ابھی ختم ہونے نہ آیا تھا کہ سکندر اصطخر سے ہمدان روانہ ہوا۔ راستے میں

جب اطلاع ہوئی کہ دارا بہت بڑی فوج لئے ہمدان میں لڑنیکے لئے تیار ہے تو اُس نے اپنی رفتار تیز کر دی تھی۔ لیکن شہر کے قریب پہنچنے پر معلوم ہوا کہ دارا نے گریز کیا اور مشرق کی طرف نکل گیا۔ ہمدان پہنچ کر سکندر نے تھسالیہ اور یونانی حلیفوں کی فوجوں کو انعام و اکرام دیکر رخصت کر دیا مگر جن لوگوں نے از خود دوبارہ بھرتی ہونا چاہا انہیں ساتھ رہنے کی اجازت مل گئی اور اس اجازت سے بہت سپاہیوں نے فائدہ اٹھایا۔

اب سکندر اپنی اصلی فوج لئے دارا ہار مشرق کی طرف کوچ کر رہا تھا۔ انسان یا حیوان کسی کی تکلیف و مشقت کا مطلق خیال نہ تھا اور دارا کو گرفتار کرنے کی کو لگی ہوئی تھی۔ لیکن ایرانی تاجدار کی اجل ایک دوسرے راستے سے گویا دبے پاؤں آ رہی تھی۔ یعنی اُسکے ہمراہیوں کو یقین ہوتا جاتا تھا کہ اقبال نے دارا کا ساتھ چھوڑ دیا۔ اور اسی لئے جب اُس نے باختر کی پسپائی جاری رکھنے کی بجائے وہیں تھم کر پھر قسمت آزمائی کا ارادہ کیا تو اُس کے رہے سہے یونانی نوکروں کے سوا کوئی بھی لڑنے پر آمادہ نہ ہوا بلکہ بہت سے دلوں میں یہ خیال پیدا ہو گیا کہ خاندانِ کیانی کی ڈوبتی کشتی کو اگر کوئی بچا سکتا ہے تو وہ باختر کا والی بیسوس ہے جو بادشاہ کا رشتہ دار تھا۔ اسی یقین پر رات کے وقت دارا کو گرفتار کر لیا گیا اور اب اُسے ایک قیدی کی حیثیت سے عجلت کے ساتھ باختر لے چلے۔ اس واقعے نے فوج کو بے ترتیب اور منتشر کر دیا۔ اجیر یونانی سپاہیوں نے سواحل خزر کے پہاڑوں میں شمال کی راہ لی

اور بہت سے ایرانی واپس ہو گئے کہ سکندر کی خدمت میں حاضر ہو کر اُس کے عفو و کرم کے خواستگار ہوں۔ سکندر کو جس وقت اپنے قدیم حریف کے گرفتار ہونیکا حال معلوم ہوا اور سنا کہ اب اُس کا مدّمقابل بیسوس ہے تو اُس نے ارادہ کر لیا کہ جس طرح ممکن ہو پیچھا کر کے اُنہیں جالے۔ چنانچہ فوج کو آہستہ آہستہ آنے کا حکم دیکر اُس نے صرف سواروں اور چند نیم مسلّح پیادوں کو اپنے ساتھ لیا اور اس تیزی سے یلغار کی کہ نہ دن کو دن سمجھا اور نہ رات کو رات۔ تین دن تین رات مسلسل سفر میں صرف ایک مرتبہ وہ تھوڑی سی دیر ستانے کو ٹھہرا اور چوتھے دن سورج نکلتے نکلتے تھارا پہنچ گیا۔ جہاں دولتِ ایران کا وارث زنجیروں میں جکڑا گیا تھا۔ یہ بات معلوم ہو چکی تھی کہ اگر اسی شدّ و مد کے ساتھ تعاقب جاری رہا تو بیسوس اور اُس کے رفیقوں نے دارا کو حوالہ کرنیکا ارادہ کر لیا ہے لہٰذا اب دم لینے کا موقع نہ تھا اور تعاقب کرنے والوں نے ایک رات اور سفر میں گزاری۔ تکان سے آدمی اور گھوڑے راستے میں گرے پڑتے تھے مگر سکندر برابر بڑھے گیا اور دو پہر کو ایک گاؤں میں پہنچا۔ یہاں ایک روز پہلے مفرورین نے قیام کیا تھا اور معلوم ہوا کہ اب بھاگنے والے بھی رات کو قیام نہ کرینگے سکندر نے لوگوں سے پوچھا کہ کوئی قریب کا راستہ اور بھی ہے اور انہوں نے بتایا کہ اگرچہ ایک قریب کا راستہ موجود ہے مگر اسمیں پانی نہیں ملتا۔ سکندر نے اُسی وقت اپنے پانچ سو سواروں سے گھوڑے لے لئے اور اُن پر پیادہ فوج کے سب سے مضبوط سرداروں

اور نوجوانوں کو بٹھا کر اپنے ہمراہ لیا وہ شام کے وقت روانہ ہوئے تھے اور سورج نکلنے نہ پایا تھا کہ ۴۵ میل چل کر غنیم کے سر پر جا پہنچے اُنہیں دیکھتے ہی بیسوس اور اُس کے ساتھیوں نے قیدی بادشاہ کو گھوڑے پر سوار ہونیکا حکم دیا مگر جب دارا نے انکار کیا تو وہ برچھیاں مار مار کر اُسے اپنی گاڑی میں وہیں چھوڑ گئے۔ گاڑی کے خچر بے گاڑی بان کے اِدھر اُدھر پھرتے رہے اور راستے سے کوئی آدھ میل دور ایک گھاٹی کی طرف چلے گئے تھے جہاں ایک مقدونی سپاہی اپنی پیاس بجھانے آیا اور چشمے کے قریب اُسے خسرو ایران اپنی گاڑی میں دم توڑتا ملا۔ وہ ایک گھونٹ پانی کے لئے پیاسا تڑپ رہا تھا اور اس جان کنی میں جب سپاہی نے پانی کا پیالہ بھر کر اُس کے ہونٹوں سے لگایا تو اُسے آخری وقت بڑی تسکین ہوئی اور اُس نے اشارے سے شکریہ ادا کیا۔ سکندر نے اپنے حریف کی نعش دیکھی اور بیان کرتے ہیں کہ ترس کھا کر اپنا چُغہ اُس پر ڈال دیا (جولائی ۳۳۰ ق م) یہ بھی اُس کی خوش نصیبی تھی کہ اُسے دارا کی نعش ملی ورنہ اگر وہ زندہ گرفتار ہوتا تو سکندر اُسے غالباً قتل نہ کراتا اور ایسا قیدی اُس کیلئے ہمیشہ فکر و پریشانی کا سبب رہتا۔ نعش کو اُس نے عزت و آبرو کے ساتھ دارا کی ماں کے پاس بھیج دیا اور خاندانِ کیانی کا آخری تاجدار اپنے بزرگوں کے ہم پہلو اصطخر ہی میں دفن ہوا۔

۱۰۔ سکندر کا اصول عمل بحیثیت ایشیائی تاجدار کے

ابتدا سے سکندر نے مفتوحہ علاقوں کے ساتھ جس رواداری کا

برتاؤ کیا تھا وہ نہ صرف فیاضی بلکہ عین مصلحت پر مبنی تھا۔ ہر ملک میں اُس نے وہاں کے قومی آئین و قوانین بدستور رہنے دئے اور صرف وہاں کے اختیارات کو تقسیم کرنے پر زور دیا کیونکہ ایرانی بادشاہوں کے ماتحت ہر صوبے کا والی وہاں کا مختار کل ہوتا تھا اور نہ صرف دیوانی نظم و نسق بلکہ مالی اور جنگی معاملات بھی اُسی کے سپرد ہوتے تھے۔ اس طریقے کو منسوخ کرنا سکندر کو ضروری معلوم ہوا کہ آیندہ بغاوت کا خطرہ نہ رہے۔ چنانچہ اُس نے اکثر مقامات پر صرف دیوانی انتظامات صوبہ دار کے ہاتھ میں رہنے دئے اور محکمہ مال اور فوج کے علٰحدہ عہدہ دار مقرر کئے جو صوبہ دار کے ماتحت نہ تھے بلکہ اپنے اپنے صیغوں کے خود ذمہ دار ہوتے تھے۔

لیکن سکندر مقدونیہ سے چلا ہے تو اہل یونان کا نمایندہ کر چلا تھا اور گویا اُن ذلیل ایشیائیوں کے مقابلے میں اُٹھا تھا جو محض غیر اور بیگانہ تھے۔ پس تمام یونانی اور مقدونی سپاہی جو اُس کے ساتھ تھے ایشیائیوں کو یہ سمجھتے تھے کہ قدرت نے انہیں یونانیوں کی اطاعت و غلامی کے لئے اور مشرقی ممالک کو یونانیوں کی لوٹ کیلئے بنایا ہے۔ لیکن سکندر جس قدر آگے بڑھا اُس کی نگاہ وسیع ہوتی گئی یونانی اور غیر یونانی کا تعصّب اور قومی تفریق اُس کی نظر سے غائب ہونے لگی اور اب اُس کے ذہن میں ایک ایسی سلطنت کا تصور پیدا ہوا جس میں مشرق و مغرب کا کوئی امتیاز نہ ہو اور حملہ آور اہلِ یورپ مغلوب ایشیائیوں پر حکومت و برتری نہ جتائیں بلکہ ایشیا اور یورپ کے ملک اور باشندے بلا تفریقِ نسل و ملّت ایک ہی

بادشاہ کو اپنا سرپرست اور حاکم سمجھیں اور وہ اُن پر کامل عدل و مساوات کے ساتھ فرمانروائی کرے؛ جنگ گاگ مِلا کے بعد ان خیالات کا عملی ظہور بھی ہونے لگا تھا۔ بعض مشرقی صوبے جیسے بابل، ایرانی والیوں کے سپرد کر دئے گئے تھے اور اب سکندر فیلقوس کا دربار بھی خالص مقدونوی دربار نہ رہا تھا۔ چنانچہ ہم نہ صرف ایشیائی درباریوں کو بلکہ ایشیائی دربار کی رسموں کو بھی رفتہ رفتہ سکندر کی مجلس میں روشناس ہوتا دیکھتے ہیں۔ ایشیا کے نئے تاجدار کے سامنے وہاں کے باشندے زمیں بوسی کرتے نظر آتے ہیں اور تھوڑے ہی دن میں سکندر اپنا مغربی لباس اُتار کر دربار میں شاہانِ ایران کا ملبوس پہنے جلوہ گر ہوتا ہے تاکہ اپنی مشرقی رعایا کی آنکھوں میں اجنبی نہ معلوم ہو +

باب ہجدہم
مشرق اقصیٰ کی فتوحات

۱۔ ہرکانیہ، ایریہ، باختریہ، سگدیانا

دارا کے قاتل بھاگ کر نکل گئے تھے۔ یعنی بیسوس باختر چل دیا اور برزانیس، ہرکانیہ (مازندران) بھاگ آیا۔ یہ بحیرۂ خزر کے ساحل کا علاقہ ہے اور یہاں برزانیس کو پیچھے چھوڑ کر سکندر بیسوس کے تعاقب میں آگے نہ بڑھ سکتا تھا لہذا پہلے اُس نے کوہستان البرز کو عبور کیا جو پارتھیہ اور سواحل خزر کے درمیان ہے۔ یہاں تاپوری اور مرڈی کے علاقوں میں جو ایرانی سردار ہٹ آئے تھے انہوں نے اطاعت قبول کی اور عنایات شاہی سے سرفراز ہوئے۔ برزانیس کی بھی جاں بخشی کردی گئی؛ اجیر یونانی سپاہیوں نے

انہی کوہستانی علاقوں میں پناہ لے رکھی تھی۔ اب اُنہوں نے بھی اپنے تئیں سکندر کے حوالے کردیا۔ اور اُن میں سے جو لوگ اتحادِ کورنتھ کی مجلس سے پہلے ایران کی ملازمت میں داخل ہوئے تھے (یعنی اُس وقت جبتک کہ یونانی ریاستوں نے مقدونیہ کی سیادت قبول نہ کی تھی) وہ آزاد کروائے گئے مگر بعد کے سپاہیوں کو جبراً مقدونوی فوج میں بھرتی کرلیا گیا۔

سکندر نے ہمدان سے پارمنیو کو بحیرۂ خزر کے جنوب مغرب کی طرف روانہ کیا کہ علاقہ کالوسیہ پر قبضہ کرلے اور خود پندرہ روز زورہ کارتہ میں ٹھیر کر فوجی نمائش اور کھیل دیکھنے کے بعد مشرق کی طرف سوسیہ گیا جو صوبہ ایریہ کے شمال کا قصبہ تھا۔ ایرانی والی ساتی برزنیس یہاں باریاب ہوا اور اُسے سکندر نے اپنے عہدے پر بحال کردیا۔ اسی مقام پر خبر ملی کہ بسیوس نے اردشیر کا نام اور شاہ شاہان کا لقب اختیار کیا ہے اور بادشاہی سرپیچ لگاتا ہے۔ یہ سُنتے ہی سکندر نے باختر کا رخ کیا مگر کچھ دور نہ گیا تھا کہ خود ساتی برزنیس کے باغی ہوجانے کی اطلاع ملی اور وہ دو دو تین تین منزلیں طے کرتا ہوا دو ہی دن میں ایریہ کے صدر مقام ارتوکوانا کے سامنے پہنچ گیا۔ یہاں اُسے کوئی بڑی مزاحمت پیش نہ آئی اور اُس نے جنوب کی طرف صوبہ درنگیانہ کا رخ کیا ؛ اس میں کوئی شبہ نہیں معلوم ہوتا کہ سکندر نے جو راستہ اختیار کیا وہ وہی تھا جو اب ہرات ہوکر سیستان آتا ہے اور قرینہ چاہتا ہے کہ ہرات ہی کے مقام پر سکندر نے اپنے نئے صوبے سکندریہ ایریون کا

مستقر اور قلعہ تعمیر کیا تھا؛ اس کے بعد ورنگیانہ کا علاقہ بھی بغیر کسی لڑائی کے سکندر کے زیر نگیں آگیا؛

سرزمین ورنگیان کے صدر مقام **پروفتاسیہ** میں یہ خبر سکندر کے گوش گزار ہوئی کہ پارمنیو کا بیٹا **فلوتاس** اُس کے قتل کی سازش کر رہا ہے۔ سکندر نے مقدونوی سرداروں کی ایک مجلس میں ان تمام الزامات کو پیش کیا۔ اور **فلوتاس** نے بھی اقبال کیا کہ بادشاہ کو قتل کرنے کی ایک سازش کا حال مجھے معلوم تھا اور میں نے اسکی کوئی اطلاع نہ دی۔ لیکن اس پر صرف یہی ایک الزام نہ تھا۔ اور آخر مجلس نے اُسے مجرم قرار دیا اور وہ برچھیاں بھونک کر مار دیا گیا؛ عام اس سے کہ فلوتاس کے مجرمانہ ارادوں میں اسکا باپ شریک تھا یا نہ تھا، بیٹے کے قتل کے بعد اُس کو زندہ چھوڑنا مخدوش نظر آتا تھا لہذا فوراً ایک ہرکارہ مدیہ بھیجدیا گیا کہ جس قدر جلد ممکن ہو **پارمنیو** کی فوج کے بعض سرداروں کو اس بوڑھے سپہ سالار کی جان لینے کا حکم پہنچا دے؛ یہ سکندر کا ایک جابرانہ فعل تھا اور محض بے وفائی کے شبہ پر اُس نے اس قسم کے حفظ ماتقدم کو جائز کرلیا حالانکہ عدالتی تحقیقات کی نوبت ہی نہ آئی اور بظاہر پارمنیو کے خلاف اُس کے پاس کوئی ثبوت جرم بھی نہ تھا۔

اس کے بعد سکندر نے باختر کے راستے سیدھا جانیکی بجائے بکمر دیگر افغانستان کی طرف کوچ کیا کہ اس ملک کو مطیع کرتا ہوا کوہستان ہندوکش کو عبور کرجائے اور مشرق کی طرف سے دریائے **سیحون** کے میدانوں میں داخل ہو۔ چنانچہ اُس نے جنوب میں بڑھ کے سیستان اور

بلوچستان کے علاقوں کو باج گزار بنایا۔ بلوچستان کو اُس زمانے میں گدروسیہ کہتے تھے اور یہیں کے بعض قبائل میں اُس نے موسم سرما بسر کیا۔ یہ امن پسند اور مہماں نواز قبائل اریاسپی تھے جنھیں یونانی "کریم" کے نام سے موسوم کرنے لگے؛ سکندر نے گدروسیہ کو علٰحدہ صوبہ بناکر پُورا کو اس کا صدر مقام قرار دیا اور موسم بہار کے آتے ہی وادیٔ ہلمند کے راستے شمال مشرق کی طرف اوپر بڑھا (۳۲۹ ق م) اراکوسیہ کے علاقوں میں جو سب سے بڑا شہر اُس نے آباد کیا وہ غالباً قندھار کے مقام پر تعمیر ہوا تھا اور معلوم ہوتا ہے کہ اسی شہر کا نام سکندریہ سے بگڑ کر قندھار ہوگیا ہے۔ یہاں راستہ پہاڑوں کے اوپر اوپر غزنی ہوتا ہوا دریائے کابل کی بالائی گزرگاہ تک پہنچتا ہے۔ اسی سے سکندر ہندوکش کے بلند پہاڑوں کے دامن تک پہنچا تھا۔

واضح رہے کہ وہ مجمع جبال جسے بام دنیا کہتے ہیں اور جس سے ایشیا کے جنوب اور مشرق و مغرب میں، کوہستان پامیر، کوہستان ہندوکش اور کوہستان ہمالہ کے عظیم الشان سلسلے پھیلتے ہیں، قدیم یونانیوں میں ایک ہی نام یعنی کوہ قاف سے موسوم تھا۔ لیکن ہندوکش کو وہ ایک خاص اور جداگانہ نام پاروپانی سوس سے یاد کرتے تھے اور کوہستان ہمالہ کو ایماؤس کہتے تھے، غرض ہندوکش کے دامن میں اُس نے موسم سرما بسر کیا اور اس علاقے پر تسلّط رکھنے کی غرض سے شہر کابل سے کسی قدر شمال میں ایک اور سکندریہ کی بنیاد رکھی۔ اور اُسے "سکندریہ قاف" کا

نام دیا تاکہ اس نام کے دوسرے شہروں سے امتیاز رہے۔ فصل بہار کے آغاز میں سکندر نے کوہستان قاف کو عبور کیا اور بجائے خود یہ ایسی مہم تھی کہ ہنی بال[1] کے الپس اترنے سے کچھ ہی کم دشوار ہوگی۔ کیونکہ اس میں سکندر کے سپاہیوں کو کچا گوشت اور بناس پتی کھا کر پیٹ بھرنا پڑا تھا۔ آخر بصد مشکل وہ پہاڑ کے شمالی کنارے تک ملک باختر کے سرحدی قلعے دراپ ساکا میں پہنچے۔ اور یہاں اپنی تھکی ہوئی فوج کو آرام دینے کے بعد سکندر قلعۂ اورنوس کے راستے میدانی علاقے میں اتر کر شہر بکترا یا باختر کی جانب روانہ ہوا جو اب بلخ کہلاتا ہے۔

حملہ آور فوج کی پیش قدمی روکنے کے لئے بیسوس نے اس حصۂ ملک کو بالکل ویران و بے چراغ کر دیا تھا۔ لیکن سکندر کی آمد سنتے ہی خود سیحوں کے پار اتر گیا اور یہ صوبہ بھی بغیر کسی لڑائی کے دولت مقدونیہ میں شامل ہوگیا۔ مگر مقدونوی فاتح کو بیسوس کے تعاقب کی دھن لگی ہوئی تھی جو سگدیانا (سغد) میں بھاگ کر جا چھپا تھا۔ یہ وہ علاقہ ہے جو دریائے جیحون اور سیحوں کے درمیان سگد (سغد) ندی کے نام پر "سگدیانا" کہلاتا تھا حالانکہ خود یہ ندی سیحون تک پہنچتے پہنچتے ریگستان میں خشک ہو جاتی ہے سکندر کو دو تین دن تک اسی تپتی زمین میں سفر کرنا پڑا اور جب وہ خستہ و مضمحل دریا کے کنارے پہنچا تو

---

[1] قرطاجنہ کا نامور سپہ سالار جس نے ہسپانیہ اور فرانس سے گزر کر کوہستان الپس کو عبور کیا اور ۲۱۸ ق م میں اطالیہ پر فوج کشی کی تھی۔ مترجم

معلوم ہوا کہ مفرور حریف نے تمام کشتیاں جلا ڈالی ہیں۔ ناچار مقدونی بادشاہ کو اپنی فوج مشکوں کے ذریعے دریا کے پار اُتارنی پڑی اور یہ دقیانوسی طریقہ اب تک وسط ایشیا میں رائج ہے۔ لیکن یونانی سپاہیوں نے اس میں بھی اتنی جدت ضرور کی تھی کہ مشکوں کو ہوا سے پھلانے کی بجائے گھاس پھونس سے بھر لیا تھا۔ بہرحال انہوں نے **کلیف** پر دریا عبور کیا۔ اور **مراکندا** کی طرف بڑھے اور یہ پہچان لینا کچھ دشوار نہیں کہ یہ **سمرقند** کا پرانا نام تھا۔

سگدیانا کے لوگ **بیسوس** کے حلیف تھے مگر اب اُنہوں نے اپنا ملک بچانے کی خاطر اُسے گرفتار کرکے سکندر کے حوالے کردینے پر آمادگی ظاہر کی، اور سکندر نے **لاگس** کے بیٹے **ٹالمی** (بطلیموس)، کو ۶ ہزار آدمی دے کر **بیسوس** کو لانیکے واسطے روانہ کیا۔ پھر سکندر کے حکم سے اس ایرانی سردار کو مشکیں باندھکر برہنہ اُس راستے پر کھڑا کردیا جدھر سے فوج گذرنے والی تھی اس رسوائی کے بعد اُس کے تازیانے لگائے اور **بلخ** میں بھیجدیا کہ آخری فیصلے کا ابھی وہاں انتظار کرے۔

یہ مقصد پورا ہونے کے باوجود **سکندر** نے اپنی پیش قدمی نہ روکی۔ وہ **سگدیانا** کو اپنی قلمرو میں شامل کرنیکا ارادہ کرچکا تھا اور اب سیحوں کی بجائے **جیحوں** کو اپنی سلطنت کی سرحد بنانا چاہتا تھا چنانچہ **سمرقند** پر قبضہ کرنے اور فوج متعین کرنے کے بعد وہ اُسی راستے سے آگے بڑھا جسے قدرت نے گویا ازل سے ان پہاڑوں میں کاٹکر تیار کردیا ہے۔ یہ راستہ **جیحوں** کے کنارے اُس مقام پر پہنچتا ہے جہاں یہ دریا **فرغانہ** کی

برفانی وادی سے نکلتا اور خم کھاکر ترکستانی میدانوں میں داخل ہوتا ہے۔ جنگی لحاظ سے یہ مقام نہایت اہم تھا کیونکہ جنوب مشرقی ایشیا اور ملک چین کے درمیان آمد و رفت کا سب سے بڑا پھاٹک **فرغانہ** ہے جس کا کوہستانی درہ کوہ **تیان شان** کے اوپر سے شروع ہوتا ہے۔ اور اُس کا دوسرا مُنہ نیچے جاکر سرزمین **کاشغر** میں کھلتا ہے۔ سکندر کی موقع شناس نگاہ نے اسی جگہ اپنی حد قائم کرنے کا فیصلہ کیا (۳۲۹ ق م)۔ اور دریا کے کنارے "سکندریہ اسکاتی" (یعنی منتہا) نامی شہر کی بنیاد رکھی گئی جو آجکل **خجند** کے نام سے موسوم ہے۔

سکندر نے **اراکوسیہ** اور **باختریہ** کو اتنی آسانی سے فتح کرلیا تھا کہ اس کے نزدیک **سیحون** کے پار اس کا کوئی مقابلہ کرنے والا ہی نہ ہوسکتا تھا۔ لیکن جس وقت وہ اپنے نئے شہر کا نقشہ تیار کررہا تھا، یکایک **سگدیانا** کی بغاوت اور **سمرقند** میں مقدونی سپاہ کے گھرجانے کی اطلاع ملی۔ باغیوں نے صحرائی علاقوں میں ہرکارے دوڑادئے تھے۔ اور **سینتھیہ** اور **مساگتی** کے بدوی قبائل جوق در جوق چلے آتے تھے کہ یونانی حملہ آور کو مارکر نکال دیں۔ غرض سکندر کے لئے ہر طرف سامانِ خوف و تشویش پیدا ہوگیا تھا۔ لیکن وہ نہایت دلیری کے ساتھ اوّل **سگدیانا** کے قلعوں پر حملہ آور ہوا اور دو دن میں پانچ قلعے چھین کر آگ لگادی۔ اوروں نے یہ نوبت آنے سے پہلے ہتیار رکھدئے اور وہاں کے باشندے پا بہ زنجیر لائے گئے۔

کہ سکندر کا نیا شہر بسانے میں شریک ہوں؛

اب سمرقند کو محاصرے سے نجات دلانے کا مرحلہ درپیش تھا لیکن اس طرف متوجہ ہونے سے پہلے ایک تازہ خطرہ یہ پیدا ہوگیا کہ سیتھی قبائل ہر طرف سے آکر جیحوں کے کنارے پر جمع ہونے لگے اور اس تاک میں تھے کہ اہلِ مقدونیہ، سمرقند کی طرف بڑھیں تو دریا عبور کرکے اُن کے عقب سے حملہ آور ہوں اور انھیں حیران و پریشان کرتے رہیں؛ پس جبتک دریا کا بندوبست اور ان وحشیوں کا سدِّباب نہ ہوجائے سمرقند کی طرف کوچ نہیں کیا جاسکتا تھا اسی نظر سے سکندر نے صرف ۲۰ دن کے قلیل عرصے میں سکندریہ ایسکاتی کے گرد کچّی اینٹوں کی دیوار چُن کر بسنے کے قابل بنادیا اور پھر دریا اُتر کر ان وحشیوں سے مقابلے کا تہیّہ کیا کیونکہ وہ اس عرصے میں دوسرے کنارے پر دور تک پھیل گئے تھے اور سکندر کی فوج کو طرح طرح سے چڑاتے اور شور مچاتے تھے۔ لیکن جس وقت اس کنارے پر منجنیقیں نصب ہوگئیں تو یہ صحرائی گلہ بان اتنی دور سے سنگ و پیکان برستے دیکھکر بہت گھبرائے، اور جب اُن کا ایک شہسوار چوٹ کھاکر گھوڑے سے گرا تو وہ کنارہ چھوڑ کے ہٹ گئے اُن کا ہٹنا تھا کہ سکندر کی فوج دریا کے پار اُتر گئی اور حملہ کرکے انھیں بھگادیا؛

پھر سکندر نے اپنی سوار فوج سے صحرا میں بہت دور تک اُن کا تعاقب کیا۔ اور ادھر سے اطمینان حاصل کرکے وہ صحرا میں یلغار کرتا ہوا سمرقند پہنچا۔ اور اُسے رستگاری دلانے کے بعد

سگدیانا کو ایک سرے سے دوسرے سرے تک پامال کرتا ہوا نکل گیا۔ پھر جنوب مغرب کی طرف سیحوں اُتر کے غربی باختریہ کے شہر زریاسپہ میں آگیا اور یہیں اُس نے موسیم سرما بسر کیا۔

۳۱۶

زریاسپہ میں دارا کے قاتل بیسوس کی باضابطہ تحقیقاتِ جرم کی گئی اور یہ سزا تجویز ہوئی کہ ناک کان کاٹ کر پہلے اسے ہمدان بھیجدیا جائے اور وہاں سولی دیدیجائے (۳۲۸ ق م)۔ اعضا کی یہ قطع و برید ہماری طرح قدیم اہلِ یونان کی نظر میں بھی وحشیانہ سزا تھی۔لیکن سکندر نے سمجھ لیا تھا کہ مشرق میں حکومت کرنی ہے تو وہیں کے بادشاہوں کی شان بنانی چاہیئے اور اُسی قسم کا طریقِ سیاست بھی اختیار کرنا چاہیئے جس کے اہل مشرق خوگر ہیں۔ خود یونانی خیالات اُن کے دلنشین کرنے کی صورت یہی تھی کہ آدمی پہلے اُنکے رنگ میں رنگ جائے۔پس یونانی فاتح نے ایرانی شہنشاہوں کا بھیس بھرا، انہی کے جاہ و جلال اور طمطراق کا سامان گرد و پیش جمع کیا، انہی کی طرح اپنی مشرقی رعایا سے زمیں بوسی اور غلامانہ تعظیم کرائی اور انہی کی مثل ظلِ الٰہی ہونے کا دعویٰ کرتا تھا لہذا اِس موقع پر بادشاہ کے قاتل بیسوس کو جو عبرت انگیز سزا دی گئی وہ انہی ایشیائی اصول کے مطابق تھی اور سکندر نے یونانی بنکر نہیں، بلکہ دارائے ایران کا جانشین بنکر یہ فیصلہ صادر کیا تھا۔

مگر خرابی یہ تھی کہ مشرقی سلاطین کی یہ تقلید اور سکندر کا ایرانیوں کو موردِ التفات بنانا، اہل مقدونیہ کی نظر میں خار تھا وہ اپنے بادشاہ کو دل سے عزیز رکھتے تھے اور اُس کی فتوحات میں حق رفاقت ادا کرنے پر نازاں تھے۔ لیکن یہ باتیں دیکھکر

انہیں ایسا معلوم ہوتا تھا کہ گویا اب سکندر وہ سکندر ہی نہیں رہا جو گرانی کوس کی ندّی کو فاتحانہ عبور کرتے وقت اُن کا سپہ سالار تھا۔ بلکہ خوشامدی ایشیائیوں پر فرمانروائی کرنے کی بدولت اُس کی حالت بالکل بدل گئی اور اس تغیر کا عملی ظہور اُسی وقت نظر آنے لگا تھا جب کہ اُس نے اپنے معتمد علیہ اور قدیم سپہ سالار پارمنیو کی جان لی۔

اتفاق سے انہی دنوں ایک ناشدنی واقعے نے دل برداشتہ اہلِ مقدونیہ کا ترجمان بھی پیدا کردیا۔ شرح اس اجمال کی یہ ہے کہ جب سگدیانا میں بغاوت کی تگ و دو سُن کر سکندر کو پھر ایک مرتبہ سیحوں کے پار آنا۔ اور کچھ عرصے تک سمرقند میں رہنا پڑا (۳۲۷ ق م) تو سیحوں کے ان علاقوں میں فوج کے طویل قیام کا سب سے نامبارک نتیجہ یہ ہوا کہ اُس کے آدمیوں میں عام طور پر شراب خواری کی عادتِ بد ترقی کرگئی کیونکہ گرمی میں یہاں کی خشک آب و ہوا اکثر تشنگی سے بیتاب کردیتی تھی اور اگر اہلِ مقدونیہ کو خراب پانی پی پی کر بیمار ہونا نہ تھا تو وہ شراب ہی سے اپنی پیاس بجھاسکتے تھے۔ خود سکندر اسی زمانے سے زیادہ اور بار بار پینے کا عادی ہوگیا تھا ایک رات سمرقند کے قلعے میں یہی شغلِ قدح خواری بہت رات گئے تک جاری رہا۔ بعض یونانی ادیب جو سکندر کے ہم رکاب اور جلسے میں شریک تھے، اُس کی تعریف میں زمین آسمان کے قلابے ملانے لگے اور خود ڈایوسکوری[۱] پر اُس کو ترجیح دینے لگے

[۱] ڈایوسکوری یعنی زئیس دیوتا کے بیٹے کاسٹر اور پولاکس، جن کی سورما بنا کر پرستش کی جاتی تھی۔ مترجم۔

جن کی یادگار میں آج کا تہوار منایا جارہا تھا، اس کی تردید کرنے (جو یونانیوں کے مذہب میں کفر تھا) اُس کا رضاعی بھائی **کلی توس** کہ شراب کے نشے میں سرشار تھا، دفعتہً اپنی جگہ سے اُٹھا اور جب ایک دفعہ زبان کھُلی تو پھر اُسی رَو میں جو جو کچھ منہ میں آیا کہتا چلاگیا۔ مثلاً کہنے لگا کہ سکندر کی یہ تمام فتوحات محض ایسے مقدونی جانبازوں کا صدقہ ہے جیسے **پارمنیو** اور **فلوتاس** تھے اور **گرانی کوس** کی جنگ میں خود میں نے اُس کی جان بچائی۔" یہ تقریر سُن کر سکندر طیش سے بیتاب ہوگیا اور کھڑے ہو کر مقدونوی زبان میں اپنے سپاہیوں کو آواز دی۔ لیکن اُسے نشے میں برافروختہ دیکھکر کسی نے حکم کی تعمیل نہ کی۔ **بطلیموس** (ٹالمی) اور بعض احباب نے **کلی توس** کو کھینچکر کمرے سے باہر کردیا۔ کچھ اور لوگ سکندر کا غصّہ دھیما کرنے لگے لیکن تھوڑی ہی دیر میں **کلی توس** پھر کمرے میں داخل ہوا اور دروازے ہی سے **یوری پڈیز** کے بعض اہانت آمیز شعر چلّا چلّا کے پڑھنے لگا جن کا مفہوم یہ تھا کہ فوج لڑتی ہے اور نام سردار کا ہوتا ہے"۔ اب بادشاہ کو تاب نہ آئی اُس نے لپک کر ایک پہرے والے سے برچھی چھین لی اور اپنے کوکا کو بیندھ کے گرادیا! واقعے کے بعد رنج و پشیمانی کی باری تھی۔ خونی بادشاہ اپنے خیمے میں سب سے الگ پڑا ہوا، دوستوں کے قتل پر خود اپنی موت کی دعائیں مانگتا اور غم و غصہ کرتا رہا۔ اور تین دن دانا پانی سب حرام کرلیا۔

باختریہ اور **سگدیانا** کے مغربی علاقوں میں اور کچھ عرصے تک

لڑائیاں ہوتی رہیں یہانتک کہ سکندر کی فتوحات سے مرعوب ہوکر سیتھیوں نے خود اپنے سب سے ممتاز سردار سپتیامنیس کو مارڈالا کہ سکندر کی خوشنودی حاصل ہو۔ اس کے بعد سگدیانا کے صرف جنوب مشرقی کوہستانی علاقوں کی فتح باقی رہ گئی۔ اس کے درپے وہ پہاڑی قلعہ تھا جہاں اُکسیارتیس راستہ روکے پڑا تھا اور اس کو اہلِ مقدونیہ نے رات کے وقت بہ ہزار دشواری چڑھکر فتح کیا۔ قیدیوں میں اُکسیارتیس کی جوان بیٹی رُکسانہ (روشنک) بھی تھی جس کے حُسن و تمیز نے سکندر کو اپنا والہ و شیدا بنالیا۔ وہ جانتا تھا کہ ایک غیر یونانی امیرزادی کے ساتھ شادی اُسے اپنے مغرور ہم وطنوں میں مطعون کردے گی۔ باین ہمہ اُس نے جو ارادہ کرلیا تھا اُسے پورا کیا اور واپس باختر پہنچکر بڑی دھوم سے شادی کی۔ گویا یورپ و ایشیا کو ایک رشتے میں منسلک کردیا۔

معلوم ہوتا ہے اُسی زمانے میں یہ کوشش بھی ہوئی تھی کہ درباری مراسم و آداب سب کے لئے یکساں ہوں اور ایرانی امراء جس قسم کی تعظیم اور زمیں بوسی کرائی جاتی ہے اہلِ مقدونیہ کو بھی اس کا پابند بنایا جائے۔ اس بدعت کی سب سے زیادہ جس نے مخالفت کی وہ حکیم ارسطو کا بھتیجا کالس تنیس تھا جو سکندری محاربات کی تاریخ تیار کررہا تھا۔ اور اسی آزادانہ مخالفت کی وجہ سے موردِ عتاب ہوا۔ مقدونی امیرزادوں کی جو بادشاہ کی خواصی میں رہتے تھے، تعلیم و تربیت بھی کالس تنیس کے فرائض میں داخل تھی۔ اتفاق سے انہی میں ایک نوجوان ہرمولوس نامی نے

یہ حماقت کی کہ شکار میں بادشاہ سے پہلے بڑھ کر سور کو مار دیا اس بدتہذیبی کی سزا میں اس کے کئی درے لگے۔ اور سواری کا گھوڑا لے لیا گیا یہ ایسی بے عزتی تھی کہ ہرمولوس کے دل میں گرہ پڑگئی اور اُس نے بعض رفیقوں کے ساتھ مل کر سکندر کو سوتے میں جان سے مارنے کا منصوبہ کیا۔ مگر اس کی مخبری ہوگئی، سازشی گرفتار کرلئے گئے اور تمام فوج نے مل کر اُن کے لئے قتل کی سزا تجویز کی۔ ان کے ساتھ کالیس تنیس کو بھی شرکت کا الزام دے کے، سولی پر لٹکا دیا گیا۔

ابھی گرمی کا موسم ختم نہ ہوا تھا کہ سکندر نے باختر کو خیر باد کہی اور فتح ہند کے ارادے سے چل کھڑا ہوا۔ دارا کی موت کے بعد تین سال کے اندر اندر مغربی فاتح ایک طرف افغانستان اور دوسری طرف دریائے جیحوں تک تمام علاقہ فتح کرچکا تھا۔ دریائے سیحوں کے شمالی علاقے حال میں دولتِ روس نے اپنے زیرنگیں کئے ہیں۔ مگر سب سے پہلا فرنگی جس نے دو ہزار برس قبل ان علاقوں پر حملہ کیا سکندر تھا۔ اسی طرح سکندر کو شمال مغربی ہند کی فتح میں جہاں وہ مہم لے کے اب روانہ ہوتا ہے انگریزوں پر فخرِ تقدم حاصل ہے۔

۲۔ "فتح ہند"

بلخ سے افغانستان آتے میں بظاہر وہ کابل کی بڑی شاہ راہ سے واپس ہوا۔ اور اس شہر کو اگر اُس نے آباد نہیں کیا

تو کم سے کم اُس کا نام تو ضرور بدل کر نیکیا کر دیا تھا۔ یہاں وہ
وسطِ نومبر تک مقیم اور آگے بڑھنے کی تیاری میں مصروف رہا۔
اُس نے فوج کا معقول حصہ **باختریہ** میں چھوڑ دیا تھا لیکن اُس
تعداد سے بھی زیادہ، یعنی وہیں کے ایشائیوں کی تیس ہزار تازہ سپاہ
فراہم کر لی تھی اور ہندوستان پر جس لشکر کو لے کر چلا ہے وہ
کم سے کم اُس فوج سے دُگنا تھا، جس نے سات برس پہلے **دردانیال**
کو عبور کیا اور ایشیا پر چڑھائی کی تھی؛

اس دوران میں جہاں خیمے ڈال دیئے وہیں سکندر کا پایہ تخت
اور سلطنتِ مقدونیہ کا مرکز بن جاتا تھا۔ گویا ایک وسیع شہر تھا
جو اُس کے ساتھ وسط ایشیا کے پہاڑ اور دریا پھلانگتا چلا آتا تھا
ہر شئے اور ہر طبقے کے آدمی اُس میں موجود تھے معمار، طبیب
نجومی، دلّال، ادیب، شعرا، مطرب، نقال، کرتبی، منشی، متصدی، درباری
مصاحب، اور عورتوں، اور غلاموں کا ایک پورا لشکر ساتھ تھا؛
دربار ایران کی تقلید میں، سکندری دربار کا بھی باقاعدہ روزنامچہ
لکھا جاتا تھا اور یہ خدمت شاہی دبیر **یومنیس** باشندہ کاردیہ
کے سپرد تھی؛

گمانِ غالب یہ ہے کہ سکندر کے ذہن میں ہندوستان کی
فتح کے صرف یہ معنی تھے کہ دریائے **کوفن** (یعنی دریائے کابل)
اور سندھ کے طاس تک تسلّط کر لیا جائے۔ جزیرہ نمائے ہند کی
وسعت و ہیئت کا اُسے مطلق علم نہ تھا۔ البتہ یہاں کے عجائبات
کے فسانے سُن سُن کر یونانی حملہ آور ہندوستان دیکھنے کے بہت مشتاق

تھے۔ وہ اس کو دنیا کا مشرقی کنارا سمجھتے تھے۔ جس کے بعد اوشانوس کا پانی آجاتا ہے۔ اور انہوں نے سُنا تھا کہ یہ نیک باشندوں کا ملک ہے جس میں عجیب عجیب قسم کے جانور اور درخت ہوتے ہیں اور جس میں کثرتِ زر و جواہرات سے بے حساب دولت موجود ہے۔

سکندر کے حملے کے وقت (۳۲۷ ق م) شمال مغربی ہند بہت سی چھوٹی چھوٹی ریاستوں میں منقسم تھا۔ جہلم و سندھ کے درمیان شمالی اضلاع پر اومفیس کی حکومت تھی جس کی راج دھانی ٹکسیلا میں تھی۔ یہ شہر موجودہ راولپنڈی سے کچھ اوپر دریائے سندھ کے قریب واقع تھا۔ اسی راجہ کا بھائی ہزارے اور کشمیر کے بعض قریبی اضلاع کا حاکم تھا جہلم کے پار راجہ پورس کی طاقتور حکومت دریائے چناب تک پھیلی ہوئی تھی۔ اس کے آگے راوی و بیاس کے علاقوں میں متعدد ریاستیں تھیں اور بعض مقامات پر اس قسم کے آزاد باشندے بھی آباد تھے جن کا کوئی بادشاہ نہ تھا، اور اُنھیں کسی انسان کے سامنے سر جھکانا نہ پڑتا تھا۔ مگر ان ریاستوں میں باہم اشتراک یا اتحاد کی صلاحیت نہ تھی اور اس لئے حملہ آور کو کسی جتھے کی طرف سے مزاحمت کا خطرہ نہ تھا۔ بلکہ بہت سی ریاستیں باہمی رقابت و حسد کی بدولت اپنے ہمسایوں کے خلاف خود اغیار کا خیر مقدم کرنے پر آمادہ تھیں۔ چنانچہ ٹکسیلا کے راجہ نے نیکیا (کابل) ہی میں سکندر کا حلقۂ اطاعت کان میں ڈالا اور ہندوستان کی فتح میں مدد کا اقرار کرلیا تھا۔

کابل کی سطح مرتفع سے پنجاب آنے کا سیدھا راستہ وہ تھا


ریگستان
شمال مغربی ہند
میل
تکسیلا
دریائے ستلج
بیاس
سکندریہ
(اچھ)

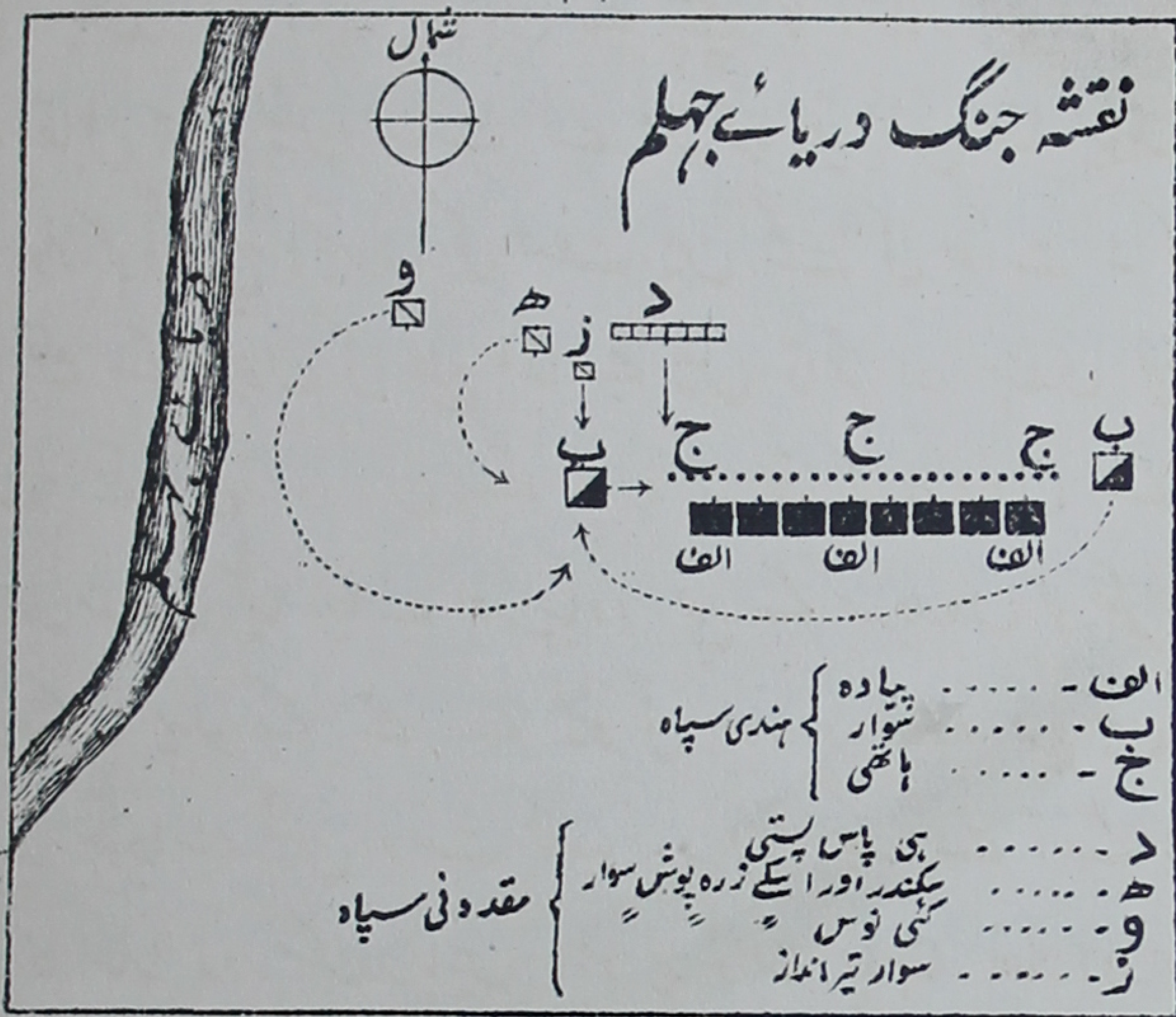
جو دریائے کابل کے دائیں کنارے کنارے خیبر کے مشہور درے سے گزرتا ہے لیکن جبتک یہ ذریعہ آمد ورفت پوری طرح محفوظ نہ ہو جائے سکندر آگے نہ بڑھ سکتا تھا اور اس غرض کے لئے کوہستان ہمالہ کی بلند و وسیع مغربی شاخوں میں دریائے کابل کی بائیں وادیوں پر بھی تسلط کرنا ضروری ہوا۔

اغراضِ جنگ کے لئے سکندر نے اپنی فوج کو دو حصوں میں منقسم کردیا ہفیس شیان خیبر کے درے سے دریائے سندھ کی طرف آگے روانہ ہوا کہ دریا پر پُل بنوائے اور خود بادشاہ باقی فوج لے کے شمال کے دشوار گزار علاقوں میں گھس گیا اور سردی کا تمام موسم چترال کے بعید علاقے کنار اور وادی پنج کار و سوات کی جنگجو پہاڑی قوموں سے لڑنے میں گزارا اور اتنی شدید سرمائی جنگ کے بعد فوج کو سندھ کے بائیں کنارے پر فصلِ بہار تک آرام لینے کا موقع دیا۔ پھر مذہبی تہوار منانے کے بعد دریا اُتر کے ٹکسیلا آیا جہاں کے راجہ اور متعدد روساء نے نیازمندانہ حیثیت سے بڑی شان و شوکت کے ساتھ خیر مقدم کیا۔ سندھ کے مغرب میں جس قدر علاقے تھے اُن سب کی اب ایک علیحدہ ولایت یا "ست راپی" بنادی گئی اور فلپ پسر مکاتاس یہاں کا صوبے دار مقرر ہوا۔ ٹکسیلا اور سندھ کے مشرق میں بعض مقامات پر مقدونی سپاہ متعین کردی گئی تھی فلپ ہی ان کا بھی سپہ سالار تھا لیکن ان سب انتظامات سے یہ بات صاف مترشح ہے کہ سکندر اپنی سلطنت کی مشرقی حدود دریائے سندھ کو بنانا چاہتا تھا اور اُس کے آگے نئے صوبے یا مقبوضات

حاصل کرنے کا ارادہ نہ تھا بلکہ دریا کے اِدھر صرف یہ چاہتا تھا کہ دیسی ریاستیں اُس کی باج گزار رہیں۔

اس کے بعد **سکندر** نے دریائے جہلم کی طرف کوچ کیا (۳۲۶ ق م) راجہ **پورس** نے تیس چالیس ہزار کے قریب فوج فراہم کرلی تھی اور دریا کے بائیں کنارے پر خیمہ زن تھا کہ عبور کرنے سے روکے۔ سفر میں اس ملک کی بارشوں نے بہت وقت اور تاخیر پیدا کی۔ لیکن آخرکار حملہ آور دریا کے دائیں کنارے پر آپہنچے اور سامنے کے کنارے پر اپنی آنکھوں سے **پورس** کی صف جنگ دیکھی جس کے آگے بہت سے جنگی ہاتھی کھڑے تھے اور اس لشکر کے سامنے دریا کو اُترنے کا خیال ہی بیکار تھا کیونکہ ہاتھیوں کی بو اور چنگھاڑ کی گھوڑے تاب نہ لاسکتے تھے اور یقیناً دریا میں ڈوب جاتے۔ دوسرے کنارے کی چکنی مٹی پر پاؤں جمنا دشوار تھا۔ اور ایسی حالت میں کہ اِدھر سے غنیم تیر وپیکاں کی بوچھار کررہا ہو کنارے پر چڑھنا نہایت مخدوش ہوتا۔ اس مقام کے قریب جہاں جہاں دریا پایاب تھا وہاں بھی راجہ کا پہرہ لگا ہوا تھا پس سکندر نے اول دشمن کو دھوکے سے حیران پریشان کرنے کی تدبیر کی اور ہر رات کو اس کے لشکر میں اس قسم کی تیاریاں ہوتی نظر آتیں کہ گویا آج یونانی ضرور دریا کو اُترنے کی کوشش کریں گے۔ ہندوستانی سپاہی بارش اور آندھی میں رات رات بھر کھڑے رہتے حالانکہ سکندر کا منصوبہ ہی کچھ اور تھا اور **پورس** کو غافل پاکر آخر اُس نے وہ پورا کرلیا؎

جس جگہ لشکر کا پڑاؤ تھا اُس سے سولہ میل اوپر جہلم نے مغرب کی طرف خم کھایا ہے اور یہاں دائیں کنارے کو گھنے درختوں نے نظر سے چھپا رکھا تھا۔ اسی جگہ دریا کے زاویے کے اندر ایک چھوٹا سا ٹاپو بنگیا ہے اور اُس پر بھی گھنا جنگل کھڑا تھا۔ اسی مقام سے سکندر نے دریا اُترنے کا قصد کیا اور کشتیوں کے الگ الگ تختے بھجکر جنگل کی آڑ میں انھیں پھر جُڑوالیا۔ ان کے علاوہ پھونس بھر بھر کر بہت سی مشکیں تیار کرالیں اور جب کام کا وقت آیا تو دور سے چکّر دے کے تاکہ دشمن اُسے نہ دیکھ سکے وہ کچھ فوجیں دریا کے خم تک لے آیا اور لشکر کی حفاظت کے لئے سپاہیوں کی کافی تعداد کراترِوس کے ماتحت پڑاؤ پر چھوڑی۔ مقررہ مقام پر سکندر اندھیرا ہونے کے بعد پہنچا اور اس طوفانی رات میں اپنے سامنے دریا عبور کرنے کی تیاری اور انتظام کرتا رہا۔ برسات کی وجہ سے دریا چڑھا ہوا تھا مگر صبح ہونے سے پہلے فوجوں نے اُسے عبور کرنا شروع کیا اور سکندر تیس چپّو کی کشتی میں خود سب سے آگے تھا۔ دریا کے ٹاپو سے وہ بخیر و عافیت گزر گئے لیکن کنارے تک پہنچنے نہ پائے تھے کہ ہندی جاسوسوں نے اُنھیں دیکھ لیا۔ تاہم پوری فوج صحیح سلامت دریا کے پار ہوگئی اور لڑائی کے واسطے جو سکندر کی عمر میں تیسری سب سے بڑی لڑائی تھی صف بندی ہونے لگی۔ اس مہم کو زرہ پوش سواروں کے بغیر سر کرنا تھا اور اُس کے پاس کل دس ہزار پیادے اور پانچ ہزار نیم مسلّح سوار تھے جن میں ایک ہزار سیتھی تیر انداز بھی شامل ہیں؁



سکندر اپنے سواروں کو لیکر پورس کے لشکرگاہ کی طرف تیزی سے چلا تھا کہ خود راجہ اپنی فوج لئے مقابلے کو بڑھا اور کچھ جمعیت اپنی لشکرگاہ میں چھوڑی کہ اگر کراتروس سامنے سے دریا اُترنے کی کوشش کرے تو اُسے وہیں روک لے۔ پھر جب وہ دریا کی ریتی تک پہنچا جہاں اس کی رتھیں اور سوار بخوبی حرکت کرسکتے تھے تو اُس نے رُک کر صفِ جنگ درست کی اور سب سے آگے اپنے دوسو ہاتھیوں کی قطار لگائی۔ ہر ہاتھی کو بیچ میں ۳۰، ۳۲ گز فصل چھوڑ کر کھڑا کیا تھا اور اُن کے عقب میں ذرا فاصلے سے پیادوں کے صف بستہ تھے جن کی تعداد اگر زیادہ نہیں تو کم سے کم

۲۰ ہزار تھی۔ بازوؤں پر سوار فوج تھی اور اس کا شمار شاید ۴ ہزار
تھا، سکندر نے اپنے پیادوں کے پہنچنے کا انتظار کیا اور انھیں ہاتھیوں
کے مقابل جمایا۔ لیکن سامنے سے حملہ کرنا غیر ممکن تھا۔ کیونکہ پیادہ
یا سوار کوئی فوج ہاتھیوں کی صف میں گھسنے کی جرأت نہ کرسکتی تھی
جو قلعے کے بُرجوں کی طرح مقابلے میں قائم اور ہندی فوج کی اصلی
قوت تھے۔ پس سوا اس کے چارہ نہ تھا کہ بازوؤں کے سواروں
پر حملہ شروع کیا جائے اور پیادہ فوج کے سرداروں کو حکم دیدیا گیا تھا
کہ جبتک پہلو کے حملے سے غنیم کی سوار و پیادہ فوج میں انتشار
نہ پیدا ہوجائے اُس وقت تک وہ اپنی جگہ سے آگے نہ بڑھیں
حملے کا سارا زور سکندر بائیں بازو پر ڈالنا چاہتا تھا۔ اور شاید اسکا
سبب یہ تھا کہ غنیم کا یہ بازو دریا کے کنارے کی طرف تھا اور
اُس تک سکندر کی وہ فوجیں جو دریا کے دوسری طرف تھیں،
کسی قدر آسانی سے پہنچ سکتی تھیں۔ بہر حال سکندر نے اپنی تمام
سوار فوج اسی رُخ جمع کرلی اور ایک دستے پر **کینوس** کو سردار
مقرر کیا جس نے حسب مراد وہ جگہ حاصل کرلی کہ ہیرے کا چکر
دے کے غنیم کی پشت پر حملہ کرسکتا تھا اور اگر اُدھر کوئی مدد آئے
تو اُسے بیچ ہی میں روک سکتا تھا۔ **پورس** کے میسرے کے سوار
ابھی تک آگے پیچھے عمودی قطار میں تھے اور انھیں پھیل کر سامنے
صف بنانے کا وقت نہ ملا تھا کہ سیتھی تیر اندازوں نے سیدھے میں
بڑھ کر تیروں سے انھیں پریشان کردیا اور خود **سکندر** باقی سواروں
کو تیر اندازوں اور **کینوس** کے بیچ میں سے لیکر نکلا کہ غنیم کے پہلو پر

جا پڑے ۔

پورس نے سخت غلطی یہ کی کہ خود حملہ کرنے کی بجائے دشمن کو حملے کا موقع دیا۔ اور اب مجبوراً اسے اپنے سواروں کو وائیں بازو سے سیمبٹ کر بیسرے کی مدد پر لانا پڑا لیکن کوئی نوس دریا کے کنارے کنارے چکر دے کے پہلے ہی آگے بڑھ آیا تھا۔ مدد کو آنے والوں پر اُس نے عقب سے حملہ کیا اور ہندی سواروں کو دو دشمنوں کے مقابلے میں دونوں طرف صف باندھنی پڑی۔ سکندر نے اس موقع پر اور دباؤ ڈالا اور وہ پسپا ہو کے اپنے ہاتھیوں کی آڑ لینے لگے۔ اُس طرف کے فیلبانوں نے یہ دیکھکر اپنے ہاتھی مقدونی سواروں پر ہُول دیئے اور اُن کا رخ مُڑتے ہی مقدونی پیادوں نے پہلو سے ان ہاتھیوں پر ہلّہ کیا لیکن ہاتھیوں کی باقی قطار ابھی اپنی جگہ پر سیدھی کھڑی تھی اور جسوقت اُس نے ریلا دیا تو یونانی پیادوں کی صفوں میں کھلبلی ڈالدی اور انھیں خوفناک تندی کے ساتھ مارنا اور کچلنا شروع کیا۔ اس کامیابی سے ہندی رسالے کی پھر ہمّت بندھ گئی اور اُس نے پرا باندھ کر حملہ کیا مگر مقدونی سواروں نے اُنھیں مار کر ہٹادیا اور وہ دوبارہ اپنے ہاتھیوں کے پیچھے چُھپنے لگے اس عرصے میں بہت سے ہاتھی زخمی ہوکر قابو سے باہر ہوگئے تھے اور بعض کے مہاوت بھی مارے جاچکے تھے لہذا اس گھمسان میں انھیں دوست دشمن کی کچھ تمیز نہ تھی اور اب وہ جدھر منہ اُٹھا صفوں کو روندتے اور کُچلتے چلے جاتے تھے اور چونکہ ہندی سپاہی ہر طرف سے گھِر کر ایک تنگ جگہ میں ہاتھیوں کے ارد گرد جمع ہوگئے تھے اس لئے زیادہ نقصان انہی کو پہنچا

اس کے برعکس مقدونی سپاہیوں کو یہ موقع حاصل تھا کہ ہاتھیوں پر پہلو اور عقب سے حملہ کریں اور جب وہ اُن پر پلٹیں تو پیچھے کے میدان میں ہٹ کر منتشر ہو جائیں۔ آخر ہاتھی دوڑتے دوڑتے شل ہو گئے اُن کے حملوں میں وہ زور شور نہ رہا اور **سکندر** نے دشمن کو گھیر کر دبانا شروع کیا۔ پیادوں کو اُس نے شانہ بشانہ مل کر ایک قطار میں بڑھنے کا حکم دیا اور خود رسالے کی صفیں جماکر پہلو پر لوٹ پڑا غنیم کے سوار پہلے ہی پریشان اور بے ترتیب ہو رہے تھے۔ اس دُہرے دھکیلے کی تاب نہ لائے اور گھر گھر کے مارے گئے۔ پھر مقدونی پرے نے ہندی پیادوں کو ریلا دیا اور تھوڑے ہی دیر میں ان کی صفیں ٹوٹ کر بھاگ کھڑی ہوئیں۔ اِدھر دریا کے دوسری جانب سے **کراتروس** اور دوسرے سرداروں نے غنیم کو مغلوب و فرار ہوتے دیکھا تو دریا کو بلا مزاحمت عبور کر آئے۔ اب **پورس** کی سپاہ کو ہر طرف شکست تھی، اُس کے اکثر جنگی ہاتھی یا مرے پڑے تھے یا بے فیلبان اودھر اُودھر بھٹک رہے تھے لیکن خود راجہ ابھی تک میدان میں ڈٹا ہوا تھا۔ بے شبہ اُس نے سپہ سالاری میں کوئی خاص قابلیت نہیں دکھائی۔ تاہم اُس کی ذاتی بہادری میں کچھ کلام نہیں کہ دارائے ایران کی طرح اُس نے لڑائی دگرگوں ہوتے دیکھکر بھی، پیٹھ نہیں پھیری۔ بلکہ جبتک داہنے شانے پر زخم نہ کھایا اُس وقت تک برابر اپنے دیو قامت فیلِ جنگی پر بیٹھا ہوا لڑتا رہا۔ زرہ بکتر سے اس کا صرف شانہ کھلا ہوا تھا۔ اور جب یہی حصۂ جسم مجروح ہوا تو وہ ہاتھی موڑ کر چلا۔ لیکن سکندر اُس کی

مردانگی دیکھکر اتنا خوش ہوا تھا کہ اُس نے ہرکارے دوڑا کے اُسے رکوایا اور وہ کہہ سُن کے اُسے واپس پھیر لائے۔ خود فاتح نے بوڑھے راجہ سے آگے بڑھکر ملاقات کی، اُس کا مردانہ حُسن اور قامتِ بلند دیکھکر نہایت متعجّب ہوا اور سوال کیا کہ اپنے ساتھ کیا سلوک چاہتے ہو؟ **پورس** نے کہا "بادشاہوں کا سا" سکندر نے کہا "یہ تو میں اپنی طرف سے کروں گا۔ لیکن تو بھی کچھ اپنی طرف سے طلب کر" **پورس** نے جواب دیا "یہ سب اُسی میں آگیا"

اور اس میں شُبہ نہیں کہ سکندر نے اپنے قیدی کے ساتھ شاہانہ برتاؤ کیا۔ یعنی نہ صرف اُس کی ریاست بجنسہ واپس کی بلکہ کچھ اور علاقہ بھی اُسے عنایت کیا۔ یہ شاہانہ بذل و کرم بہت گہری مصلحت پر مبنی تھا اور **سندھ** کے پار قیامِ امن و حکومت کی اس سے بہتر کوئی ضمانت نہ ہوسکتی تھی کہ یہاں دو متوسّط درجے کی طاقتیں ہمیشہ ایک دوسرے کی رقیب بنی رہیں؛ جس حدتک قرینِ مصلحت تھا، اُس قدر قوت وہ پہلے **ٹکسیلا** کے راجہ کو دے چکا تھا اب اُسکے ہم چشم **پورس** کو ریاست واگزاشت کرکے اُس نے مزید اطمینان کرلیا کہ وہ شاہِ مقدونیہ کی اطاعت سے انحراف نہ کرسکے؛ اس کے علاوہ میدانِ جنگ کے قریب، جہلم کے دونوں کناروں پر **ہفیس شیان** نے دو شہروں کی بنیاد رکھی کہ محکوم علاقوں میں فوجی چھاؤنیوں کا کام دیں۔ ان میں سے دائیں کنارے پر **بوسفالہ** سکندر کے عزیز گھوڑے کے نام سے موسوم ہوا جو غالباً لڑائی کے چند روز بعد مضمحل اور بوڑھا ہو کے اس مقام پر مرا تھا۔ دوسرے کا **نیکایا** یعنی فتح کا

شہر نام رکھا؛ ان شہروں کی تعمیر **کراتروس** کے حوالے کرکے سکندر نے ڈیڑھ میل سے زیادہ چوڑے دریا **چناب** کو عبور کیا اور راجہ پورس کے ہم نام بھتیجے کی سرحد میں داخل ہوا جو اُس کی آمد سُن کر فرار ہوگیا تھا سکندر نے اس کے جنوبی اضلاع اور نیز خود مختار شہروں کی تسخیر کے لئے **ہفیس شیان** کو روانہ کیا اور خود تعاقب چھوڑ کر **کاتھیوں** سے لڑنے چلا جن کی نسبت اطلاع ملی تھی کہ آزاد و جنگجو قوم ہے اور حملہ آوروں سے بغیر مقابلہ کئے نہ مانے گی۔ سکندر نے اُن کے صدر مقام **سانگلا** کو ہلہ کرکے چھین لیا۔ اور ان کا علاقہ بھی **پورس** کو بخش دیا اس طرح ملک پنجاب کے چار دوآبوں میں اگر سب سے بڑا قطعہ جو سندھ اور جہلم کے درمیان ہے ٹکسیلا کے راجہ **اومفیس** کے زیر فرمان تھا، تو جہلم و بیاس کے درمیان جو تین دوآبے ہیں وہ سب **پورس** کے حوالے کردیئے گئے تھے؛

اب سکندر بڑھکر اُس مقام سے کسی قدر شمال میں پہنچا جہاں **بیاس** دریائے **ستلج** سے مل جاتا ہے۔ اور گو وہ خود آگے بڑھنے اور دریائے گنگا تک ہندوستانی علاقے دیکھنے کا آرزومند تھا لیکن قسمت نے **بیاس** کو اُس کی کشورکشائی کی حد بنادیا تھا۔ اور اس کے راستے میں ایسی روک پیدا ہوی جس کا خیال تک نہ آیا تھا یعنی اہل مقدونیہ سالہاسال مصائبِ جنگ برداشت کرتے کرتے تنگ آگئے تھے۔ نامعلوم علاقوں میں پہیے کی طرح برابر لڑھکے جانیکی اب اُن میں ہمّت نہ تھی، اُن کے بہت سے ہم وطن ضائع ہوچکے تھے اور جو باقی تھے اُن میں بھی دم نہ تھا اور وہ قبل از وقت بوڑھے

ہو گئے تھے۔ دوسرے رہ رہ کے اپنے دیس کی یاد آتی تھی اور وہ گھر کی صورت دیکھنے کے لئے بیقرار تھے۔ ساحل بیاس پر اُنکے ہاتھ سے دامنِ صبر چھوٹ گیا۔ اور سب نے مل کر ارادہ کرلیا کہ اب آگے نہ بڑھیں گے۔ سکندر نے اپنے سرداروں کو جمع کیا اور اس جلسے میں کُئی نوس نے عام جذبات کی ترجمانی کی۔ بادشاہ ناراض ہو کے اپنے خیمے میں چلا گیا۔ اور دو دن تک مقدونوی رفقا کو صورت نہ دکھائی کہ شاید اسی سے اُن کے دل نرم ہو جائیں لیکن اہل مقدونیہ پشیمان نہ ہوئے نہ اپنے ارادے سے باز آئے۔

تیسرے دن سکندر نے دریا اُترنے کی بھینٹ دی اور کہنے لگا کہ کوئی بھی میرا ساتھ نہ دے گا تو میں تنہا آگے جاؤں گا مگر قربانیوں میں بُرا شگون نکلا اور ناچار اُس نے سپاہیوں کی بات مان لی۔ پھر جس وقت معلوم ہوا کہ بادشاہ نے آگے بڑھنے کا ارادہ چھوڑ دیا ہے تو اُس کے مضمحل سپاہی خوشی سے پھولے نہ سمائے اور بہت ایسے تھے جو فرطِ مسرت سے بے اختیار رونے لگے۔ انہوں نے بادشاہی خیمے کو گھیر لیا اور سکندر کو ہزاروں دعائیں دیتے تھے کہ وہ با اقبال جو آجتک کسی دشمن سے مغلوب نہ ہوا تھا آخر ایک مرتبہ اُس نے اپنے ہم وطنوں سے خود ہار مان لی ہے دریا کے کنارے کوہ اولمپس کے بارہ بڑے بڑے (یونانی) بتوں کے نام پر سکندر نے اس شکر گزاری میں بارہ نہایت بلند قربان گاہیں تعمیر کیں کہ ان دیوتاؤں کے فضل سے وہ بخیر و عافیت دنیا کی حدوں کے قریب تک پہنچا! واضح رہے کہ سکندر کے

خیال میں جس طرح بحر اوقیانوس زمین کی مغربی حد تھا اسی طرح مشرقی حد وہ سمندر تھا جس میں دریائے گنگا جاکے مل گیا ہے۔

سکندر کو اکثر اہل الرائے مجنون بتاتے ہیں کہ اُسے محض ملک فتح کرنے کی ہوس ہوگئی تھی جو کسی طرح سیر نہ ہوتی تھی ورنہ ان فتوحات کی اور کوئی خاص وجہ یا غرض نہ تھی۔ لیکن اگر زمین کی وہی شکل ہوتی جو اُس کے ذہن میں تھی تو سارے عالم کو زیر نگیں لانے میں شاید بیس برس کافی ہوتے۔ مشرق سے مغرب اور شمال سے جنوب تک اُسی کا سکّہ رواں ہوتا اور دنیا کے آباد حصوں میں جابجا اپنی یونانی نو آبادیاں بساکر ممکن تھا کہ وہ خدا کی زمین پر بالآخر ہر طرف امن و امان قائم کردے۔ دوسرے دریائے سندھ کی طرف پیش قدمی محض ہوس ملک ستانی پر مبنی نہ تھی بلکہ ہندوستان کے ساتھ تجارت کے واسطے ضروری تھا کہ یہاں کے راستے محفوظ ہوجائیں اور سندھ تک تمام علاقہ زیر تسلّط ہو جہاں پہاڑ کے وحشی قبائل کا راج تھا کہ جو جی چاہیں کریں۔ اور جب یہ علاقہ قبضے میں آگیا تو سرحدِ سندھ کی حفاظت کے لئے ضروری ہُوا کہ پنجاب کو فتح کیا جائے۔ ورنہ مقدونی فاتح کی ہوسِ کشور کشائی میں دراصل تجارت کی قومی اغراض مضمر تھیں۔

اب سکندر ہفیس شیان کو ساتھ لیتا ہوا دریائے جہلم کی طرف واپس روانہ ہوا۔ ہفیس شیان نے چناب پر ایک اور شہر کی بنیاد رکھی تھی اور کراتروس نے اس عرصے میں نہ صرف جنگ کے مقام پر دو شہر تعمیر کروئے تھے بلکہ کشتیوں کا ایک بڑا بیڑا بھی بنالیا تھا جسمیں کچھ فوجیں دریا کے راستے سندھ اور سمندر تک روانہ ہونے والی تھیں۔ بیڑے پر نیارگوس (نیارکس) کو سردار

بنا دیا گیا اور باقی فوج دریا کے دونوں کناروں پر ہفیس شیان اور کراتروس کے ماتحت روانہ ہوئی؛

اس کوچ میں صرف ملّیوں کی جنگ جو قوم نے یونانیوں کا سخت مقابلہ کیا اور انہی کے لشکر کثیر کو شکست دے کے جب سکندر تعاقب میں اُن کے صدر مقام تک پہنچا تو اُس پر ایک سخت حادثہ گزرا۔ غالباً یہ شہر موجودہ ملتان کے قریب کسی جگہ آباد تھا اور سکندر نے اُسے بآسانی فتح کرلیا تو غنیم نے اپنے قلعے میں پناہ لی قلعے کے دُھس پر چڑھنے کے واسطے دو سیڑھیاں منگائی گئیں مگر اوپر سے تیر اور پتھر برس رہے تھے اور ان کا لگانا دشوار تھا؛ اس میں دیر ہوئی تو سکندر کو صبر نہ آیا اور خود ایک سیڑھی چھین کر ڈھال کی آڑ میں دُھس پر چڑھ گیا۔ اُس کی وہ متبرک زرہ جو الیون کے مندر سے لایا تھا پیوکستاس کے پاس تھی اُس نے اور ایک شخص لیوناتوس نے بادشاہ کا ساتھ دیا اور ابریاس دوسری سیڑھی لگا کے چڑھ گیا سکندر نے اوپر پہنچکر جو ہندی اس مقام پر تھے اُنھیں نیچے پھینکدیا یا مار ڈالا۔ لیکن اب ہر طرف سے محصورین نے اس پر نرغہ کیا اور وار پہ وار پڑنے لگے۔ مقدونی پیادوں نے جب اپنے بادشاہ کو دمدمے کے اوپر دشمنوں میں اس طرح گھرا دیکھا تو دیوانہ وار دوڑے اور یکبارگی اتنے آدمی چڑھنے لگے کہ دونوں سیڑھیاں بوجھ سے ٹوٹ گئیں۔ اُس وقت تک صرف تین آدمی سکندر کے ساتھ دمدمے کے اوپر پہنچ سکے تھے۔ اور اس پہ دشمن کی پوری فوج کا ہجوم تھا اُس کے رفقا نے چلّانا شروع کیا کہ نیچے کود پڑو۔ مگر سکندر

اس کے جواب میں اُدھر کودنے کی بجائے دشمن کے وسط میں سیدھا پانوں کے بل کودا۔ اور دیوار کا سہارا لے کے تنِ تنہا دشمن کے انبوہ سے لڑنے لگا جو پہچان گئے تھے کہ بادشاہ یہی ہے؛ اُن کا سردار اور چند سپاہی اُس پر جھپٹ کر چلے تھے۔ اُنھیں سکندر نے اس جسارت کی سزا میں تلوار سے کاٹ دیا اور دو کو پتھروں سے گرا دیا، یہ دیکھکر باقی پیچھے ہٹ گئے اور دور ہی سے اس پر سنگ و پیکان کا مینہ برسا دیا۔ اس اثنار میں اُس کے تین ساتھی فصیل کے نگہبانوں کو مار کر مدد دینے نیچے کود پڑے تھے اور ابریاس تیر میں چھد کر مر چکا تھا۔ تھوڑی دیر میں خود سکندر کے سینے پر زخم آیا اور اتنا خون بہا کہ آخر کھڑا نہ رہا گیا۔ غشی طاری ہو گئی اور اُس نے گر کر ڈھال پر سر رکھ دیا۔ اس وقت پیوکستاس ٹروائے کی مقدس ڈھال لیکر خود سینہ سپر ہو گیا اور ایک پہلو سے لیوناتوس اتنی دیر تک وار بچاتا رہا کہ اور مقدونی پہنچ گئے۔ ان کے پاس سیڑھیاں نہ تھیں لیکن چند جانباز دیوار میں میخیں گاڑ کر جس طرح بن پڑا اوپر چڑھے اور اس بلوے کے اندر پھاند پڑے۔ ان میں سے بعض لڑتے بھڑتے قلعے کے ایک دروازے تک پہنچ گئے اور اُسے کھول دیا۔ مقدونی سپاہی جنھیں یقین ہو گیا تھا کہ بادشاہ مارا گیا، طیش و رنج سے از خود رفتہ ہو رہے تھے۔ قلعے کے اندر گھسے تو جوان و پیر، زن و بچہ، کسی متنفس کو زندہ نہ چھوڑا۔ لیکن زخم کاری ہونے کے باوجود سکندر جان سے بچ گیا تھا پھر بھی جب اس کے مرنے کی خبر اُڑی تو فوج کی اصلی جمعیت جو راوی و چناب کے سنگھم پر اس کے واپس آنے کی منتظر تھی

نہایت ہراساں اور سراسیمہ ہوگئی اور پھر اطمینان دلانے کی غرض سے جو خطوط بھیجے گئے اُن کا بھی اعتبار نہیں کیا اور سکندر کو حکم دینا پڑا کہ اسی بیماری کی حالت میں اُسے اُٹھا کے لے چلیں۔ چنانچہ دریائے راوی کے راستے روانہ ہوئے اور جب لشکرگاہ کے قریب پہنچے تو سکندر نے مسہری کی چھتری جو کشتی میں سایے کی غرض سے لگی ہوئی تھی اُتروا دی لیکن اس پر بھی سپاہی یہی شُبہہ کرتے رہے کہ شاید مسہری میں بادشاہ کی نعش رکھی ہے۔ یہانتک کہ کشتی کنارے سے آ لگی اور اُس نے اپنا ہاتھ ہلایا اور ساتھ ہی سارے لشکر میں خوشی کا غلغلہ بلند ہوا اور جب کنارے پر اُتارا تو تھوڑی دیر لوگ اُسے گھوڑے پر اور اونچا اُٹھائے رہے کہ سب اچھی طرح دیکھ لیں۔ پھر مزید اطمینان دلانیکے لئے وہ اپنے پانوں تھوڑی دور تک چلا۔

سکندر میں یہ بڑا عیب تھا کہ جنگ میں تلوار کی جھنکار سُنکر اتنا جوش میں آجاتا کہ اُسے اپنے فرائضِ سپہ سالاری کا ہوش نہ رہتا تھا اس جوشِ تہور کی بہت سی نظیریں ہیں اور اُس کے خطرناک نتائج کی سب سے نمایاں مثال وہ ہے جو اوپر ہماری نظر سے گزری۔ اور بے شُبہ سپہ سالار کا جان کو اس طرح جوکھوں میں ڈالنا اپنی فوج پر ظلم کرنا ہے۔

ملیّوں نے کامل اطاعت قبول کرلی اور زخم سے شفا یاب ہونے کے بعد سکندر کا بیڑا آگے روانہ ہوا۔ ہندی قبایل آتے اور اقبال مند فاتح کے حضور میں سر جُھکا دیتے اور ہندوستان کے خاص تحفے جیسے جواہرات، باریک کپڑا، پالتو شیر اور ببر لا لا کے

نذر کرتے تھے؛ اُس مقام پر جہاں پنجاب کے چاروں چھوٹے دریا سندھ کے زخار پانی میں آملے ہیں ایک نئی **سکندریہ** کی بنیاد رکھی گئی اور اس سے جنوب میں دوسری منزل، وہاں کے صدر شہر **سُگدی** میں ہوئی جو دریا کے کنارے آباد تھا۔ سکندر نے اُسے ازسرِنو یونانی بستی بنادیا اور کنارے پر کشتیوں کے لئے گھاٹ بنوائے اس شہر کا نام **سُگدی سکندریہ** ہوا اور ایک علیحدہ جنوبی ولایت کا اُسے مستقر قرار دیا گیا جس کی حدود ساحلِ سمندر تک پھیلتی تھیں؛ جہاں یہ شہر بسے تھے اُن مقامات کا اب سُراغ لگانا محال ہے کیونکہ سکندر کے زمانے کے بعد سے پنجاب کے دریا کہیں کے کہیں بہنے لگے ہیں اور اس سرزمین کی صورت ہی کچھ اور ہوگئی ہے؛

سندھ کی آباد اور مرفہ الحال ریاستوں میں شمالی ریاستوں سے ایک اہم فرق یہ تھا کہ یہاں کی حکومت میں برہمنوں کو بہت کچھ رسوخ حاصل تھا اور اسی قوم کے اثر سے سندھ کے رئیسوں نے یا تو سکندر کی کچھ پروا نہ کی اور یا اول اطاعت کرلی تو پھر چند ہی روز بعد منحرف ہو گئے یہی سبب تھا کہ وہ وسطِ گرما سے پہلے **پٹالا** نہ پہنچ سکا جو **بحرِ ہند** کے ساحل کے قریب واقع تھا۔ **اراکوسیہ** میں فساد کی خبر سُن کر یہیں سے **کراتروس** کو معقول حصۂ فوج دیکر آگے روانہ کردیا گیا کہ **درۂ بولان** سے گزر کر جنوبی افغانستان کا فساد فرو کرے اور پھر خلیج فارس کے دہانے کے قریب **کرمان** پر سکندر سے آملے جو خود بلوچستان کے راستے ایران کا عازم تھا۔ فوج کے کچھ اور دستے جہازوں میں بھیجے گئے تھے کہ سمندر سمندر

دریائے دجلہ کے دہانے تک آجائیں۔ پٹالا کو بادشاہ نے یہاں وہی کام لینے کے لئے منتخب کیا تھا جو مصر میں اُس کی سب سے مشہور سکندریہ انجام دیتی تھی۔ یعنی اسے ہند کے مقبوضات میں بحری تجارت کا دروازہ اور مرکز بنانا چاہتا تھا اسی غرض سے ہفیس شیان کو حکم دیا کہ وہاں کے قلعے کے استحکامات درست کرے اور ایک وسیع بندرگاہ بنائے، پھر خود جہاز میں بیٹھکر جنوبی سمندروں کی سیر کو چلا اور پوسی ڈون (یعنی سمندر دیوتا) کو بھینٹ دی۔ اپنے جد امجد اکی لیس کی ماں اور بعض یونانی سورماؤں کے نام پر شراب سے ناوید کی رسم ادا کی اور وہ طلائی پیالہ جس سے شراب لُنڈھائی تھی گھما کر موجوں میں پھینک دیا۔ یہ گویا مغرب اور مشرق اقصےٰ کے درمیان تجارت کے بحری راستے کی رسم افتتاح تھی اور خود راستے کی دریافت کا کام امیرالبحر نیارکوس کے سپرد ہوا تھا۔

سکندر اپنے بری سفر پر موسمِ خزاں کے آتے ہی روانہ ہوگیا تھا لیکن نیارکوس اور اُس کے بیڑے کو اکتوبر تک انتظار کرنا پڑا کہ مشرقی بادِ برشگال کا موسم آئے تو اُن کے جہازی سفر میں سہولت پیدا ہوجائے۔

۳۔ بابل کو مراجعت

سکندر کی کوئی مہم نہ اتنی خطرناک تھی نہ اتنی بے فائدہ جتنا کہ ریگستانِ گیدروسیہ کا سفر، جسے آج کل مکران کے نام سے موسوم کرتے ہیں۔ اس راہ کو اختیار کرنے کی بڑی غرض یہ تھی کہ ساحل پر

جابجا کنوئیں کھودے جائیں اور سامانِ رسد کے ذخیرے فراہم کر دیئے جائیں تاکہ بیڑا بخیریت منزلِ مقصود تک پہنچ جائے گویا نیارکوس کا بحری اور مکران کا برّی سفر لازم و ملزوم مرحلے تھے اور اسی سے ظاہر ہے کہ اُس زمانے کے جہاز راں نئے سمندروں میں جاتے ہوئے کس قدر خوف کھاتے تھے کہ ایک ویران و بے گیاہ ملک سے گزرنا اتنا دشوار نظر نہ آتا تھا جتنا کہ لوگ بحری سفر سے ڈرتے تھے ؛

بہرحال شاید تیس ہزار آدمی لیکر سکندر نے اُس کوہستانی فصیل کو عبور کیا جو سندھ کو اپنے دامن حفاظت میں لئے ہوئے ہے اور گدروسیہ کے ریگستان میں اُترنے سے قبل قوم اوریتی کو مغلوب و مطیع کیا (اگست تا اکتوبر ۳۲۵ ق م) راستے کی ریت میں جہاں پاؤں گڑ جاتے تھے اور بعض اوقات قدم اُٹھانا محال ہو جاتا تھا فوج بہ ہزار خرابی آگے بڑھ رہی تھی اور کہتے ہیں کہ خود بادشاہ پیادہ پا اُن کے ساتھ اس تمام مشقت و مصیبت میں شریک تھا۔ آخر خدا خدا کرکے یہ ریگستان طے ہوا۔ مگر اس گدروسی سفر میں جس قدر جانوں کا نقصان ہوا وہ محارباتِ سکندری کے تمام مجموعی نقصانات سے بڑھ کر تھا ؛

شہر پورا میں سستانے کے بعد سکندر کرمان آگیا جہاں کراتروس اراکوسیہ کی بغاوت فرو کرنے کے بعد اُس سے آملا۔ اور چند ہی روز میں نیارکوس نے لشکر میں پہنچکر بادشاہ کی تشویش رفع کی۔ موسم کی خرابی نے راستے میں حرج ڈالا اور تین جہاز بھی ضایع

ہو گئے تھے لیکن سکندر کو اس بات کی بے حد خوشی تھی کہ وہ صحیح سلامت پہنچ گئے۔ اُس نے نیارکوس کو رخصت کردیا کہ خلیج فارس تک اپنا بحری سفر پورا کرے اور پسی تگریس یعنی دریائے دُجیل یا قارن کے راستے سوس پہنچ جائے۔ اسی مقام تک ساحل ساحل جانے کے لئے ہفیس شیان نے کوچ کیا اور خود بادشاہ پہاڑوں کے راستے اصطخر و پسرگدی ہوتا ہوا آگے روانہ ہوا۔

واقعی سکندر کی مراجعت اب نہایت ضروری تھی۔ کیونکہ اُس کی سلطنت کا کوئی صوبہ ایسا نہ تھا جس کے مقدونی یا ایرانی ست راپ نے استحصال بالجبر اور ظلم وستم سے رعایا کو آزار نہ پہنچایا ہو چنانچہ ان میں سے اکثر بادشاہ کے حکم سے معزول یا قتل ہوئے اور ایک مجرم وزیر سکندر کی آمد سُن کر فرار ہوگیا۔ یہ ہرپالوس نامی وزیر خزانہ تھا جو پہلے بابل میں اپنے آقا کا خزانہ بے غل وغش اڑاتا اور عیش کرتا رہا اور پھر ازرہ پیش بینی بہت سا روپیہ لے کے سلیسیہ چلا آیا اور ۶ ہزار سپاہی نوکر رکھکر اب طرسوس میں شاہانہ شان سے رہتا تھا، جب سکندر ہندوستان سے واپس پھرا تو ہرپالوس یہاں سے بھاگا اور یونان کی راہ لی، جہاں عنقریب اس کا حال ہماری نظر سے گزرے گا۔

اپنے والیوں کو خواہ مقدونی تھے خواہ ایرانی اُن کی بداعمالی کی بلارو ورعایت سخت سزائیں دینے کے بعد سکندر نے جو تجویزیں سوچی تھیں اُن پر عمل شروع کیا۔ اُس کی فتوحات نے مشرق کی معلومات اور تجارت کے راستے صاف کردیئے تھے اور اب ممالک ایشیا

گویا بے نقاب جنوبی یورپ والوں کے سامنے تھے لیکن اُسکا مقصد صرف یہی نہ تھا بلکہ درحقیقت وہ یورپ و ایشیا کو اس طرح باہم آمیز کردینے کا آرزومند تھا کہ پھر اُن میں کوئی فرق نہ رہے اور وہ بلکر ایک جسم ہوجائیں۔ اور اس مدعا کے حصول کی مختلف تدبیریں سوچی تھیں مثلاً ایک یہ تھی کہ یونانی اور مقدونی باشندے ممالک ایشیا میں۔ اور ایشیائی لوگ یورپ میں لے جا کے آباد کردیئے جائیں اور جب سکندر نے اقصائے مشرق میں ایسے متعدد شہروں کی بنیاد رکھی جن میں یورپ و ایشیا دونوں کے باشندے مِل جُلکر آباد تھے تو ایک حد تک مذکورہ بالا تجویز معرض عمل میں بھی آگئی تھی مشرق و مغرب کے اتحاد کی دوسری تدبیر سکندر نے یہ سوچی تھی کہ مقدونیہ اور ایران کے لوگوں میں باہم ازدواج و مناکحت کا رشتہ قائم ہوجائے۔ اور ہندوستان سے مراجعت کے بعد جب وہ سوس پہنچا تو اُس سلسلے کا بڑی شان و شوکت کے ساتھ آغاز کیا۔ خود بادشاہ نے دارا کی بیٹی استاترہ سے عقد کیا اِسی لڑکی کی بہن سکندر کے دوست ہفیس شیان سے منسوب ہوئی۔ بہت سے مقدونی سرداروں نے ایرانی امرا کی بیٹیوں سے شادی کی اور بیان کیا جاتا ہے کہ عام سپاہیوں میں بھی دس ہزار نے اُن کی تقلید میں ایشیائی عورتوں سے بیاہ کیا۔ اور ان سب کو سکندر نے بڑی دریا دلی سے انعام دیئے! یہ بات خاص طور پر قابلِ لحاظ ہے کہ سکندر کی پہلی بیوی یعنی سُگدیانا کی رئیس زادی رُکسانا موجود تھی۔ اور اُس نے یہ دوسرا عقد کرکے گویا ایرانیوں کی رسم، تعدد ازدواج کو بھی اختیار کرلیا تھا اور اس کے بعد ایک اور شاہی خاندان کی لڑکی یعنی اخوست کی بیٹی پری ساتیس (پری زادہ)

سے بھی شادی کی ۔ مگر واضح رہے کہ یہ رشتے ملکی مصلحت پر مبنی تھے ورنہ سکندر پر جنس لطیف کا جادو کبھی نہیں چلا ۔

لیکن یہ فوجی آئین کہ دونوں جگہ کے باشندوں کو کامل مساوات کے ساتھ یکساں جنگی تربیت دی جائے، اقوام مشرق و مغرب کے ہم کرنے کا سب سے کارگر ذریعہ تھا اور اسی نظر سے دارا کی موت کے چند روز بعد ہی سکندر نے یہ انتظام کیا تھا کہ تمام مشرقی صوبوں میں وہاں کے لڑکے بھرتی کئے جائیں۔ اور انھیں بالکل مقدونی طرز پر جنگی قواعد اور اسلحہ کا استعمال سکھایا جائے۔ چنانچہ ہر صوبے میں یونانیوں کی باقاعدہ فوجی تعلیم گاہیں قائم کردی گئی تھیں اور پانچ سال میں ۳۰ ہزار "بلچھے" یونانی سانچے میں ڈھل کر ایک پوری غیر یونانی فوج مرتب ہوگئی تھی کہ شہنشاہ جو حکم دے اُسے بجالائے۔ اور جب سکندر نے انھیں شہر سوس میں طلب کیا تو انھیں دیکھکر مقدونی سپاہیوں میں بہت بد دلی پیدا ہوئی اور وہ سمجھ گئے کہ بادشاہ کا مطلب یہ ہے کہ رفتہ رفتہ اہلِ مقدونیہ کی خدمات سے مستغنی ہوجائے مقدونی رسالوں میں ایشیائی اور ایرانی باشندوں کو بھرتی کرنے کی تجویزیں مرتب کی گئی تھیں اور ان سے بھی ظاہر ہوتا تھا کہ وہ فوج کی ترکیب کو بالکل بدل دینے کا ارادہ رکھتا ہے ۔

موسم بہار میں سکندر نے سوس کو خیرباد کہی اور ہمدان روانہ ہوا (۳۲۴ ق م)، وہ پہلے دریائے قارن یا دجیل کے راستے کشتیوں میں خلیج فارس آیا اور ساحل بحر کی سیر کرتا ہوا دریائے دجلہ تک پہنچا۔ جہاز رانی کو روکنے کی غرض سے ایرانیوں نے

یہاں جابجا سدّ بنادی تھی۔ سکندر نے ان سب کو تڑوایا اور راستے میں فوج کو لیتا ہوا اوپس آیا۔ یہاں کے قیام میں اُس نے اہل مقدونیہ کا عام جلسہ منعقد کیا اور اُن کو جو سن یا زخموں کی وجہ سے لڑائی کے قابل نہ رہے تھے رخصت کا حکم سُنایا۔ ان کی تعداد دس ہزار کے قریب تھی اور سکندر نے سب کو بہت کچھ انعام دینے کا وعدہ کیا تھا کہ پھر وہ عمر بھر مستغنی رہیں۔ لیکن سپاہیوں کے دل میں مدّت سے غبار بھرا ہوا تھا سکندر کی یہ تقریر گویا جلتے توے پر پانی کا چھینٹا تھا، وہ مل کے چلّائے کہ "ہم سب ہی کو رخصت کردو"۔ سکندر چبوترے سے کود کے غل مچانے والوں کے مجمع میں گھُس گیا اور سرہنگانِ شاہی کو تیرہ آدمی دکھائے، جو بہت پیش پیش تھے، کہ گرفتار کرکے ان کا سر قلم کردیا جائے، اس تشدّد نے اور سب کو دم بخود کردیا اور مجمع میں سناٹا چھایا ہوا تھا جس وقت کہ سکندر دوبارہ چبوترے پر چڑھا اور ایک خشمگیں تقریر میں تمام سپاہ کو رخصت کرکے اپنے محل میں چلا آیا۔ تیسرے دن ایرانی امرا کو بلا کر تمام مناصب جلیلہ اور اہم خدمات جن پر ابتک مقدونی سردار مامور تھے انہی غیر یونانیوں کے حوالے کیں اور مقدونی فوجوں کے نام اور نشان چھین کر نئی ایشیائی فوج کو دے دیئے گئے۔ مقدونی سپاہی ابتک اپنے پڑاؤ پر عجب رنج و تذبذب کی حالت میں پڑے تھے کہ چلے جائیں یا ٹھہرے رہیں۔ مگر انہوں نے فوجوں کے نام چھن جانے کا حال سُنا تو وہ محل کے دروازوں پر پہنچے اور عاجزانہ اپنے ہتھیار کھول کر باریابی کی التجا کی۔ سکندر خود باہر آیا تو دونوں فریق آبدیدہ تھے۔ انہی آنسوؤں نے دلوں کا غبار

دھو دیا۔ روٹھے ہوئے دوست مَن گئے۔ اور خوشی کے جلسوں اور قربانیوں سے عہدِ مصالحت کی تکمیل ہوئی ؛

گرمی اور موسمِ سرما کے چند روز ہمدان میں بسر ہوئے۔ یہاں سکندر کو وہ صدمہ اُٹھانا پڑا جس سے زیادہ کسی چیز کا اُسے غم نہ ہوسکتا تھا یعنی ہفیس شیان بیمار ہوا اور سات دن مرض میں اُلجھنے کے بعد وفات پائی۔ اس رنج میں تین دن سکندر نے فاقہ کیا اور تمام سلطنت میں بادشاہ کے محبوب دوست کا ماتم ہوا۔

ختم سال کے قریب سکندر بابل روانہ ہوا اور راستے میں دور دراز کے سفیر اُس کے حضور میں حاضر ہوے کہ اُس شہنشاہ سے دوستانہ تعلقات کا شرف حاصل کریں جو انھیں نظر آتا تھا کہ چند ہی سال کے عرصے میں آدھی دنیا کا مالک بن چکا ہے۔ ان قوموں میں اطالیہ کے ات رسکن، ہسپانیہ کے فینقی اور قرطاجنی آبادکار اور قلطی، بحیرۂ اسوَد کے سیتھی اور افریقہ کے حبشی اور لبیانی ایلچی تھے جو اُسکی لشکرگاہ میں آئے اور باریاب ہوئے ؛

۴۔ عرب پر مہم کی تیاری اور سکندر کی وفات

نیارکوس کے بامراد بحری سفر کے بعد سے سکندر کو لَو لگی ہوئی تھی کہ جزیرہ نمائے عرب کو فتح کرے۔ کیونکہ اس علاقے کے شامل ہوئے بغیر اُس کی مشرقی سلطنت کامل نہ ہوسکتی تھی۔ لیکن یہ بھی بجائے خود ایک ضمنی فائدہ تھا ورنہ اس ریگزار کو قبضے میں لانے کا اصلی مقصد کچھ اور تھا۔ دراصل، ہندوستان کے سفر اور

نیارکوس کی بحری سیاحت نے سکندر کے دل میں نئے نئے خیالات موجزن کر دیئے تھے۔ اب وہ عرب کے گرد جہاز رانی کی فکر میں تھا اور اُس کی نگاہ اتنی وسیع ہوگئی تھی کہ بحر روم کی طرح اس جنوبی سمندر (بحر ہند) کو بھی تجارتی جہازوں کی جولانگاہ بنانے کے منصوبے باندھ رہا تھا۔ اُسے دریائے سندھ سے وجلہ و فرات تک اور دوسرے براہ سمندر بحیرۂ قلزم کی اُن نہروں تک راستہ نکالنے کی امید ہوگئی تھی جو مصر میں آگے جا کے دریائے نیل سے مل جاتی تھیں۔ اپنی سلطنت کا پایہ تخت بھی سکندر نے شہر بابل کو بنانا تجویز کیا تھا اور اس میں کوئی کلام نہیں کہ یہ نہایت دانشمندانہ انتخاب تھا۔ لیکن اس کے لئے شہر کی حالت میں بہت کچھ تغیّر کی ضرورت تھی۔ جنگی جہازوں کے مستقر کے علاوہ اُسے بحری تجارت کا بھی مرکز بنانا منظور تھا اور اسی نظر سے سکندر نے ایک بہت بڑی گودی کھدوانے کا حکم دیا جس میں ایک ہزار جہازوں کے ٹھیرنے کی گنجائش ہو۔

آخر جنوبی مہم کا سب سازوسامان مکمل ہوگیا ۳۲۳ء ق م) ماہ جون کی ابتدائی تاریخوں میں نیارکوس اور اُس کے بحری رفقا کی بادشاہ کی طرف سے وداعی ضیافت کی گئی کہ اول یہ لوگ سمندر کے راستے عرب کے گرد روانہ ہونے والے تھے۔ انہی جلسوں میں دورات کی میخواری سے بادشاہ کو بخار چڑھ آیا اور ۶ دن کے لئے مہم کی روانگی ملتوی ہوگئی پھر اُسکی حالت اور بدتر ہوتی گئی تو سفر بھی ملتوی ہوتا رہا۔ اور اُسے لشکرگاہ سے محل میں لے آئے جہاں کچھ نیند آئی مگر بخار میں فرق نہ پڑا۔ اُسکے سردار عیادت کو آئے تو اُسکی زبان بند ہوچکی تھی۔ مرض برابر زور پکڑتا گیا اور مقدونی سپاہیوں

میں یہ افواہ پھیل گئی کہ سکندر مر گیا۔ وہ چیختے پیٹتے محل کے دروازے پر دوڑے اور پہرے والوں نے مجبور ہوکر اندر آ جانے دیا۔ پھر اکہری قطار باندھ کے وہ اپنے جوان بادشاہ کے پلنگ کے پاس سے گزرے اور اگرچہ وہ بول نہ سکتا تھا مگر سر اور آنکھ کے اشارے سے ایک ایک کے ساتھ اُس نے صاحب سلامت کی۔" پیوکستاس اور بعض رفقا نے یہ رات سراپیس دیوتا کے مندر میں گزاری اور سوال کیا کہ اگر دیوتا کی توجہ سے شفا حاصل ہو سکے اور حکم ہو تو بیمار کو مندر کے اندر لے آئیں ؛ لیکن کسی آواز نے انھیں روک دیا کہ ایسا نہ کریں اور جہاں ہے وہیں اُسے رہنے دیں ! آخر اسی جُون کے مہینے میں رات کے وقت بیمار بادشاہ نے اس سے پہلے کہ عمر کے ۳۳ سال پورے ہوں ، جان، جان آفریں کو سونپ دی۔"

مگر اس "ناوقت موت" پر تقدیر کے تلوّن یا ناسازگاری بخت کی شکایت کا کوئی محل نہیں ہے۔ اُس کے اوصاف اور کارناموں کا قدرتی انجام یہی ہونا تھا کہ وہ عمر طبعی سے پہلے مر جائے۔ کیونکہ تیرہ برس ہی کے سن میں اُس کے اندر بہت سی عمروں کا ست جمع ہوگیا تھا اور نہ اُسے میدانِ رزم میں جان کی پروا ہوتی تھی نہ بزمِ شراب میں آ

۵- یونان مقدونیہ کے عہد حکومت میں

واقعاتِ عالم کی رَو ہمیں ساحلِ یونان سے بہا کے لے گئی اور اتنی مہلت بھی نہ ملی کہ وہاں چھوٹی چھوٹی ریاستوں کے حالات پر ایک نظر ڈال لیتے جو شائق جذبات رنج و مسرت کے ساتھ اپنے تمدن کو

ساری دنیا میں شائع ہوتا دیکھ رہی تھیں الیسوس کے کوہستانی دروں میں سکندر کی فتح اور پھر اُس کا بحری اقتدار سُن کر اکثر یونانیوں کو کان ہو گئے تھے اور مجلسِ کورنتھ نے فاتح کی خدمت میں مبارکباد اور متحدہ یونان کی طرف سے تاجِ زرّیں بھجوایا تھا۔ اور جب ایک سال کے بعد اجیس شاہ اسپارٹہ نے مقدونیہ کے خلاف پھر تلوار علم کی تو اُسے پلوپنی سس کے باہر کوئی ساتھی میسّر نہ آیا۔ البتہ مگالوپولس کے سوا، تمام آرکیڈیہ، اکائیہ اور الیس کی ریاستوں کو اُس نے اپنا شریک بنا لیا تھا اور ان اتحادیوں کا بڑا مقصد یہ تھا کہ مگالوپولس کو مسخر کر لیا جائے۔ سکندر کا نائب اینٹی پاٹر تھریس کی طرف سے فرصت پاتے ہی اس محصور شہر کی مدد کے لئے جنوب میں بڑھا (۳۳۱ ق م) اور قریب ہی جو لڑائی ہوئی اُس میں آسانی سے اتحادیوں کو شکست دی۔ اجیس لڑائی میں مارا گیا اور پھر کوئی سامنا کرنے والا نہ رہا۔

بایں ہمہ جبتک دارائے ایران زندہ رہا، اس وقت تک بہت سے یونانی دل ہی دل میں یہ امیدیں کرتے تھے کہ شاید پھر پانسہ پلٹ جائے۔ اور مقدونی جابر کے ہاتھ سے انھیں نجات ملجائے لیکن دارا کی موت نے ان امیدوں کا خاتمہ کر دیا اور سکندر کی ہندوستان سے مراجعت تک یونان میں کسی کو سر اُٹھانے کی جرأت نہ ہوئی۔

اتیھنز کے لئے تھبز کی تسخیر اور سکندر کی وفات کے درمیان کے یہ بارہ برس خاص فراغ و خوش حالی کا زمانہ تھے۔ ریاست کا نظم و نسق دو نہایت

ویانتدار مدبر یعنی فوکیون اور لکرگس کے ہاتھ میں تھا۔ اور ڈموس تھینز بھی اتنا محل شناس ضرور تھا کہ ان دونوں امن میں خلل ڈالنے کی بجائے اس طرز عمل کی تائید کرتا رہا۔ اپنے پرانے حریف اسکای نیس (خطیب) پر جو فتح ڈموس تھینز کو حاصل ہوئی اُس پر فوکیون نے بھی غالباً حسد نہیں کیا کیونکہ یہ ذاتی معاملہ تھا اور اس کی سیاسی وقعت کچھ نہ تھی۔ واقعہ یہ تھا کہ قسی فُن نے عام وطنی خدمات اور خاص کر شہر پناہ کی مرمت میں فیاضانہ ذاتی روپیہ خرچ کرنے کے صلے میں ڈموس تھینز کو تاج زریں دینے کی تحریک کی کہ ریاست کی جانب سے سرِ جلسہ اُسے پہنایا جائے (۳۳۶ ق م) مجلس انتظامی نے اس کو منظور کرلیا۔ لیکن اسکای نیس نے محرک پر قوانین جمہوریت کی خلاف ورزی کا دعویٰ دائر کیا اور عدالت کے روبرو نہایت مدلل تقریر میں ڈموس تھینز کے واقعات زندگی پر تبصرہ کیا اور دکھایا کہ یہی شخص جسے آج اس عزت کا مستحق سمجھا جارہا ہے وطن کا دشمن اور اتھینز کی تمام مصیبتوں کا اصلی سبب ہے۔ مگر ڈموس تھینز کے جواب نے جو پُرشکوہ خطابت کا بے نظیر نمونہ ہے عدالت کو مسحور کرلیا۔ اسکای نیس کو ایک چوتھائی رائیں بھی نہ مل سکیں۔ وہ اتھینز چھوڑ کے نکل گیا۔ اور پھر سیاسی دنیا میں اُس کا کہیں نام نہیں ملتا۔

سلطنتِ مقدونیہ کے قیام ہی کو اتنے دن نہیں گزرے تھے کہ بحری تجارت کے مرکزوں میں کوئی بڑی تبدیلی پیدا ہو جاتی۔ لہذا ابھی تک اتھینز کو اس کاروبار میں بہت فروغ حاصل تھا اور ہرچند ظاہرا وہ اپنی مصالح ملکی میں امن کا حامی تھا۔ لیکن اپنی جگہ پر

اس قسم کی تیاریوں سے بھی غافل نہ تھا کہ اگر کبھی پھر موقع ہاتھ آئے تو اپنا بحری اقتدار دوبارہ حاصل کرلے؛ چنانچہ بیڑے کے اضافے اور نئے جہازی سائبان بنانے میں وہ برابر روپیہ لگاتا رہا اور بیان کیاجاتا ہے کہ اب اس کے پاس قریب قریب چار سو جنگی جہاز ہو گئے تھے یہ تمام کارگزاری لکرگس کی تھی جس نے وزیر مالیہ کی حیثیت سے بیڑے پر اتنا روپیہ لگایا۔ واضح رہے کہ اُسی زمانے میں مالی صیغوں میں بہت کچھ ردّ و بدل عمل میں آیا تھا یوبلوس کے وقت میں "وزیر تفریح" کا منتظم ہی صیغۂ مال کا اعلیٰ عہدہ دار ہوتا تھا لیکن اب مصارفِ ریاست کا انتظام ہم ایک خاص وزیر مالیہ کے ہاتھ میں دیکھتے ہیں جسے لوگ چار سال کے واسطے منتخب کرلیتے تھے لکرگس اسی عہدے پر مامور تھا اور تعمیرات کا کام بھی قریب قریب تمام وکمال اسی کے اختیار میں تھا۔ اور اس صیغے میں بھی اپنی کارگزاری کی بدولت اُس کا عہدِ وزارت بہت مشہور ہوا۔ ایک تو اُس نے رودالی سوس کے جنوبی کنارے پر دوڑ کا میدان تیار کرایا۔ اور دوسرے لیسیانی دنگل کی از سرِنو تعمیر کی جہاں اُس زمانے میں حکیم ارسطو صبح شام ٹہل ٹہل کر اپنے شاگردوں کو درس دیا کرتا تھا اور اسی کی وجہ سے حکما کا یہ گروہ "مشائین" کہلاتا ہے۔ لیکن لکرگس کا سب سے یادگار کارنامہ ڈایونی سیئس کے تماشاگاہ کی ترمیم تھا۔ قلعے کے ڈھلواں پہلو پر سنگ مرمر کی زینہ نما نشستیں جو ابھی تک سلامت ہیں، ایتھنز کے اسی وزیر مالیہ نے بنوائی تھیں؛

غرض اہل ایتھنز عاقبت اندیشی کے ساتھ اپنی سود بہبود میں کوشاں اور دیوتاؤں کی نگاہِ کرم کے امیدوار تھے۔ اور اس عرصے میں ایک مرتبہ قحط کے سوا اور کوئی آفت بھی اُن پر نہیں آئی؛ لیکن جب سکندر سوس میں واپس آیا تو وہ ایسے واقعات پیش آئے جن سے یونان کا امن معرضِ خطر میں پڑگیا۔ یعنی اول تو سکندر نے یونانی جلاوطنوں سے وعدہ کرلیا کہ اُنھیں پھر اپنے اپنے وطن پہنچوادے گا (ان خانہ بربادوں کی تعداد بھی بیس ہزار سے کچھ زیادہ ہی تھی اور پھر اُس نے سردار نکانور کو اولمپیہ کے عظیم یونانی تہوار کے موقع پر بھیجا کہ متعلقہ ریاستوں کو حکم پہنچادے کہ اپنے جلاوطن شہریوں کو واپس بلالیں۔ (۳۲۴ ق م) صرف دو ریاستوں نے اس کارروائی پر اعتراض کیا یہ ایتھنز اور اطولیہ کے باشندے تھے جنھیں معلوم تھا کہ اگر اس حکم کی تعمیل ہوئی تو جن لوگوں کی مال متاع اُنھوں نے غصب کررکھی ہے وہ سب واپس دینی پڑے گی۔ کیونکہ اطولیہ والوں نے اِی نیادی علاقے سے وہاں کے اصلی مالکوں کو نکال دیا تھا اور اسی طرح اہل ایتھنز نے ساموس والوں کی زمینیں دبا رکھی تھیں پس اگر یہ اصلی باشندے آئے اور اُن کی املاک واپس دینی پڑیں تو پھر ایتھنزی آبادکار اس جزیرے میں نہ رہ سکتے تھے انھیں وہاں سے نکلنا پڑتا۔ انہی وجوہ سے اطولیہ اور

اتیھنز دونوں کو بادشاہ کا حکم بجالانے سے انکار تھا اور وہ یہانتک آمادہ تھے کہ اگر ضرورت ہو تو سکندر کا تلوار سے مقابلہ کریں ؛

۶- ہرپالوس کا حشر اور یونان کی سرکشی

اُسی زمانے میں ایک ایسا واقعہ پیش آیا جس سے عجب نہیں بعض وطن پرست یہ سمجھنے لگے ہوں کہ سکندر کی سلطنت بہت ناپائیدار بنیادوں پر قائم ہے ؛ ہوا یہ کہ ہرپالوس ۵ ہزار تیلنت نقد ، اجیر سپاہیوں کی معقول جمعیت اور ۳۰ ہزار جہاز لے کے اٹی کا آیا اور اُس کا خاص مدعا یہ تھا کہ اپنے آقا کے خلاف آتش فساد مشتعل کرے - حکومت اتیھنز نے فوج سمیت ساحل پر اُترنے کی اجازت نہیں دی تو ہرپالوس ۷ سو کے قریب تیلنت لے کر تنہا اتیھنز میں آگیا - اس کے کچھ روز بعد مقدونیہ سے اینٹی پاٹر نے اور مغربی ایشیا سے سکندر کے وزیر خزانہ فلوک سنوس نے اسکی تحویل کا مطالبہ کیا لیکن ڈموس تھینز کی صلاح سے اہل اتیھنز نے یہ چال چلی کہ ہرپالوس کو حراست میں لے کر اُس کا روپیہ خود اپنے قبضے میں کرلیا اور سکندری عہدہ داروں کو جواب میں کہلا بھیجا کہ اگر خود سکندر خاص اس کام کے لئے اپنے آدمی بھیجے گا تو ہم ملزم کو حوالے کردینگے

لیکن فلوک سنوس یا اینٹی پاٹر کے مطالبے کی تعمیل سے ہمیں انکار ہے۔ اس کے بعد ہرپالوس ایتھنز سے فرار ہوگیا تھا مگر تھوڑے ہی عرصے میں اپنے کسی منچلے ساتھی کے ہاتھ سے مارا گیا۔

وہ رقم جو ہرپالوس ایشیا سے چُرا کے لایا تھا اکروپولس (قلعہ ایتھنز) میں جمع تھی اور اس کے لیئے چند امین خاص طور پر مقرر کردیئے گئے تھے جن میں ڈموس تھینیز بھی شامل تھا لیکن کچھ روز بعد اچانک یہ حال کھلا کہ قلعے میں صرف ۳۵۰ تیلنت کی رقم موجود ہے۔ جتنے سربرآوردہ ارکان ریاست تھے فوراً اُن کے خلاف لوگوں میں چرچے ہونے لگے کہ قلعے میں جمع کرنے سے پہلے ہی اُنھوں نے آدھا روپیہ (یعنی ۳۵۰ تیلنت) ہرپالوس سے رشوت لیکر ہضم کرلیا ہوگا۔

مجلس آریوپاگوس میں یہ الزام پیش ہوئے تو عدالت نے بھی یہی فیصلہ کیا کہ ریاست کے خاص خاص عمائد نے معقول رقمیں وصول کی تھیں اور انھیں میں ڈموس تھینیز کی نسبت اُنھوں نے تحریر کیا کہ وہ بھی ۲۰ تیلنت کا حصہ دار تھا۔ ڈموس تھینیز نے اس خطا کا خود اقبال کیا اور اُس کا عذر یہ بیان کیا کہ میں نے زرِ تفریح کے سرمائے میں ۲۰ تیلنت پیشگی بطور قرض دے دیئے تھے اور انھیں اس روپے سے وصول کرلیا۔ لیکن اعتراض یہ تھا کہ

اُسے بغیر منظوری سکندر کے روپے سے وہ قرض وصول کرنیکا جو اُس نے ریاست ایتھنز کو دیا، کیا حق تھا؟ غرض اُس پر دو الزام وارد ہوتے تھے کہ ایک تو خود روپیہ نکالا اور دوسرے اپنی تحریری اطلاع میں عمداً روپے کی صحیح تعداد اور اُمنا کی غفلت کا ذکر نظرانداز کر دیا۔ اُس کی سزا میں اُسپر پچاس تیلنت جرمانہ ہوا اور ادا نہ کرسکنے کی وجہ سے قید میں ڈال دیا گیا۔ مگر وہ تھوڑے ہی دن میں بچکر ایتھنز سے بھاگ گیا؛

اگر سکندر زندہ رہتا تو بہت ممکن تھا کہ اہل ایتھنز اُسے رضامند کر لیتے کہ ساموس پر اُن کا قبضہ بحال رہنے دے کیونکہ وہ ہمیشہ ایتھنز کی رعایت مدِنظر رکھتا تھا، لیکن جب اُس کے مرنے کی خبر پہنچی تو اول اول لوگوں نے اس کا اعتبار نہیں کیا اور ڈماڈیز خطیب زور دے دے کر کہتا تھا کہ وہ اگر مرتا تو ایسی نعش کی بوہی تمام دنیا کی ناک میں پہنچ جاتی،، مگر جب اُس کی وفات نے تمام معاملات سلطنت کو درہم و برہم کر دیا تو اِس حالت میں آزادی کے لئے ہاتھ پاؤں مارنا کچھ خلافِ مصلحت نظر نہ آیا اور ایتھنز نے مقدونیہ سے بغاوت کی (۳۲۳ ق م) اطولیہ اور شمالی یونان کی بہت سی ریاستوں نے اُس کا ساتھ دیا اور ۸ ہزار اجیر سپاہی بھی جو سکندر کی فوج سے اُسی زمانے میں الگ ہوکر یونان پہنچے تھے ملازم رکھ لئے گئے۔ ان کے ایک ایتھنزی سردار لیوس تھنیس نے

تھرموپلی پر قدم جمالئے اور جب اینٹی پاٹر جس قدر جلد ہوسکا اپنی فوجیں جمع کرکے جنوب میں بڑھا، تو اسی درے کے قریب متحدہ یونانیو کو لڑائی میں غلبہ حاصل ہوا اور مقدونیہ کے نائب السلطنت کو لامیہ میں قلعہ بند ہونا پڑا جو تھرموپلی کے مقابل، کوہ اتھریس کی ایک چوٹی کے نیچے پہاڑی قلعہ تھا۔ اسی جگہ لیوس تینیس نے اُسے تمام جاڑے گھیرے رکھا اور اس غلبے کا نتیجہ یہ ہوا کہ بیوشیہ کے سوا شمالی یونان کی سب ریاستیں تو پہلے ہی مقدونیہ سے بے وفائی کرچکی تھیں، اب پلوپنی سس میں بھی اُن کے بعض رفیق پیدا ہوگئے۔ اور اگر یونانیوں کی بحری قوت زیادہ ہوتی تو عجب نہیں کہ کم سے کم کچھ عرصے کے لئے انھیں اپنے مدعا میں کامیابی حاصل ہوجاتی۔ موسم بہار میں مغربی افروجیہ کا حاکم لیوناٹس فوج لے کے آیا تو یونانیوں کو لامیہ کے محاصرے سے دست بردار ہونا پڑا اور وہ تھسالیہ میں بڑھے کہ اینٹی پاٹر سے مل جانے کے پیشتر اُس سے مقابلہ کریں، لڑائی ہوئی تو اُس میں بھی لیوناٹس زخم کھا کے مارا گیا اور دوسرے روز اینٹی پاٹر وہاں آیا اور اپنی شکست خوردہ فوجوں کو لیکر مقدونیہ میں ہٹ گیا کہ کراتروس کا انتظار کرے جو ایشیا سے آرہا تھا۔ چنانچہ اُس کے پہنچتے ہی یہ دونوں مل کر پھر تھسالیہ میں بڑھے اور کرانن کے مقام پر یونانیوں سے مقابلہ ہوا (۳۲۲ ق م) لڑائی میں فریقین کے نقصانات بہت کم ہوئے۔ اور اہل مقدونیہ کا پلہ بھاری رہا، ظاہر میں جنگ کا فیصلہ اس معرکے نے کیا تھا لیکن یونانیوں کے جد و جہد جاری نہ رکھ سکنے کی اصلی وجہ کرونن کی

خفیف شکست نہ تھی بلکہ یہ کہ اُن میں باہم اتفاق نہ تھا۔ اور نہ کوئی ایسا سپہ سالار جس پر وہ سب کامل اعتماد کر لیتے۔ انجام یہ ہوا کہ یکے بعد دیگرے ہر ریاست اپنا معاہدہ صلح علیحدہ کرنے پر مجبور ہوئی۔

جس وقت انٹی پاٹر بیوشیہ میں بڑھا اور ایٹیکا پر حملے کی تیاریاں کیں تو ایتھنز کو بھی سر اطاعت خم کرنا پڑا۔ آزاد حکومت دوبارہ حاصل کرنے کی اُس نے جو کوشش کی تھی اُس کا سخت خمیازہ بھگتا کیونکہ سکندر کی طرح انٹی پاٹر کے دل میں اس مدینۃ الحکما کے نام نیک اور گزشتہ روایات کی کوئی جگہ نہ تھی۔ اُسے صرف اتنا نظر آتا تھا کہ جبتک سخت گیری اور تشدد سے کام نہ لیا جائے گا اس وقت تک مقدونیہ کو ہمیشہ اسی قسم کی بغاوت کا خطرہ رہے گا جیسی کہ ابھی فرو کرنی پڑی۔ پس اُس نے تین شرطیں پیش کیں جنھیں ڈماڈیز اور فوکیون کو چار و ناچار قبول کرنا پڑا اول یہ کہ نظامِ حکومت میں ترمیم کی جائے اور خالص جمہوریت کی بجائے سیاسی حقوق زر و مال پر مبنی ہوں۔ دوسرے بندرگاہ منوکیہ میں مقدونی سپاہ کی چھاونی بنادی جائے۔ اور تیسری شرط یہ تھی کہ شورش کے سرغنہ ڈموس تھنیز، ہیپری ڈیز اور اُن کے احباب گرفتار کر کے انٹی پاٹر کے حوالے کر دیئے جائیں؛

واضح ہو کہ ڈموس تھنیز نے جو اپنے وطن سے فرار ہو گیا تھا پیلوپونیس میں اپنی سحر بیانی کے جوہر دکھائے اور یونانی اتحادیوں کے مقاصد کی بہت کچھ حمایت کی تھی۔ انہی کوششوں کے صلے میں اُسے اہل ایتھنز نے واپس بلا لیا تھا؛ مگر اب جو ایتھنز نے اطاعت قبول کی تو وہ

اور دوسرے مقرر شہر سے بھاگے ہیپری ڈیز اور اس کے دو رفیقوں نے اجی نا کے مندر ایکوس میں پناہ لی تھی وہیں سے گرفتار ہو کر اینٹی پاٹر کے پاس لائے گئے اور اُس نے انھیں قتل کرادیا۔ ڈموس تھنیز بھاگ کر جزیرہ کلوریہ کے مندر پوسی ڈن میں چھپا اور جب وہاں اینٹی پاٹر کے ہرکارے پہنچے اور اُسے طلب کیا تو اُس نے جلاد کے ہاتھ میں پڑنے سے پہلے، زہر کھالیا (اکتوبر ۳۲۲ق م) اور ایک روایت میں بیان کیا گیا ہے کہ یہ زہر اُس نے قلم کے نیزے میں چھپا رکھا تھا۔

تمت

فرہنگِ اعلام

تاریخ یونان میں بعض ایسے ناموں کا انگریزی تلفظ بجنسہ اختیار کرلیا ہے جو پہلے سے مشہور و مروج تھا۔ لیکن باقی میں خفیف تغیر کو جائز رکھا ہے جس کا عام اصول ذیل کے الفاظ کا باہم مقابلہ کرنے سے ذہن میں آجائیگا اگرچہ کہیں کہیں مستثنیات بھی موجود ہیں:۔

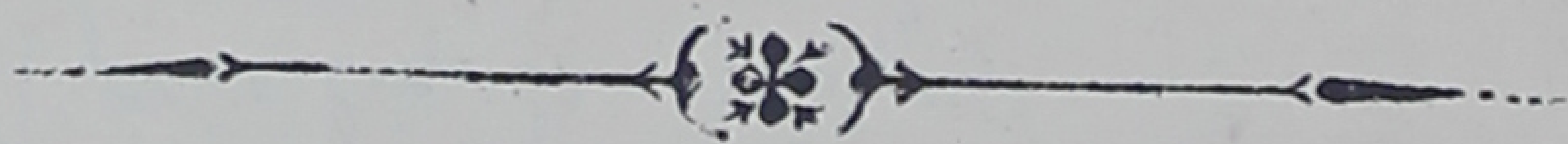
لفظ Words	انگریزی تلفظ English Pronunciation.	اردو تلفظ Urdu Pronunciation.
Abydus.	(ابی ڈس)	ابی دوس
Achaean.	(اکائین)	اکیانی
Achaemenid.	(اکی منایڈ)	خاندان ہخامنشی
Achilles.	(اکی لیز)	اکی لیس
Aeschylus.	(اس کای لس)	اس کای لوس
Alcibiades.	(السی بیاڈیز)	الکی بیادیس
Aphrodite.	(افروڈایٹ)	افرودیت
Arbela.	(اربیلا)	اربیل
Artabazus.	(ارٹابازس)	آرتا بازو
Assyria.	(اسیریا)	اشور

لفظ Words.	انگریزی تلفظ English Pronunciation.	اردو تلفظ Urdu Pronunciation.
Astyages.	(آستیاجیز یا آستیاژ)	افراسیاب
Bronze Age.	....	عصر النحاس
Byzantium.	(بای زن ٹیم)	بای زنطہ
Chalcedon.	(کالسی ڈون)	چالکی ڈن
Chios.	(کیوس)	خیوس
Cithaeron.	(ستھی رون)	سیتھی رُن
Croesus.	(کری سس)	کری سوس
Cyxares.	(کیاک سریز)	سیاکزار یا سیاوش
Cyprus.	(سای پرس)	قبرس
Darius.	(ڈیرئیس)	داریوش یا دارا
Delos.	(ڈی لواس)	دلوس
Delphi.	(ڈیلفی)	دِلفی
Dorian.	(ڈورئین)	ڈوریانی
Elean.	(ائین)	الیانی
Elis.	(اے لس)	الیس
Eurypides.	(یوری پڈیز)	یوری پڈیز - یوری بید
Euxine.	(یوکساین)	افشین یا اسود
Gaza.	(گازا)	غزہ
Halys (River).	(ہالیس)	قزل ارماق
Hellenes.	(ہل لنیز)	ہلینی

لفظ Words.	انگریزی تلفظ English Pronunciation.	اردو تلفظ Urdu Pronunciation.
Helot.	(ہیلواٹ)	ہلوت
Jaxartes.	(جیکسارٹیز)	جیحوں
Lacedaemonian.	(لیسی ڈیمونیئن)	لک دمونی
Laconia.	(لیکونیا)	لقونیہ
Lysander.	(لای سنڈر)	لیساندر
Macedonia.	(میسی ڈونیہ)	مقدونیہ
Malli (tribe)	....	مَلّی
Marmora or Propontus.	(مارمورا یا پون ٹس)	مرموره
Memnon.	(میم نواں)	ممنُن
Miletus.	(ملے ٹس)	ملطہ یا ملی توس
Molossia.	(مولوسیا)	ملوسیہ
Naupactus.	(نوپاک ٹس)	نوپاکتوس
Nearchus.	(نیارکس)	نیارکوس
Nestor (King)	(نیسٹر)	نستور
Oxus.	(اَوِک سس)	سیحوں
Parysatis.	(پری ساتیس)	پری زاده (شہزادی)
Pasitigris.	(پاسی ٹگریس)	دریائے دُجیل یا قارن
Periander.	(پیری انڈر)	پریان در
Persepolis.	(پرسی پولس)	اصطخر
Philip.	(فلپ)	فیلفوس یا فیلقوس

لفظ Words.	انگریزی تلفظ English Pronunciation.	اردو تلفظ Urdu Pronunciation.
Phillippies.	(فلپکس)	فیلقوسیات یا (وہ پرجوش تقریریں جو دِموستھنیز نے فیلقوس کی مخالفت میں کی تھیں)
Phraortes.	(فرئورتیس)	فریرز
Phrygia.	(فرِگیہ)	فرغیہ یا افروجیہ
Piraeus.	(پای رئیس)	پیریوس
Ptolemy.	(ٹالمی)	تولمی یا بطلیموس
Propontus.	......	مرمورہ
Rhegium.	(رھگیم)	رگیوم
Roxane.	(رکسانہ)	روشنک
Saronic (Gulf)	(سارونیک)	سارونی (خلیج)
Scythian.	(سیتھین)	اسکیتھیا یا سیتھی
Sicily.	(سسلی)	صقالیہ
Sidon.	سیڈون	سیدا
Simonides.	(سای مونی ڈیز)	سی مونی دیس
Sinope.	(سای نوپ)	اسنوف
Sophist.	(سوفسٹ)	سوفسطای
Taygetus.	(ٹے گی ٹس)	کوہِ تے گِتوس
Thessaly.	(تھسلی)	تھسالیہ
Tyre.	(ٹایر)	تایر یا صور
Trireme.	(ٹرای ریمی)	سہ طبقہ (جہاز)

غلط نامہ



تاریخ یونان میں ، کئی بار تصحیح کے باوجود، کتابت کی چھوٹی موٹی بہت سی غلطیاں رہ گئی ہیں سرسری نظر ثانی میں جو زیادہ نمایاں تھیں انہیں یہاں صحیح کر دیا ہے باقی نقطوں ، یا ڈ ڈ اور ٹی ٹے کی غلطیوں کو امید ہے کہ ناظرین خود درست کریں گے۔

مترجم

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۲۸	۳	" جنانی "	" جناتی "
۳۳ ۳۵	۴ ۶	ڈھکیل	دھکیل
۵۷	۸	زرا	ذرا

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۶۹	۴ و ۷	عہدے	عہدہ
۱۰۴	۱۰	بھاٹوں	بھائیوں
۱۰۹	۱	تینوہ	نینوہ
۱۳۷	۸	تکٹ	ٹکٹ
۱۵۱	۵	گھڑی	گھری
۱۷۱	۱۱	پابندی کی	پابندی نہ کی
۱۸۲	آخری	گرزبرداپہاڑی	پہاڑی
"	"	اس پچاس	اسے پچاس
۱۹۰	۱۷	تگیا رفتہ رفتہ آباد	تگیا آباد
"	۱۹	اپنی طویل	اسی طویل
۱۹۴	۱۷	دیکھا کے	دیکھا کہ
۲۱۴	فٹ نوٹ	افسانہ باقی	افسانہ بافی
۲۲۸	۱۸	پڑا تھا	پڑا
۲۵۶	۲	متحدہ	متحد
"	۱۵	ہی	یہی
۲۸۶	۲۰	بڑے	بڑھے
۳۰۹	۱۲	کہا کے	کہا کہ
۳۳۴	۱۵	ایٹی کا قریب	ایٹی کا کے قریب
۳۵۵	۸	قایم کیا	قایم

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۳۶۶	۱۲	سمجھای	سُنجھای
۳۷۸	۹	غیض	غیظ
۴۰۱	۲۰	اتنے میں	اتنے
۴۵۴	۳	ہوا، پلوپنی سس	ہوا تو وہ پلوپنی سس
۴۵۵	۳	ذمے دار	ذمہ دار
۴۹۵	۴	دست برد	دست بردار
۴۹۹	۱۰	ہیت	ہئیت
۵۳۵	آخری	مستحکم ہیں	مستحکم مامن
۵۶۹	۷	درپررہ	درپردہ
۵۹۱	۱۵	اہلی فولیس	اہل فوکیس
۶۰۳	۲	گانوں	گانوؤں
۶۵۲	۱۰	پہلے مشہور	پہلے سے مشہور
۶۵۵	۱۳	مد	مِدّ
۶۵۶	۱۱	دائیں کی طرف	دائیں بازو کی طرف
۶۵۷	۹	دُور کر دیا	دو کر دیا
۶۶۰	۱	اب بتوں	اب اِن بتوں
۶۶۲	۱۰	کولگی	لَولگی
۶۷۸	۱ و ۲	اس کی تردید کرنے (جو یونانیوں الخ)	:۔ اس کی (جو یونانیوں ۔ الخ) تردید کرنے
”	”	اجباب	احباب

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۶۹۷	۷	ساحل سمندر	ساحلِ بحر
۷۱۱	۹	تیس ہزار جہاز	تیس جہاز
۷۱۲	۱۶	کی تھیں	کی ہیں
〃	۱۸	حصہ دار تھا	حصہ دار ہے
۷۱۵	۵	آزاد حکومت	اور آزاد حکومت



